My Telegram Channel : New Madarsa

نظرثانی اضافہ وتصحیح شدہ جدید ایڈیشن

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نضّر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها فأدّاها کما سمع (الحدیث)

الحل المفهم

لحل

مشکلات الصحیح لمسلم

تالیف
مزمّل الحق القاسمی انوری

اشرفی بک ڈپو دیوبند (الهند)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نظر ثانی اضافہ وتصحیح شدہ جدید ایڈیشن

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نضّر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها فأدّاها کما سمع (الحدیث)

الحل المفہم

لحل

مشکلات الصحیح لمسلم

تالیف:

مزمل الحق القاسمی انوری

ناشر

مکتبہ اشرفیہ دیوبند یوپی، الہند
Mob. 09358001571

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	ــــــــ	الحل المفہم لحل مشکلات الصحیح لمسلم
تالیف	ــــــــ	مزمل الحق قاسمی
باہتمام	ــــــــ	سعود علی
کمپوزنگ	ــــــــ	ثمن اقدس
سن اشاعت پہلا ایڈیشن	ــــــــ	۲۰۱۲ء۔۱۴۳۳ھ
نظر ثانی واضافہ شدہ جدید ایڈیشن	ــــــــ	۲۰۱۴ء۔۱۴۳۵ھ
صفحات	ــــــــ	۳۰۴
مطبع	ــــــــ	اشرفی آفسیٹ پرنٹرس دیوبند

ناشر

اشرفی بک ڈپو دیوبند، یوپی (انڈیا)

Mob. 09358001571

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست مضامین

مضامین		صفحہ مسلم	مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم
تقریظ شیخ عبدالحق اعظمی صاحب	۱۰		قوله: وإن فارق معناه	۳۲	۶
تقریظ عبدالخالق سنبھلی صاحب	۱۱		روایت وشہادت کی تعریف (فائدہ)	۳۲	
تقریظ مفتی راشد اعظمی صاحب	۱۲		روایت اور شہادت میں چند وجوہ سے فرق	۳۳	
عرض مرتب	۱۳		کن اوصاف میں دونوں متحد ہیں	۳۳	
مقدمہ مسلم			قوله يرى	۳۴	۶
امام مسلم کے حالات	۱۵		قوله: واحد الكاذبين	۳۴	
امام مسلم کا مذہب	۱۶		اس وعید کا کون مستحق ہے؟	۳۴	
امام مسلم امام بخاری سے روایت کیوں الخ	۱۷		کیا تقدیم السند علی المتن الخ	۳۵	
کیا مقدمہ مسلم صحیح مسلم کا جزء	۱۸		اعتراض وجواب	۳۶	۹
صحیح مسلم کا اجمالی تعارف	۱۹	۳	اس روایت سے امام مسلم کا مقصد کیا ہے؟	۳۶	
جملہ ما اسند سے کیا مراد ہے	۲۰		فائدہ	۳۷	
قسم اول کے راویوں کی روایت عیوب	۲۰		قرآن سے کیا مراد ہے (فائدہ)	۳۸	۱۰
حدیث منکر کی تعریف امام مسلم کے نزدیک	۲۰		متن حدیث جانچنے کا ایک اور طریقہ	۳۹	۱۰
رُوات حدیث کی تقسیم	۲۱		ابن ابوملیکہ کون ہیں؟	۳۹	
کیا امام مسلم نے اپنا وعدہ پورا کیا؟	۲۱	۴	يخفى عني میں کس چیز کا چھپانے الخ	۳۹	
روات حدیث کی تفصیل امام مسلم کی شرائط	۲۲		قوله: يمر به الشيئ سے کیا مراد ہے	۴۰	
حدیث منکر کی علامت	۲۴	۵	إلا ان يكون ضل	۴۰	
حدیث منکر اور منکر الحدیث کا حکم کیا ہے	۲۴		روات حدیث پر جرح وتعدیل	۴۱	۱۲
حدیث منکر کی تعریف	۲۵		مذکورہ حدیث کی سند منقطع ہے	۴۱	۱۲
حدیث غریب وفرد کب معتبر ہوگی کتاب کی	۲۶	۵	مسئلہ ایصال ثواب	۴۲	
تصنیف کا ایک دوسرا سبب	۲۷	۵	ابن سیرین کے مقولہ کا مطلب	۴۴	۱۱
قوله مستنكر و منقول عن قوم	۲۸		قوله: فلما وقعت الفتنة	۴۴	
قوله: من طرح الحديث	۲۸		قوله: الاسناد من الدين	۴۵	۱۲
صحة المخارج والستاره فی ناقليه	۲۹	۶	قوله: بيننا وبين القوم	۴۵	۱۲
الاختلاف فی قبول رواية المبتدع	۳۰		غیر ثقہ سے روایت کرنے کی قباحت	۴۶	۱۳
امام مسلم کا مذہب	۳۱		مذکورہ روایت پر دو اعتراض	۴۶	

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم
دونوں اعتراض کا صحیح جواب	۴۷	
قوله: انظر ما وضعت في يدك	۴۸	۱۴
قوله: يوم الفطر يوم الجوائز	۴۸	
غیبت کی تعریف، جرح راوی غیبت ہے یا نہیں	۴۹	
روح بن غطیف، صاحب الدیم قدر الدرہم	۴۹	
واعظین کی حدیثوں کا اعتبار نہیں	۵۰	۱۵
آیت کریمہ کی صحیح تفسیر	۵۱	
جابر جعفی کی فاسد تفسیر	۵۲	
جابر کون ہے؟	۵۲	۱۶
تشریح	۵۴	۱۶
جارف اور طاعون کے معنی	۵۴	۱۸
طاعون جارف کی تعیین	۵۵	۱۸
کیا ایک ہی حدیث کو مختلف اشخاص الخ	۵۶	۱۸
تصحیف کی وضاحت، حدیث صحیح مفہوم	۵۷	۱۸
حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۹	۱۹
تدلیس کے معنی اور اس کے اقسام	۶۰	۱۹
تدلیس کے اقسام ثلاثہ کا حکم	۶۱	
تدلیس کیوں کی جاتی ہے؟	۶۲	
غیبت ونصیحت کے درمیان فرق	۶۳	۱۹
جرح کے اقسام	۶۴	
ضعیف حدیث کے بارے میں امام مسلم کی رائے	۶۶	۲۰
ضعیف حدیث کے بارے میں علماء کے اقوال	۶۶	
ضعیف اور منکر حدیث بیان کرنے کے اسباب	۶۸	۲۰
باطل نظریہ کی تردید کب ضروری ہے	۶۹	۲۱
بعض منتحلی الحدیث سے کون مراد ہے	۷۰	
تشریح، خودساختہ محدثین کی دلیل	۷۱	۲۱
امام مسلم کی طرف سے دلیل کا جواب	۷۲	
امام مسلم کے دلائل	۷۲	
خودساختہ محدثین کی دلیل عقلی کا جواب	۷۴	۲۳
موضع السماع في الأسانيد کا مطلب	۷۴	
كتاب الايمان		
معنى القدر والقضاء والفرق بينهما	۷۷	۲۷
قوله: الامر أنف، قدریہ کی دلیل	۷۸	
قدریہ کا حکم، تقدیر کے اقسام (فائدہ)	۷۹	
معنى الاسلام والإيمان لغة وشرعا	۸۰	۲۷
اسلام وایمان کے درمیان فرق	۸۱	
دونوں کے درمیان نسبت، والاختلاف	۸۱	
جمہور محدثین اور معتزلہ وخوارج کے	۸۲	
معنى الاحسان لغة وشرعا اور اس کی مراد	۸۳	۲۷
كأنك تراه کی ترکیب	۸۴	
معنى الساعة لغة وشرعا	۸۵	۲۷
قوله: ماالمسئول عنها الخ	۸۵	۲۷
ان تلدالأمة کے بارے میں اقوال علماء	۸۶	
ایمان واسلام اور احسان کے ساتھ قیامت	۸۷	
رجل سے کون مراد ہے	۸۸	۳۰
مسئلہ وجوب الوتر	۸۹	
قوله: إلا ان تطوع	۹۰	
کیا عمل خیر کے ترک پر قسم کھانا درست ہے	۹۱	
قوله قد افلح ان صدق	۹۱	
کیا اعمال دخول جنت کا سبب ہیں	۹۳	۳۱
کیوں کر اس کو جنت کی بشارت دی جبکہ	۹۳	
وفد عبدالقیس کا واقعہ	۹۴	۳۳
اجمال اور تفصیل کے درمیان مطابقت	۹۵	
مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کا حکم	۹۶	
یہاں حج کا ذکر کیوں نہیں ہے	۹۷	
اجمال کے بعد تفصیل کی کیا وجہ ہے	۹۷	

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم
تحقیق الالفاظ	۹۸	۳۶
قوله اخبرنی الخ، ربما يقول المقير	۹۹	
معاذ کوکس سن میں یمن بھیجا	۱۰۰	۳۶
حج وصوم کا ذکر کیوں نہیں جبکہ وہ اسلام کے	۱۰۰	
کیا خبر واحد سے استدلال درست ہے	۱۰۱	
کیا کفار فروع الشریعہ کے مخاطب ہیں	۱۰۱	
احناف کے اس مسئلہ میں تین اقوال	۱۰۲	
شافعیہ مالکیہ اور مشائخ عراق کے دلائل	۱۰۲	
مشائخ سمرقند وبخارا کے دلائل	۱۰۲	
مرتد ہونے والوں کے اقسام	۱۰۴	۳۷
حضرت ابوبکر کے دلائل	۱۰۵	۳۷
کیا کفار سے جنگ بندی کی صورت صرف	۱۰۵	
حکم تارک صلاۃ	۱۰۶	
حضرت عمر نے اولاً انکار کیوں کیا	۱۰۶	
قوله إلا بحقه وحسابه على الله	۱۰۷	
قوله: ولو منعوا عنی عقالاً	۱۰۷	
کفار ومشرکین کے لیے استغفار	۱۰۹	۴۰
ابوطالب کی وفات	۱۰۹	۴۰
روافض کا مذہب	۱۱۰	
ایمان فرعون	۱۱۰	
حدیث کی تشریح	۱۱۱	۴۷
حیا کی لغوی اور شرعی تعریف	۱۱۲	
حیا کے اقسام، حیا کو الگ کیوں ذکر کیا گیا	۱۱۳	
حیا بسیط ہے یا مرکب	۱۱۳	
حیا کے سلسلہ میں حدیث اور کلام حکمت	۱۱۴	۴۸
ایمانی حلاوت سے کیا مراد ہے	۱۱۵	۴۹
محبت کے معنی وحقیقت اور اس کے اقسام	۱۱۶	۵۱
حب اللہ ورسولہ کا کیا مطلب ہے	۱۱۶	
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۱۱۶	۵۱
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط		
کسی قسم کے منکرات کا ازالہ ضروری ہے	۱۲۰	
فقہ اور حکمت سے کیا مراد ہے	۱۲۲	۵۲
قوله: حيث يطلع قرن الشيطان	۱۲۲	
حقیقت ایمان کیا ہے	۱۲۵	۵۵
کیا مرتکب کبیرہ کافر ہے	۱۲۵	
اہل سنت والجماعت اس قسم کی حدیثوں میں	۱۲۵	
تاویل کیوں کرتے ہیں	۱۲۶	
نصیحت کے لغوی معنی واصطلاحی معنی	۱۲۷	۵۲
خدا کے لئے نصیحت، رسول کے لئے نصیحت	۱۲۶	
منافق کے لغوی وشرعی معنی	۱۲۹	۵۶
کیا جھوٹ اور وعدہ خلافی کی اجازت ہے؟	۱۳۰	
یہ علامتیں اگر مؤمنین میں ہوتی ہیں الخ	۱۳۰	
کیا مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے	۱۳۱	۵۷
قوله: من ادعى لغير ابيه الخ	۱۳۲	۵۸
تشریح حدیث وقوله: فالجنة عليه حرام	۱۳۴	
جریر کون ہیں	۱۳۵	۵۸
انصات اور استماع کے درمیان فرق	۱۳۵	
حدیث کی تشریح اور نوء کی تحقیق	۱۳۷	۵۹
قوله نزلت هذه الا يه	۱۳۸	
کیا مطرنا بنوء كذا کا قائل کافر ہے؟	۱۳۸	
کن اسباب کی طرف شیٔ کی نسبت درست نہیں	۱۳۹	
علم نجوم کا حکم	۱۳۹	
کیا ترک صلاۃ کفر ہے اختلاف ائمہ	۱۴۱	۶۱
حدیث کی تشریح	۱۴۲	۶۴
کیا معاصی میں تقسیم ہے	۱۴۴	
گناہ کبیرہ کی تعریف	۱۴۴	

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین	صفحہ	مسلم صفحہ
صغیرہ اور کبیرہ میں فرق	۱۴۵	
ذنوب اور سیئات کے درمیان فرق	۱۴۵	
والدین کی اطاعت کب ضروری ہے	۱۴۶	
سحر کی تعریف واقسام	۱۴۶	
معجزہ وکرامت اور سحر میں فرق	۱۴۷	
کبر کی تعریف اور اس کی حقیقت	۱۴۸	
متکبر علیہ کے اقسام اور اسباب کبر	۱۴۸	۶۵
حدیث کی تشریح اور روایت مقدادؓ	۱۴۸	
قولہ : إن قتلتہ فانہ بمنزلتک الخ	۱۵۱	۶۷
اسبال کی حد	۱۵۴	۷۱
حدیث کی تشریح	۱۵۵	۷۵
احسان واساءۃ فی الاسلام سے کیا مراد ہے	۱۵۶	
کیا زمانہ کفر کے اعمال صالحہ اسلام کے بعد	۱۵۷	۷۶
کیا کافر کی نیکی کا کوئی ثمرہ آخرت میں ظاہر ہوگا	۱۵۷	
علامہ کشمیریؒ کی رائے	۱۵۷	
حدیث کی تشریح، جہاد اور خودکشی میں فرق	۱۵۹	۷۲
وسوسہ اور الہام میں فرق	۱۶۰	۷۸
وسوسہ کے اقسام واحکام	۱۶۱	
وسوسہ دفع کرنے کے طریقے	۱۶۲	۷۹
یہ وسوسہ شیاطین الجن سے ہے یا شیاطین الانس	۱۶۳	
قولہ وذلک صریح الایمان	۱۵۴	۸۰
ائمہ ثلاثہ کی دلیل	۱۶۵	
حنفیہ کے دلائل، اور فریق مخالف کی دلیل کا جواب	۱۶۵	
اقسام الشھادۃ	۱۶۷	
حدیث کی تشریح اور الفاظ کی تحقیق	۱۶۹	۸۲
امانت سے کیا مراد ہے	۱۷۰	
حدیث کی تشریح	۱۷۱	۸۱
حدیث کی تشریح	۱۷۲	۸۴
قرب قیامت اسلام کا مسکن	۷۳	
ان کلمات سے آپ کا مقصد کیا ہے	۱۷۴	۸۵
کیا حضرت ابراہیمؑ کو شک تھا	۱۷۴	
قولہ نحن آحق بالشک	۱۷۵	
حضرت ابراہیمؑ کے سوال کرنے کی وجہ ہے	۱۷۵	
قولہ: رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ	۱۷۶	
کیا نفس ایمان کے لئے کیفیت احیاء موتی	۱۷۶	
قولہ: یرحم اللہ لوطا	۱۷۷	
رکن شدید سے کیا مراد ہے	۱۷۷	
حدیث کی تشریح	۱۷۸	۸۷
ولید اور ابن ابی ذئب کے درمیان اختلاف	۱۸۰	۸۷
نزول عیسیٰ کے وقت امام کون ہوگا	۱۸۱	
روایت پر موجودہ انکشافات سے متعدد الخ	۱۸۳	۸۸
تاریخ معراج	۱۸۴	۹۱
کیا معراج اور اسراء دونوں الگ ہے	۱۸۵	
کیفیت معراج	۱۸۵	
جمہور علماء کے دلائل	۱۸۵	
فلاسفہ اور معتزلہ کا مسلک	۱۸۶	
کیا آسمان میں خرق والتیام ممکن ہے	۱۸۶	
اس روایت کے ضبط میں اختلاف ہے	۱۸۸	۸۹
شب معراج میں باری تعالیٰ کی رویت	۱۸۸	
رویت باری کے قائلین اور ان کے دلائل	۱۸۹	
دفع تعارض	۱۸۹	
کیا حضور کو خدا کی رویت اس دنیا میں ہوئی	۱۹۰	
رویت کا مفہوم ومعنی	۱۹۱	۱۹۱
کیا باری تعالیٰ کی رویت دنیا میں ممکن ہے	۱۹۲	۱۰۰
رویت باری کے مدعی کا حکم	۱۹۲	
آخرت میں خدا کی رویت	۱۹۲	

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین	صفحہ	مسلم صفحہ
دلائل	۱۹۳	
رؤیت باری پر عقلی دلیل	۱۹۳	
معتزلہ وخوارج کا مذہب اوران کے دلائل	۱۹۴	
پہلی صورت کا انکار اور دوسری صورت پر		
ایمان لانے کی وجہ کیا ہے	۱۹٦	۱۰۲
قولہ حتی ان بعصهم الخ اس سے کون		
لوگ مراد ہیں	۱۹۷	
کیا پہلی صورت کا انکار سب نے کیا؟	۱۹۷	
کیا اس سے پہلے خدا کا دیدار ہوا تھا	۱۹۷	
شفاعت کے معنی واقسام	۱۹۸	۱۰۴
شفاعت بالاذن کے اقسام	۱۹۹	
شفاعت میں معتزلہ کا اختلاف	۱۹۹	
شفاعت کی کون سی قسم حضور کے ساتھ خاص	۲۰۰	
ہے	۲۰۰	
کیا جہنم میں موت آئے گی	۲۰۱	
کتاب البیوع	۲۰۱	۲
معنی البیع لغةً واصطلاحاً	۲۰۱	
تعریف الملامسه والمنابذه	۲۰۲	
حکم بیع الشیئ الغائب	۲۰۳	۳
قوله: لا یتلقی الرکبان	۲۰۴	
حکم تلقی الرکبان	۲۰۴	
حکم البیع المنعقد بطریق التلقی	۲۰۴	
قوله: لایبیع بعضکم علی بیع بعض	۲۰۴	
حکم النجس و البیع المنعقدبطریقه	۲۰۵	
قوله: لا یبیع حاضر لباد و حکمه	۱۰۷	۴
معنی المصراة لغة و اصطلاحاً	۱۰۸	
حکم بیع المصراة و اختلاف الأئمة فیه	۱۰۸	
دلائل الفقهاء	۲۱۱	

مضامین	صفحہ	مسلم صفحہ
الجواب عن حدیث الشاة المصراة	۲۱۲	
هل التصریة مختصة بالابل والغنم	۲۱۲	
ما اسم الخیار المذکور فی الحدیث	۲۱۲	۵
مذهب الائمة فی بطلان البیع قبل	۲۱۴	
القبض	۲۱۵	
قوله: احسب کل شیئ مثله	۲۱۵	۵
صورة القبض المبیع	۲۱٦	
معنی الصکاک وحکمه	۷۱۲	
مذاهب الأئمة فی بیع الصکاک	۲۱۷	٦
حکم بیع تذاکر الطعام	۲۱۸	
قوله إلا بیع الخیار	۲۱۸	
المذاهب فی ثبوت خیار المجلس	۲۹۱	
دلیل الامام الشافعیؒ واحمدؒ	۲۲۰	
دلائل الحنفیة والمالکیة	۲۲۱	
الجواب عن حدیث ابن عمرؓ	۲۲۱	۷
اسباب الترجیح	۲۲۲	
معنی بدو الصلاح	۲۲۳	
حکم بیع الثمار قبل بدو الصلاح	۲۲۴	
الجواب عن حدیث ابن عمرؓ	۲۲۵	۸
حکم بیع الثمار بعد بدو الصلاح	۲۲٦	
حکم بیع الرطب بالتمر	۲۲۷	
ائمہ ثلاثہ کی دلیل	۲۲۷	
دلیل الامام الاعظم	۲۲۷	
الجواب عن حدیث ابن عمرؓ	۲۲۸	
والجواب عن حدیث سعد ابن ابی وقاص	۲۲۸	
معنی العرایا لغة واصطلاحا	۲۲۹	
اقوال الفقهاء فی تفسیر العرایا	۲۲۹	
العریة هبة ام بیع	۲۳۰	

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم	مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم
تاويل الامام الاعظم راجح	۲۳۲	۱۰	فائدة تقييد السلم بالأجل	۲۵۵	
هل العرية مختصة بالتمر ام لا	۲۳۲		معنى الشفعه لغة واصطلاحاً		
معنى التابير ومذهب الائمة فيه	۲۳۳		هل الشفعة في كل شيئ ام في غير	۲۵۶	
هل العبد يملك شيئاً ام لا			المنقولات فقط		
حكم مال العبد عند البيع	۲۳۴	۱۴	لمن الشفعة واسباب الشفعه	۲۵۶	
معنى المزارعة والاختلاف فيها	۲۳۶	۱۶	دليل الائمة الثلاثة	۲۵۷	۳۴
ودلائلهم	۲۳۸	۱۷	دليل الاحناف	۲۵۸	
حدیث کی تشریح اختلاف العلماء فیه	۲۳۹		معنى الفرائض	۲۵۹	۳۸
معنى الافلاس وصورة ادراک المال بعينه	۲۴۰		قوله: اولى ذكر	۲۵۹	
دليل الائمة الثلاثه	۲۴۰	۱۹	معنى العمرى والرقبى وصور العمرى	۲۶۰	
دليل الحنفية	۲۴۳	۲۴	مذاهب الأئمة	۲۶۰	
اختلاف العلماء في بيع الكلب	۲۴۳		الجواب عن دليل مالك	۲۶۱	۴۳
معنى الربا لغة واصطلاحا واقسامه	۲۴۴		حكم الرقبى	۲۶۲	
الاختلاف العلماء في علته الربا			قصة قرطاس	۲۶۳	
هل يجب القبض في الاموال الربوية			وجه حمل الأمر على الاستحباب	۲۶۳	
ام التعيين	۲۴۵	۲۷	مامراد عمر قوله: لاتضلون بعده	۲۶۳	
معنى الربا واقسامه، مذهب ابن	۲۴۶		مامراد ابن عباس به	۲۶۴	۴۸
عباس وابن عمر	۲۴۷	۲۹	راى عمر راجح		
قوله انما الربا في النسيئة	۲۴۸		معنى اليمين	۲۶۵	
واقعه جابرؓ			الاختلاف العلماء في كفارة اليمين	۲۶۵	
اختلاف العلماء في الشرط في البيع	۲۴۹	۲۹	قبل الحنث	۲۶۶	
سبب الاختلاف، والجواب عن	۲۵۱	۲۸	دلائل الأئمة الثلاثة ودليل الحنفية		
حديث جابر	۲۵۳	۳۱	الجواب عن دليل الأئمة الثلاثه	۲۶۷	۴۹
مالمراد بالمشتبهات وصورة الاشتباه			التعيين ليمين		
معنى المسلم لغة واصطلاحاً	۲۵۴		قوله: ولوقال ان شاء الله الخ	۲۶۸	
والاختلاف فيه	۲۵۴		هل هذا الحكم مختص بالنبى	۲۶۹	۵۰
الجواب عن دليل الشافعي وشرائط	۲۵۴		سليمان ام عام	۲۷۰	
السلم	۲۵۵	۳۲	نذر الكافر	۲۷۰	

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم
اقسام الاعتكاف		
هل الصوم شرط للاعتكاف	۲۷۱	۵۳
المنذور ام لا	۲۷۱	
حكم العبد المعتق البعض	۲۷۲	
الاختلاف العلماء فی العبد معتق البعض		
هل الاعتاق متجزئ ام لا	۲۷۳	
دليل التجزی ومعنی تجزی الإعتاق	۲۷۴	
هل الاستسعاء ثابت للشريک الآخر	۲۷۶	۵۴
معنی القسامة	۲۷۶	
الاختلاف الفقهاء فی كيفيته القسامة	۲۷۷	
مذهب الشافعية	۲۷۸	
مذهب المالكية والحنابلة	۲۷۹	۵۸
اقسام القتل واحكامه	۲۸۱	
الاختلاف فی القتل بالمثقل	۲۸۲	
الجواب عن حديث الباب	۲۸۲	
الاختلاف فی صفة القصاص	۲۸۳	
هل يثب القتل بمجرد قول المقتول	۲۸۴	۶۱
قوله: القاتل والمقتول فی النار	۲۸۵	۶۲
هذا الحديث لأی مذهب يؤيد	۲۸۵	
حكم موت الجنين بعد السقوط حياً	۲۸۵	۶۳
اختلاف الأئمة فی حد السرقة	۲۸۷	۷۲
قوله: لم يسن	۲۸۷	
حد الشرب فی خلافة أبی بكر وعمرؓ	۲۸۸	
اختلاف العلماء فی حدالشارب	۲۸۹	۷۲
معنی الحدوالتعزير والفرق بينهما	۲۹۰	
وجه ترجيح والعقوبات البدنية	۲۹۰	
مذهب العلماء فی مقدار التعزير	۲۹۱	۷۳
شرح الحديث	۲۹۳	

مضامین	صفحہ	صفحہ مسلم
والاختلاف فی معنی الركاز	۲۹۴	
الاختلاف فی نفاذ قضاء القاضی		
بشهادة الخ	۲۹۷	۷۵
جواب النبی قضاء ام فتوی	۲۹۸	
مسئلة القضاء علی الغائب	۲۹۹	
مسئلة الظفر		
شرح الحديث	۳۰۱	۷۷
شرح الحديث	۳۰۲	۷۷

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) تقریظ

حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

بخاری شریف کے بعد مسلم شریف کو علم حدیث میں جو جامعیت اور امتیازی شان حاصل ہے وہ کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے، چنانچہ علماء امت اور ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پاک کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب بخاری اور مسلم شریف ہیں اس لئے علماء امت اور ائمہ حدیث نے مسلم شریف کی بے شمار شرح وحواشی اور تراجم عربی، فارسی، اردو میں مطول ومفصل انداز پر تالیف فرمادیں ہے اور ہر دور میں مسلم شریف پر کام ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔

عزیز مکرم مولوی مزمل الحق ''فاضل دارالعلوم دیوبند'' نے بھی مسلم شریف کے مغلقات کو حل کرنے کی کوشش کی اور امت کی معتبر کتابوں کے حوالہ کے ساتھ ہر مشکل مبحث کی وضاحت کی، بندے نے متعدد جگہ نظر ڈال کر یہ محسوس کیا ہے کہ یہ کتاب ایک علمی مجموعہ ہے جو نفس مطالب اور ضروری مباحث پر مشتمل طلبہ عزیز کے لئے مفید وکارآمد ہے۔

اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ اس کو قبولیت سے نوازے اور مؤلف کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔ آمین۔

(مولانا) عبدالحق اعظمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۲۸/۲/۱۴۳۳ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) تقریظ

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث والفقہ ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

اس علمی چمن ''دارالعلوم دیوبند'' کے صحن میں نئے نئے پھول کھلتے رہتے ہیں جو گل سر سبد بنتے ہیں، یہاں کی فضاؤں میں رہ کرنشو ونما پانے والے نوخیز طلبہ بھی مستعدی کے ساتھ علمی وعملی میدان میں ترقی کرتے رہتے ہیں، انھیں میں سے عزیز مکرم مولوی ''مزمل الحق قاسمی'' سلمہ ہیں، جو صحن چمن کے اندر خوشہ چینی میں مشغول ہیں، گذشتہ سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوکر تکمیل ادب میں داخل ہیں، اسباق میں حاضری کے ساتھ تحقیقی کتب کے مطالعہ کا بھی شوق وشغف رکھتے ہیں، گذشتہ رمضان المبارک میں مادر علمی کے احاطے میں رہ کر مسلم شریف پر کام کیا اور اس کے مغلقات کو بنام ''الحل المفهم لحل مشكلات الصحيح لمسلم'' اچھے انداز میں حل کیا۔ متعدد جگہ بندے نے نظر ڈالی کتاب پسند آئی، کتاب کی وقعت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ عزیز موصوف نے جو بات بھی لکھی ہے باحوالہ ہے نیز ہر بات کو جلی عناوین اور ذیلی عناوین کے ساتھ لکھا ہے، مجھے امید ہے کہ طلبہ اور علم دوست حضرات اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور مؤلف سلمہ کو مزید علمی کام کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

(مولانا) عبدالخالق سنبھلی
خادم التدریس دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۳/۲/۲۴ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد راشد اعظمی دامت برکاتہم

استاذ التفسیر والفقہ دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علی رسوله الکریم.

حدیث پاک کی کتابوں میں صحیح بخاری شریف کے بعد دوسرا درجہ صحیح مسلم شریف کا ہے۔ علمائے امت نے ہر دور میں ان دونوں کتابوں پر بڑی توجہ دی ہے ان کی تدریس کے انجام کے ساتھ ان کی شروحات بھی بکثرت لکھی گئی ہیں۔ پیش نظر کتاب بھی صحیح مسلم شریف کے جستہ جستہ مقامات کی شرح ہے جس میں ''مقدمہ مسلم'' کی وضاحت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ساتھ ساتھ احادیث کے مشکل الفاظ کی تحقیق نیز احادیث پر اعراب اور دقیق معانی کی وضاحت اور حدیث پاک کی وہ باتیں جو بظاہر نصوص قطعیہ یا احادیث مشہورہ کے معارض معلوم ہوتی ہیں ان کی صحیح توجیہ وتطبیق ائمہ کرام کے مسالک اور ان کے دلائل کی تفصیل اور مسلک راجح کی ترجیح کے وجوہات، اسی طرح احادیث کے متعلق دیگر مباحث علماء امت کی معتبر ومستند کتابوں سے اخذ کر کے باحوالہ بیان کئے گئے ہیں، کتاب کے مصنف عزیز مکرم مولوی مزمل الحق قاسمی نے بڑی محنت اور کافی وقت صرف کر کے کتاب مرتب کی ہے، بندہ نے کتاب کے مختلف مواقع پر نظر ڈال کر محسوس کیا ہے کہ کتاب اپنے مقصد میں کامیاب اور وقیع ہے۔ انشاء اللہ صحیح مسلم شریف حل کرنے کے لئے یہ کتاب معاون اور رہنما ثابت ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

(مفتی) محمد راشد اعظمی
خادم التدریس دارالعلوم دیوبند
۲۱/۲/۱۴۳۳ھ مطابق ۱۵/۱/۲۰۱۲ء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عرض مرتب

کتب صحاح میں جو مقام و مرتبہ مسلم شریف کو حاصل ہے، نوع بشر کے کسی فرد پر مخفی نہیں ہے، مسلم شریف ان کتابوں میں سے ہے جو ہر زمانے میں امت مسلمہ کی مرکز توجہ بنی رہی۔ متعلم و معلم بھی اس سے استفادہ کرنے سے بے نیاز نہ ہوئے بلکہ حدیث کے موضوع پر لکھی گئی بڑی بڑی کتابیں زمانہ کی گردش کا شکار ہوگئیں۔ زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا اپنے غبار میں ان کو تنہا کرتا گیا، ان پر دسیوں صدیاں گزر چکی ہیں ان کے نام سے محض چند گنے چنے لوگ ہی واقف ہیں یہ بھی وہ ہیں جو ان سے واقفیت کے لئے مسلسل جدو جہد اور سعی وپیہم کرتے ہیں۔ مگر ایک کتاب ہے زمانہ جس سے ہمیشہ آشنا رہا، اور جس کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اور آج بھی اپنے دور اول کی طرح وہ کتاب احادیث کے مغز کی شکل میں موجود ہے اور اس کتاب کی خاص خوبی اس کی حسن ترتیب اور استیعاب اسانید ہے جس میں صحاح ستہ کی کوئی کتاب اس کے مقابل نہیں، حتی کہ ''بخاری شریف'' جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے وہ بھی اس خوبی میں اس کی رہین منت ہے اگرچہ مجموعی اعتبار سے ''بخاری شریف'' کا درجہ ''مسلم شریف'' سے بڑھ کر ہے جیسا کہ جمہور امت مسلمہ کا یہی اعتقاد ہے اور ماضی میں بھی اس عقیدہ پر گامزن تھے، بعض مغارب نے مسلم شریف کی جودت صنع اور حسن ترتیب کو دیکھتے ہوئے مسلم شریف کو بخاری شریف پر ترجیح دی ہے، مگر علماء محققین نے دلائل کی روشنی میں اس کو رد کر دیا، مگر اس سے کم از کم یہ بات واضح ہوگئی کہ بخاری شریف کے بعد مسلم شریف کا مقام ہے۔ اس بارے میں شاعر کا شعر مشہور ہے۔

تنازع لدیَّ قوم ان فی البخاری و مسلم

قلتُ فاق البخاری صحۃً کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلمٌ

امتحان کے موقع پر چونکہ کتابوں کا ایک انبار طالب علم کے سامنے موجود ہوتا ہے اور ہر ایک گویا زبان حال سے یہ فرمائش کرتی ہے کہ اگر امتحان میں کامیاب ہوکر سرخرو ہونا چاہتے ہو اور زمانہ میں ایک مقام اور بزم کی رونق چاہتے ہو تو مجھے یاد کئے بغیر چارہ نہیں ادھر کتابوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی یہ فریاد ہوتی ہے اور دوسری طرف بیچارہ طالب علم اسباب کے سیل رواں کا سامنا کرتا ہے الغرض زندگی کے اس نازک موڑ پر پہونچ کر طالب علم کسی ایسی تدبیر کی کوشش کرتا ہے جس سے اس نازک صورت حال سے نجات پا سکے۔ طالب علم کی اس نازک حالت بے کسی اور پریشانیوں کے بحر بے کنار کو دیکھتے ہوئے بندہ نے مشکل مقامات کو حل کرنا ضروری اور اہم سمجھا امید ہے کہ طلباء اس کتاب سے امید سے زیادہ مستفید ہوں گے اور بندے کی دارین کی ترقی کا ضامن بنیں گے۔

انتساب

(۱) اپنی اس حقیری کوشش اور بضاعۂ مزجاۃ کو والدین اور برادرِ محترم مفتی منصور صاحب دامت برکاتہم کے نام جن کی دعا پیہم گاہی اور شبانۂ روز کی تعلیم و تربیتی جدوجہد کے طفیل اور علوم اسلامیہ حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۲) مادرِ علمی دار العلوم کے نام جس کی فضاء نے حدیث فہمی کا ملکہ عطا کیا۔

(۳) ان احباب کے نام جنہوں نے میری تعلیمی زندگی میں قدم بقدم ساتھ دیا۔

مزمل الحق انوری
متعلم تکمیل ادب دار العلوم دیوبند
۱۴۳۳/۲/۱۷ھ مطابق ۲۰۱۲/۱/۱۲
فون نمبر: 09058343952,
08126711503

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مسلمؒ کے حالات

نام ونسب:

نام نامی مسلم، کنیت ابوالحسین، لقب عساکرالدین والد ماجد کا نام حجاج، دادا کا نام بھی مسلم، پردادا کا نام ورد، اور جداعلی کا نام کوشاذ وطنی نسبت نیشاپوری اور خاندانی نسبت قشیری ہے، پورا نام ابوالحسین عساکرالدین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاذ نیشاپوری القشیری۔

ولادت ووفات:

آپ کی ولادت خراسان کے دارالسلطنت نیشاپور میں ۲۰۴ھ (۸۲۰ء) یا ۲۰۶ھ (۸۲۲ء) میں ہوئی۔ اسی سال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تھی اور آپ کی وفات ۲۵ رجب المرجب ۲۶۱ھ (۸۷۵ء) اتوار کی شام کو ہوئی اور پیر کے دن نیشاپور میں تدفین عمل میں آئی۔ اس طرح آپ نے کل ستاون ۵۷ بہاریں دیکھیں۔ آپ کی وفات انہماک حدیث کا ایک عبرت انگیز واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک حدیث کی تلاش میں منہمک تھے، سامنے کھجوروں کا ٹوکرہ تھا، ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث تلاش کرتے رہے۔ ادھر ٹوکرہ صاف ہوا ادھر حدیث مل گئی، لیکن کھجوروں کی زیادتی موت کا سبب بن گئی ہے۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ بے شمار ہیں۔ صحیح مسلم میں جن اساتذہ کی روایتیں درج فرمائی ہیں ان کی تعداد دوسوبیس (۲۲۰) ہے، چند مشہور اساتذہ یہ ہیں، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راھویہؒ، امام دارمیؒ، امام بخاریؒ، امام ذہلیؒ، امام علی بن المدینیؒ امام سعید بن منصورؒ، امام ابی بکر بن شیبہؒ، عثمان بن ابی شیبہؒ، زہیر بن حربؒ، حرملہ بن یحییٰؒ، حجاج بن الشاعرؒ، امام ابوزرعہؒ، عبداللہ بن مسلمہ قعنبیؒ وغیرہ۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں: امام ترمذیؒ، صالح بن محمد جزرہؒ، ابن ابی حاتم، امام ابن خزیمہ اور حافظ عوانہ وغیرہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسفار:

آپ نے علم حدیث کی تحصیل ۲۱۸ھ میں شروع فرمائی اور مملکت اسلامیہ کے ایک ایک شہر کی خاک چھانی، حجاز مقدس، مصر، شام، عراق کے اسفار کئے سینکڑوں محدثین کبار سے استفادہ کیا۔ ۲۲۰ھ میں حج کیا، جب کہ آپ کم عمر کے تھے اور مکہ مکرمہ میں قعنبی سے حدیث شریف سنی، عبد اللہ قعنبیؒ آپ کے حدیث کے سب سے پہلے استاذ ہیں۔

تصانیف:

علم حدیث میں ان کی متعدد کتابیں ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب الصحیح مسلم ہے، اس کے علاوہ المسند الکبیر، الجامع، الکنی والاسماء، الافراد والوحدان وغیرہ۔

صحیح مسلم کی احادیث کی تعداد:

امام مسلم رحمۃ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ انہوں نے تین لاکھ مسموع احادیث میں سے انتخاب کر کے صحیح مسلم شریف تیار کی ہے، آپ نے یہ کتاب پندرہ سولہ سال میں تصنیف فرمائی۔ اس میں مع مکررات بارہ ہزار حدیثیں ہیں، غیر مکرر حدیثوں کی تعداد ۳۰۳۳ ہے۔

امتیاز:

تمام اس پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب صحیحین ہیں۔ اسی لئے تمام امت نے بالاجماع ان کو قبول کیا ہے، پھر مختار مذہب یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔

امام مسلمؒ کا مذہب:

امام مسلم کے دور میں تقلید شخصی میں جمود نہ تھا۔ یہ حضرات حدیث پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ طریقہ تعلیم و تعلم اور بلاد کے اثرات کی بنیاد پر کسی کا رجحان فقہ عراقی کی طرف تھا، تو کسی کا رجحان فقہ حجازی کی طرف تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مسلمؒ امام بخاری سے روایت کیوں نہیں لائے؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام مسلمؒ کا امام بخاری سے عقیدت مندی اور تلمذ کا تعلق تھا اس کے باوجود امام مسلمؒ اپنی صحیح میں امام بخاریؒ کی سند سے کوئی روایت نہیں لائے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

امام ذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں اس کا جواب یہ دیا کہ بعد میں امام مسلم اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے (امام ذہلی کی طرح) امام بخاری سے بھی برگشتہ ہو گئے تھے چناں چہ انہوں نے امام بخاری کی کوئی روایت ذکر نہیں کی اور نہ اپنی صحیح میں کسی جگہ امام بخاری کا تذکرہ کیا۔

امام ذہلی نے تعلقات خراب ہونے کی جو دلیل بیان کی ہے وہ حدیث معنعن کا مسئلہ ہے کہ امام مسلمؒ نے مقدمہ میں ثبوتِ لقاء کی شرط لگانے کے سلسلہ میں امام بخاریؒ پر جو سخت رد کیا ہے وہ باہمی تعلقات کے خراب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ہمارے استاذ حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم نے فرمایا کہ یہ دلیل بناء الفاسد علی الفاسد ہے؛ کیوں کہ امام مسلمؒ نے ثبوت لقاء کی شرط کے سلسلہ میں امام بخاری یا امام علی بن مدینی پر رد کیا ہی نہیں ہے، یہ دونوں بزرگ امام مسلم کے استاذ ہیں، بلکہ نامعلوم اشخاص پر رد کیا ہے، جن کے نام اب تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہیں، امام بخاریؒ سے حدیث نہ لینے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں متفق علیہ سندیں ذکر کرنے کا التزام کیا، امام مسلم نے راوی کی زیادتی معتبر و غیر معتبر ہونے کی بحث میں یہ فرمایا کہ صحیحین میں صرف وہ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں جن کی صحت پر اجماع ہے، پس جن رجال کے بارے میں اختلاف تھا ان کی سندوں سے احتراز کیا ہے، امام ذہلی کے بارے میں کچھ حضرات (جو امام بخاری کے حامی تھے) بدظن تھے؛ اس لیے ان کی روایت بھی امام مسلم نے نہیں لی ہے، اسی طرح امام بخاری کے بارے میں کچھ حضرات (جو امام ذہلی کے معتقد تھے) بدظن تھے؛ اس لیے امام بخاری کی روایت بھی امام مسلم نے نہیں لی تا کہ امام مسلم کی کتاب کو لوگ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بالاتفاق قبول کریں۔

(۲) جو معاصر محدثین صاحب تصانیف ہیں چوں کہ ان کی سندیں ان کی کتابوں میں جمع شدہ ہیں؛ اس لیے دوسرا محدث ان کے تذکرے سے احتراز کرتا تھا تا کہ تکرار نہ ہو اور افادۂ مزید کے خیال سے ایسے اساتذہ کی سندیں لکھتا تھا جو صاحب تصانیف نہیں ہیں، یا ان کی تصانیف متداول نہیں، چناں چہ امام ترمذی نے باوجود گہری عقیدت کے امام بخاری کی سند سے جامع الترمذی میں صرف چند حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

کیا مقدمہ صحیح مسلم کا جزء ہے؟

مقدمۂ مسلم صحیح مسلم کا من وجہ جزء ہے اور من وجہ جزء نہیں، علماء کرام مرویات مسلم فی الصحیح اور مرویات مسلم فی المقدمۃ میں فرق کرتے ہیں۔ فن اسماء الرجال میں بھی فرق کیا گیا ہے، رُواتِ مسلم کے لیے زمزم اور رواتِ مقدمۂ مسلم کے لیے رمزق استعمال کیا گیا ہے، دونوں کا موضوع بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔

صحیح مسلم کا موضوع صرف احادیثِ مرفوعہ متصلہ کی تخریج ہے، اور مقدمۂ مسلم کا موضوع عام ہے۔

علامہ ابن القیم کتاب الفروسیۃ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ امام مسلم نے مقدمۂ مسلم میں ان شرائط کا لحاظ نہیں کیا جو صحیح مسلم میں ملحوظ ہیں، مقدمہ کی صورت حال اور ہے اور باقی کتاب کی صورت حال اور ہے، محدثین کو اس معاملہ میں کوئی شک نہیں ہے (یعنی یہ بات سب تسلیم کرتے ہیں)۔

مقدمۂ مسلم کے جزءِ کتاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ چوں کہ یہ مقدمہ ہے؛ اس لیے جس طرح مقدمۃ الجیش، جیش کا جزء ہوتا ہے، مقدمۃ الکتاب کو بھی کتاب کا جزء ہونا چاہئے۔ اور جزءِ کتاب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے مقدمہ کو اس طرح ختم کیا ہے جس طرح کوئی مستقل کتاب ختم کی جاتی ہے، یعنی حمد وصلاۃ پر مقدمہ کو ختم کیا ہے، پھر کتاب الإیمان کو مستقل کتاب کی طرح شروع کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مسلم ص۳

ثُمَّ إِنَّا ان شاء اللّٰہ مبتدؤنَ فِي تَخْرِيج مَاسَأَلْتَ وَتَالِيفِهِ عَلَى شَرِيطَةٍ سَوف أَذْكُرها لک وَهُوأَنَّا نَعمِدُ إِلَى جُمْلَةِ مَاأُسْنِدِ مِنَ الأَخْبَارِ عَنْ رَسولِ اللّٰهِ فَنَقْسِمُهَا عَلَى ثَلاثَةِ اَقْسَامِ، فَأَمَّا الْقِسْمُ الْاَوَّلُ فإنا نَتَوَخّٰى اَنْ نُقَدِّمَ الْأَخْبَارَ الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَأَنْقٰى.

ترجمہ:

”اب ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آپ کی مطلوبہ احادیث کی تخریج وتالیف شروع کرتے ہیں ایک شرط کے ساتھ جس کا آگے تذکرہ کروں گا اور وہ شرط یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ سے مروی احادیث کے معتدبہ حصہ کا جائزہ لیں گے اور ان کو تین قسموں میں اور ان کے راویوں کو تین طبقوں میں تقسیم کریں گے تکرار سے بچتے ہوئے بہر حال قسم اول تو ہم چاہتے ہیں کہ ان احادیث کو مقدم کریں جو دیگر احادیث کے مقابلہ میں عیوب سے پاک اور صحیح ہیں ۔“

تشریح: صحیح مسلم کا اجمالی تعارف

مذکورہ عبارت میں صحیح مسلم کا اجمالی تعارف ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے یہ کتاب درخواست مذکور کے جواب میں مرتب فرمائی ہے۔ اس لئے احادیث صحیحہ کے انتخاب میں رُوات حدیث کی تین قسمیں کی ہیں اور جو غیر معتبر راوی تھے ان کی بیان کردہ حدیثیں درج کتاب کرنے سے احتراز کیا ہے اور معتبر رُوات میں سے جو اعلیٰ درجہ کے تھے ان کی حدیثوں کو اصول بنایا اور دوسرے درجہ کے راویوں کی حدیثوں کو متابعات وشواہد میں لائے ہیں جس کی تفصیل آگے عبارت میں آرہی ہے اور امام مسلم کی کوشش یہ رہی کہ حدیث میں تکرار نہ ہو کیونکہ تکرار طالب علم کے لئے باعث تشویش ہوتی ہے لیکن جہاں تکرارِ حدیث ناگزیر ہو وہاں ضرورۃً تکرار کی ہے۔ (فیض المنعم۔ص ۲۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملة ما اسند من الاخبار سے کیا مراد ہے؟

اس سے تمام احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کے مجموعہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ان احادیث کا مجموعہ مراد ہے جو مجموعہ امام مسلمؒ کے سامنے تھا ان کی تعداد تین لاکھ ہے جیسا کہ امام مسلمؒ کا ارشاد ہے کہ میں نے اس کتاب کو تین لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے ترتیب دیا ہے۔ (نعمت المنعم ۔ص ۵۲ ج ۱)

اسلم من العیوب من غیرھا قسم اول کے راویوں کی روایت عیوب سے زیادہ محفوظ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

قسم اول کے راویوں کی روایت دیگر راویوں کی روایت کے مقابلہ میں زیادہ پاک و محفوظ ہے۔اس کی وجہ خود امام مسلمؒ بیان کرتے ہیں، "لما نقلوالم یوجد فی روایتھم اختلاف شدید ولاتخلیط فاحش"، یعنی اس لئے کہ ان کو احادیث خوب محفوظ ہیں اور درستگی کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن کی حدیثوں میں بہت زیادہ اختلاف اور خلط ملط نہیں۔ (مسلم شریف ص ۳ ج ۱)

حد الحدیث المنکر عند مسلم

ھو: حدیث رواہ راوٍ. سواء کان قوی الحفظ اوسیئ الحفظ مخالفا لمن ھو ارجح واقوی منہ بحیث لایمکن الجمع بینھما الا بتعسف.
ھذا ماأشار الیہ الامام مسلم فی کتابہ.

مسلم ۳/۴/۵

فَإِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هَذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاس، أَتْبَعْنَاهَا أَخْبَاراً يَقَعُ فِي أَسَانِيدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالمَوْصُوفِ بِالْحِفْظِ وَالإِتْقَانِ كَالصِّنْفِ المُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ.

فَأَمَّا مَاكَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ أَوْعِنْدَ الأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ:

”چنانچہ جب ہم اس قسم کے لوگوں کی احادیث مکمل طور سے بیان کرچکیں گے تو اس کے بعد ایسی حدیثیں نقل کریں گے جن کی اسناد میں وہ لوگ ہوں گے جن میں اتنی استقامت اور اتقان نہیں ہے جیسا پہلی قسم کے راویوں میں ہے، بہر حال وہ حدیثیں جو ایسے لوگوں سے منقول ہیں جو تمام محدثین یا اکثر محدثین کے نزدیک متہم ہیں تو ہم ان لوگوں کی حدیثوں کی روایت نہیں نقل کریں گے۔“

تشریح: رُواتِ حدیث کی تقسیم

امام مسلمؒ نے احادیث صحیحہ کے انتخاب میں رُواتِ حدیث کی تین قسمیں کی ہیں، اور قسم اول کے بیان کے بعد قسم ثانی کا بیان شروع کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ درجہ دوم کے راوی بھی عدالت اور صداقت اور علم حدیث کے ساتھ مناسبت میں درجہ اول کے راوی کے ہم پلہ ہیں۔ صرف حفظ و اتقان میں درجہ اول کے راویوں سے کم تر ہوتے ہیں یعنی احادیث کو یاد رکھنے میں پھر ان کو درستگی کے ساتھ بیان کرنے میں درجہ اول کے رُوات سے فروتر ہوتے ہیں مثلاً مشہور تابعی عطاء بن السائب ثقفی، یزید بن ابی زیاد، لیث بن ابی سلیم ان سب حضرات کا حافظہ بڑھاپے میں بگڑ گیا ہے لیکن درجہ دوم کے رُوات حفظ و اتقان کے ساتھ متصف نہ ہونے کے باوجود وہ قسم اول کے رُوات کے مانند ہیں قبولیت حدیث میں۔

کیا امام مسلمؒ نے اپنا وعدہ پورا کیا؟

امام مسلمؒ نے جملہ احادیث کو تین قسموں پر منقسم کر کے کس قسم کو بیان کیا اور کس قسم کو ترک کیا، اس بارے میں مختلف رائیں ہیں، چنانچہ ابو عبید اللہؒ (الحاکم) اور ابن عساکر بیہقی ان حضرات کا خیال ہے کہ امام مسلمؒ ہر طبقہ کی احادیث کو الگ الگ کتاب میں جمع کرنے کا وعدہ فرما رہے ہیں اور صحیح مسلم میں صرف طبقہ اولیٰ ہی کی احادیث کو جمع کیا ہے اور دوسرے اور تیسرے طبقہ کی احادیث الگ الگ کتابوں میں جمع کرنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قال الحاکم فی کتابه قدار اد مسلم ان یخرج الصحیح علی ثلاثة اقسام فی الرُّواة، فلما فرغ من هذا القسم الاول ادرکته المنیة ای الموت وهو فی حدالکهولة:

لیکن دیگر علماءِ کرام اس رائے سے متفق نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مقدمہ مسلم اور اصل کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلمؒ نے حدیث کو راویوں کے اعتبار سے تین قسموں پر منقسم کیا ہے قسم اول حُفّاظِ حدیث کی پھر امام مسلمؒ نے کہا کہ جب ان کی حدیث ختم ہو جائے گی تو متابعات کے طور پر ان لوگوں کی حدیثیں لاؤں گا جو حذاقت اور اتقان سے متصف نہیں ہیں اور ان کو طبقہ اولیٰ کے ساتھ ملحق کیا ہے، اور ان سب لوگوں کی حدیثیں ان کی کتاب میں مذکور ہیں اور تیسرا طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جن کے بارے میں کچھ لوگوں نے کلام کیا اور دوسرے لوگوں نے تزکیہ وتعدیل کیا ہے ان لوگوں کی بھی حدیثوں کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ تینوں طبقوں کی حدیثیں اس کتاب میں مذکور ہیں۔ یہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ (نعمت المنعم ص ۷۰ ج ا)

رُواتِ حدیث کی تفصیل امام مسلم کی شرائط کے مطابق

حدیث شریف کے راویوں کی بنیادی قسمیں دو ہیں (۱) ثقہ (۲) ضعیف

(۱) ثقہ (معتبر) وہ راوی ہیں جو اسباب طعن سے بالکل پاک ہوں اور ضبط وعدالت کے ساتھ متصف ہوں۔

(۲) ضعیف وہ ہیں جو اسباب طعن کے ساتھ مجروح ہوں۔

طعن: راوی میں کسی ایسی خرابی کا نام ہے جو قبول حدیث کے لئے مانع ہو۔

ضبط: کے معنی ہیں یاد رکھنا، ضبط کی دو قسمیں (۱) ضبط الصدر (۲) ضبط الکتابہ۔

ضبط الصدر: (یعنی سینہ میں محفوظ رکھنا) یعنی حدیث شریف کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب چاہے بلاتکلف صحیح صحیح بیان کر سکے

(۲) ضبط الکتابۃ: حدیث شریف صاف واضح طور پر لکھنا پھر لکھے کی تصحیح کر لینا اور مشتبہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کلمات پر اعراب لگا لینا۔

عدالت: آدمی کے اس وصف کا نام ہے جس کی وجہ سے اس کو نیک اور دیندار سمجھا جاتا ہے مثلاً صغائر پر اصرار نہ کرنا اور کبائر سے اجتناب کرنا خلاف مروت باتوں سے پرہیز کرنا جیسے راستہ میں بول براز کرنا۔

اسباب طعن

اسباب طعن دس ہیں۔ پانچ عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے متعلق ہیں۔ عدالت کو متاثر کرنے والے اسباب کذب، تہمت کذب، فسق، جہالت اور بدعت ہیں ضبط کو متاثر کرنے والے اسباب فحش غلط، کثرت غفلت، وہم، مخالفت ثقات اور سوء حفظ ہیں۔

پھر ثقہ راوی کی دو قسمیں ہیں (۱) درجہ اول کے راوی اور درجہ ثانی کے راوی۔

درجۂ اول کے راوی وہ ہیں جو ضبط و اتقان کے اعلیٰ معیار پر ہوں یعنی جن کو احادیث خوب محفوظ ہوں اور درستگی کے ساتھ بیان کرتے ہوں جن کی حدیثوں میں بہت زیادہ اختلاف اور خلط ملط نہ ہو۔

درجہ دُوم کے راوی وہ ہیں جو صرف حفظ و اتقان میں درجہ اول کے رُوات سے فروتر ہوں اور مناسبت علم حدیث میں اور مستوریت وعدالت میں درجہ اول کے راویوں کے ہم پلہ ہوں۔

(فائدۃ) خلاصہ یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے رواتِ حدیث کی تین قسمیں کی (۱) درجہ اول کے رُوات (۲) درجہ ثانی کے رُوات (۳) ضعیف راوی۔ امام مسلمؒ اپنی صحیح میں ضعیف راویوں کی کوئی حدیث نہیں لائے صرف ثقہ راویوں کی حدیثوں کو درج کیا ہے، اس تفصیل کے ساتھ کہ اگر کسی مسئلہ میں درجہ اول اور دوم، دونوں قسموں کے راویوں کی روایتیں موجود ہوتی ہیں تو پہلے اصول میں درجہ اول کے رُوات کی روایتیں لاتے ہیں پھر متابعات وشواہد میں درجہ دوم کے راویوں کی حدیثیں لکھتے ہیں، البتہ اگر کسی مسئلہ میں صرف درجہ دوم کے راویوں کی روایتیں ہوتی ہیں تو پھر انہی کو اصول میں درج کرتے ہیں اور درجہ اول کی روایتوں کو اصطلاح میں صحیح لذاتہ اور درجہ دوم کے رُوات کی روایتوں کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔ مسلم شریف میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔ (فیض المنعم: ۳۱/۳۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۵

وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِي حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ: إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُه لِلْحَدِيثِ عَلٰى رِوَايَةِ غَيْرِهٖ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَا خَالَفَتْ رِوَايَتُه رِوَايَتَهُمْ، أَوْلَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهٖ كَذٰلِكَ كَانَ مَهْجُوْرَ الْحَدِيثِ غَيْرَ مَقْبُوْلِةٍ وَغَيْرَ مُسْتَعْمَلَةٍ:

ترجمہ

''کسی محدّث کی روایت کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کی روایت کا مقابلہ دوسرے اہل الحفظ والرضا (یادرکھنے والے پسندیدہ) راویوں کی حدیثوں سے کیا جائے تو اس کی روایت ان کی روایت کے خلاف ہو یا مشکل سے موافقت پیدا کی جا سکے، الغرض جس شخص کی روایت بیشتر ایسی ہی روایت ہوں وہ روای متروک الحدیث اور غیر مقبول الروایہ اور نا قابل استدلال ہے۔''

تشریح: حدیث منکر کی علامت:

جن رُوات کی بیشتر مرویات منکر یا غلط ہیں ان کی حدیثیں بھی صحیح مسلم میں نہیں لی گئیں۔ اور کسی حدیث کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی روایت کا معتبر حفاظ کرام کی روایت سے موازنہ کیا جائے تو وہ قطعاً اس سے مختلف ہو یا بمشکل موافقت پیدا کی جا سکے، جس راوی کی بیشتر مرویات اس قسم کی ہوں گی وہ راوی متروک الحدیث اور نا قابل اعتبار اور اس کی مرویات نا قابل قبول ہوں گی۔

حدیث منکر اور منکر الحدیث کا حکم کیا ہے؟

حدیث منکر کا حکم یہ ہے کہ اگر حدیث منکر کا راوی ثقہ ہے تو اس سے اس حدیث منکر کے علاوہ دیگر احادیث قبول کی جائیں گی یعنی اگر اس کا روای ثقہ ہے تو اس کی تمام احادیث مردود نہیں ہوں گی بلکہ صرف وہ حدیث مردود ہوگی جو منکر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منکر الحدیث کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث مردود ہوں گی اس لئے کہ کثرت مناکیر سوء حفظ کی دلیل ہے۔

حدیث منکر کی تعریف

(۱)هو حديث رواه راوٍ سواء قوى الحفظ اوسيئ الحفظ مخالفا لمن هوارجح واقوى منه بحيث لايمكن الجمع بينهما الا بتعسف. منکر کی یہی تعریف ہے امام مسلمؒ کے نزدیک۔(۲)حديث يرويه الضعيف مخالفا لمن هو ارجح منه ابن حجر نے منکر کی یہی تعریف کی ہے (نخبۃ الفکر ۴۰)(۳)حديث رواه راوٍ فحش غلطه او كثرت غفلته او ظهر فسقه یہ بھی ابن حجر کے نزدیک منکر ہے (۴)حديث ينفرد به الثقة من غير عاضد يعضده. خلاصہ یہ ہے کہ ان چاروں پر منکر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

مسلم ص۵

لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ العلمِ والذى يُعْرَفُ من مذهبِهم فى قبولِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ المُحَدِّثُ من الحديث أن يكونَ قد شَارَكَ الثِقَاتَ من أهلِ العلمِ والحفظِ فى بعضِ مَا رَوَوْا وَأَمْعَنَ فى ذلك على الموافقة لهم فإذا وُجِدَ كذلك ثُمَّ زاد بعد ذلك شيئا ليس عند أصحابه قُبِلَتْ زِيادتُهُ.

ترجمہ: اس لیے کہ محدثین کا جو فیصلہ اور ان کا جو مذھب مشہور ہے، اس حدیث کے قبول کرنے کے سلسلہ میں جس کا راوی متفرد ہے وہ یہ ہے کہ راوی ثقہ حفاظ محدثین کے ساتھ شریک رہا ہو ان کی بعض مرویات میں، اور اس نے انتہائی جدوجہد کی ہو ان کی موافقت کرنے میں تو جب کوئی راوی ایسا ثابت ہو جائے پھر وہ کوئی زائد بات بیان کرے، جو اس کے ساتھیوں کی روایت میں نہ ہو، تو اس کی زیادتی قبول کی جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث غریب وفرد (یعنی راوی کی زیادتی) کب معتبر ہوگی؟

جس حدیث کی روایت کرنے والا ایک شخص ہو اس کو حدیث غریب اور حدیث فرد کہتے ہیں۔

حدیث غریب کا سلسلہ اسناد مشہور تھا، اس سلسلہ اسناد سے ایک شخص روایتوں کو نقل کرتا ہے اور اس کی نقل کردہ روایتیں دیگر ثقات راویوں کی روایتوں کے موافق ہیں جس کی وجہ سے اس کا ضابط وحافظ ہونا معلوم ہوگیا، اب اگر ایسا راوی اسی سلسلہ سند سے ایک دو حدیث ایسی نقل کردیتا ہے جس کو اس کے دوسرے ثقہ ساتھی نقل نہیں کرتے ہیں تو اس کی وہ حدیث غریب معتبر ہوگی، اس کا یہ تفرد اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس کو استاذ کی حدیث کا زیادہ اہتمام ہے۔ مثلاً عن ابن عمر کا سلسلہ معروف ہے ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت نقل کی انھیں شاگردوں میں عبداللہ ابن دینار بھی ہیں انھوں نے بہت سی حدیث ابن عمر سے روایت کی ہے جو ابن عمر کے دیگر ثقہ شاگردوں کی روایتوں کے موافق ہے اب تنہاں عبداللہ بن دینار نے عن ابن عمر ''نهى النبی ﷺ عن بیع الولاء وہبۃ'' اس حدیث کو نقل کیا ہے، ابن عمر کا اور کوئی شاگرد اس روایت کو ابن عمر سے نقل نہیں کرتا ہے۔

مسلم ص۵

فَلَوْلَا الَّذِیْ رَأَیْنَا مِنْ سوءِ صَنِیْعِ کَثِیرٍ مِمَّنْ نَصَبَهُ مُحَدِّثًا فِیمَا یَلْزَمُهم مِن طَرْحِ الاحادِیثِ الضَّعِیفَةِ، وَالروایاتِ المنکرةِ، وَتَرْکِهِمُ وَالإِقْتِصَارِ عَلَى الأَخبارِ الصحیحةِ المشهورةِ مما نَقَلَه الثِقاتُ المعروفون بالصدقِ والأمانةِ، بَعْدَ معرفتِهم، وإِقْرارِهم بأَلْسِنَتِهِم، أَنَّ کثیرًا مما یقذِفُون به إِلَى الأَغبیاءِ من الناس هو مُسْتَنْکَرٌ، ومنقولٌ عن قومٍ غیرِ مرضِیِّیْن ممن ذَمَّ الروایةَ عنهم أئِمَّةُ الحدیثِ.

ترجمہ:

''اگر ہم نے بہت سے لوگوں کے غلط طریقہ کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا جنہوں نے اپنے آپ کو محدث بنا کر پیش کیا ہے اس معاملہ میں جو ان پر لازم تھا یعنی ضعیف حدیثوں اور منکر روایتوں کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چھوڑ دینا اوران کے اکتفانہ کرنے کا ان صحیح اور مشہور حدیثوں پر جنکو معتبر راویوں نے روایت کیا ہے۔ جو صدق و دیانت میں معروف ہیں یہ جانتے ہوئے اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے کہ بہت سی حدیثیں جو وہ لوگ ناسمجھ عوام کو بنا سوچے سمجھے سنا دیتے ہیں وہ منکر روایات ہیں ایسے ناپسندیدہ رُوات سے مروی ہیں جن سے روایت کرنے کی مذمت ائمہ حدیث نے کی ہیں۔

مطلب

شروع کتاب میں امام مسلمؒ نے کتاب کی تصنیف کا سبب شاگردوں کی درخواست بیان کیا ہے اب ایک بہت بڑا سبب اور محرک بیان کرتے ہیں (چنانچہ دستور زمانہ ہے کہ جب کسی چیز کا چلن ہوتا ہے تو بہت سے دھوکے باز اور مفاد پرست بازار میں آکر سارا کام خراب کر دیتے ہیں۔ وہ نقلی مال تیار کرتے ہیں اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ اتنا پھیلا دیتے ہیں کہ اصل اور نقل کا امتیاز نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ دور اول میں مجاہدین اسلام میدان جہاد سے فارغ ہو گئے تو وہ دینی معاملات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوئے اور تفسیرِ قرآن، روایتِ حدیث، استنباطِ مسائل کا بازار گرم ہوا اور تینوں مفاد پرستوں کی ستم ظریفی کا شکار ہوئے، چنانچہ فنِ حدیث کی صورت حال یہ تھی کہ کچھ بددین لوگوں اور کچھ بے عقل دینداروں نے گھڑ گھڑ کر حدیثوں کی روایت شروع کر دی حالانکہ اگر رُوات محتاط طریقہ اختیار کرتے تو واضعین کو منہ کی کھانی پڑتی مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے رجالِ کار پیدا کئے جنہوں نے لاکھوں کی تعداد میں غیر صحیح احادیث یاد کیں اور ایسے نقاد فن پیدا ہوئے جنہوں نے روایات کی تنقیح کی اور صحیح احادیث کو اس لایعنی ذخیرہ سے اس طرح نکال لیا جس طرح گوندے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ امام مسلمؒ نے بھی صحیح مسلم اسی مقصد سے مرتب فرمائی) ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ غلط سلط حدیثیں لوگوں کے سامنے بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں تو عوام کو گمراہی سے بچانا ضروری ہے، اگر ان کے سامنے صرف اس بات کو بیان کیا جائے کہ تم جن لوگوں کی حدیثیں سنتے ہو وہ غلط ہیں ضعیف ہیں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منکر ہیں، موضوع ہیں، لہٰذا تم ان کی حدیثوں پر دھیان نہ دو اور ان کو نہ سنا کرو، تو کما حقہ ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی ہے اور ان کو روکنا بھی ممکن نہیں ہوگا، جب تک ان کو احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ نہ دیا جائے کہ تم ان کو پڑھا کرو، اس لئے اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو غلط رخ سے پھیر کر صحیح رخ پر لگایا جائے، غلط بات سے ہٹا کر صحیح بات میں مشغول رکھا جائے یہ ذمہ داری علماء عظام پر عائد ہوتی ہے اس کو انجام دینا ان کے ذمہ لازم ہے، امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اس فریضہ کی ادائیگی کے احساس وتصور نے اس کتاب کی تالیف وتصنیف کو آسان کر دیا ہے ورنہ ممکن تھا کہ تنہا تمہاری درخواست کو یہ کہہ کر رد کر دیتا کہ کتاب مکمل نہ کروں تو کوئی حرج نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ تم ایک فائدہ سے محروم ہو جاؤ گے۔

قوله: مستنكر ومنقول عن قوم

اس میں بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے جبکہ حقیقت میں کوئی تکرار نہیں ہے اس لئے کہ مستنکر کا مطلب یہ ہے کہ متن حدیث منکر ہو اور منقول عن قوم الخ کا مطلب یہ ہے کہ سند حدیث منکر ہو لہٰذا مستنکر اور منقول عن قوم میں کوئی تکرار نہیں ہے۔

من طرح الاحاديث

اس میں چند احتمالات ہیں (۱) یہ سوء صنیعھم کا بیان ہو اس وقت من بیانیہ ہوگا اور اس "طرح الاحادیث" سے مراد لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہے اور ترکھم الإقتصار کا عطف "من طرح الاحادیث" پر ہے اس وقت یہ دونوں ان کی عادت سیئہ کے بیان ہوں گے کہ یہ لوگ احادیث ضعیفہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ پر اکتفا نہیں کرتے۔ (۲) "من طرح الاحادیث" یہ فیما یلزم میں جو ما موصولہ ہے اس کا بیان ہو اس وقت مطلب ہوگا کہ احادیث ضعیفہ اور منکرہ بیان نہ کرنا ان پر لازم تھا اور ترکہم کا عطف ما یلزم پر ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص٦

إنَّ الـواجـبَ عـلـى كـلِ أحـدٍ عَـرَفَ الـتـمـييـزَ بين صحيح الروايـاتِ وسـقِيـمِهَـا وثِـقَـاتِ الـنـاقلين لَها من المُتَّهِمِينَ أنْ لايروىَ منها إلَّا مَا عَـرَفَ صِـحـةَ مَـخَارِجِهِ والسِّتَارَةَ فى ناقِليه وأنْ يتَّقِيَ مِنهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ أهْلِ التُّهَمِ والمُعانِدِينَ من أهلِ البِدَع.

ترجمہ

"ہر اس شخص پر جو صحیح اور ضعیف روایتوں کے درمیان امتیاز کر سکتا ہے اور حدیث کے ثقہ راویوں کو متہم راویوں سے امتیاز کر سکتا اس پر واجب ہے کہ صرف وہ حدیثیں روایت کرے جن کے رُوات کی درستگی اور ناقلوں کی عدالت جانتا ہے اور جو روایتیں متہم اور معاند گمراہ لوگوں سے مروی ہیں ان سے اجتناب کرے۔

تشریح

صرف صحیح روایتیں بیان کی جائیں گی، کیوں کہ متہم اور گمراہ ضدی لوگوں سے روایت جائز نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص صحیح اور ضعیف روایتوں میں امتیاز کر سکتا ہے اور ثقہ رواۃ اور متہم رواۃ کو پہچانتا ہے اس پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ صرف وہی حدیثیں بیان کرے جن کے راویوں کی عدالت معلوم ہو اور متہم رُواۃ کی حدیثیں اور فرق باطلہ کے ضدی افراد کی روایتیں نقل کرنے سے احتراز کرے یہاں امام مسلمؒ نے متہم کا لفظ ثقہ کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے اس لئے متہم کے عام معنی مراد لئے جائیں گے یعنی راوی کی عدالت کی متاثر کرنے والی جو چار خرابیاں (کذب، تہمت، کذب، فسق بدعت) ہیں وہ سب ہی اس لفظ سے مراد ہیں اور معاندین کی تخصیص بعد التعمیم۔

صحة المخارج والستارة فى ناقليه

مخارج یہ مخرج کی جمع ہے اسم ظرف کا صیغہ ہے ای محل الخروج، یہاں اس سے راوی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مراد ہے اس لئے کہ حدیث کا خروج اس سے ہے، لہٰذا صحۃ المخارج کے معنی ہوں گے ثقاہۃ الراوی وعدالتہ یعنی راوی کی ثقاہت وعدالت۔

الستارة فی ناقلیه

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ الستارۃ سین کے کسرہ کے ساتھ ہے اس کے معنی پردہ کے ہیں امام مسلمؒ نے اس لفظ کو صیانت وعدالت کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی وہ رُوات جن کی خوبیاں ہمارے سامنے ہیں اوران کی کوئی برائی ہمارے سامنے اور ہمارے علم میں نہیں ہے اگر واقعۃً ہے بھی تو اس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

الاختلاف فی قبول روایة المبتدع و مذهب الامام مسلمؒ فیه

البدعة: ایجاد شیئ لم یکن فی عهد الصحابة ولاتابعین ولاتبع التابعین بنیة الثواب ولیس له اصل فی الدین.

قال الشاه ولي الله: البدعة: هو التزام مالا یلزمه.

بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت مکفرہ، (۲) بدعت مفسقہ

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صاحب بدعتِ مکفرہ کی روایت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحب بدعت مفسقہ کی روایت کے قبول وعدم قبول کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں چار اقوال ہیں۔

(۱) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ان کی روایت مطلقا غیر مقبول ہے۔

(۲) ان کی روایت مطلقا مقبول ہے جبکہ وہ کذب کو حلال وجائز نہ سمجھے، چاہے بدعت کی دعوت دے یا نہ دے، هذا نقل عن الامام الشافعی کما قال النوویؒ۔

(۳) اس کی روایت قبول کی جائے گی جبکہ وہ بدعت کا داعی نہ ہو یہی جمہور محدثین کا مذہب ہے۔

(۴) اگر اس کی بدعت صغریٰ ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی اور اگر اس کی بدعت کبریٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے تو اس کی روایت قبول نہ کی جائے گی، بدعت کبریٰ مثلاً خلفاء راشدین وصحابہؓ کو کافر قرار دینا۔

امام مسلمؒ کا مذہب

یہ ہے کہ اس کی روایت قبول کی جائے گی جبکہ وہ بدعت کا داعی نہ ہو اور اس کی بدعت بدعت کبریٰ نہ ہو، بدعت صغریٰ مثلاً میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا۔

مسلم صـ٦

فَدَلّ بما ذكرنا من هذه الآى أنّ خبرَ الفاسقِ سَاقِطٌ غيرُ مقبولٍ وأنّ شهَادَةَ غيرِ العَدَلِ مَردُودَةٌ، وَالخبرُ: وإنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ معنى الشَّهَادَةِ في بعضِ الوجوهِ، فَقَدْ يَجْتَمِعَان في أعْظَمِ معَانِيهما، إذْ كان خبرُ الفاسقِ غَير مقبولٍ عند أهلِ العلم كما أن الشهادةَ مردودةٌ عِندَ جميعِهِم.

ترجمہ

"یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر نا قابل قبول ہے اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے خبر اگرچہ بعض اعتبارات سے شہادت سے الگ ہے لیکن بنیادی بات میں دونوں متحد ہیں کیونکہ فاسق کی خبر علماء کے نزدیک غیر معتبر ہے جیسا کہ اس کی شہادت تمام علماء کے نزدیک مردود ہے۔"

مطلب:

امام مسلمؒ نے اس سے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا کہ غیر عادل فاسق کی روایت وخبر غیر معتبر ہے، صرف ثقہ راوی سے حدیث روایت کرنا ضروری ہے اس پر قرآن کریم سے تین دلیل پیش کی۔ (۱) "یاایها الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ"، (۲) واشهدوا ذوی عدل منکم، (۳) ممن ترضون من الشهداء، یہ تینوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر اور اس کی شہادت مردود ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله وان فارق معناه

یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مسلمؒ کا دعویٰ یہ تھا کہ فاسق کی خبر غیر معتبر ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم سے تین دلیلیں پیش کی ہیں۔ جبکہ مذکورہ آیات میں سے آیت دوم وسوم شہادت کے بارے میں ہیں ان سے غیر عادل کی روایت کا غیر مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

الجواب: امام مسلمؒ نے اس سوال کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شہادت اور روایت میں اگرچہ بعض اعتبار سے فرق ہے۔ لیکن بنیادی بات میں دونوں متحد ہیں۔ یعنی جس طرح شہادت کے معتبر ہونے کے لئے شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے اسی طرح خبر کے معتبر ہونے کے لئے مخبر کا عادل ہونا ضروری ہے چنانچہ علماء کے نزدیک جس طرح فاسق کی شہادت مردود ہے اسکی خبر یعنی روایت بھی غیر معتبر ہے۔ لہٰذا جن آیات میں شہادت کے مقبول ہونے کے لئے شاہد کا عادل ہونا شرط قرار دیا گیا ہے۔ ان ہی آیات سے روایت کے مقبول ہونے کے لئے عدالت کے شرط ہونے پر استدلال کرنا درست ہے کیونکہ روایت بھی ایک طرح کی شہادت ہے۔

(فائدہ): روایت کی تعریف: قال ابن الضيم في بدائع الفوائد: إن كان الخبر عن حكم عام يتعلق بالأمة فإما ان يكون مستنده السماع، فهو الرواية، یعنی روایت ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کا تعلق کسی خاص شخص سے نہ ہو بلکہ اس کا تعلق عام لوگوں سے ہوحتی کہ خود بیان کرنے والے سے بھی ہو اور اس کا ماخذ نقل وسماع ہو۔

شہادت کی تعریف: وان كان الخبر جزئيا يتعلق بمعين ومستنده المشاهدة او العلم فهو الشهادة: شہادت ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کا تعلق خاص شخص سے ہوتا ہے یعنی مشہود لہٗ اور مشہود علیہ سے اور اس کا ماخذ مشاہدہ یا علم ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ روایت کا حکم راوی اور غیر راوی سب کو شامل ہوتا ہے جبکہ شہادت کا حکم صرف مشہود لہ وعلیہ سے متعلق ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شہادت اور روایت میں چند وجوہ سے فرق

(۱) شہادت میں عدد شرط ہے جبکہ روایت میں عدد کی کوئی شرط نہیں ہے (۲) شہادت میں حریت شرط ہے اور روایت میں حریت کی شرط نہیں (۳) شہادت میں بصیر ہونا شرط ہے روایت میں اس کی شرط نہیں (۴) شہادت میں عداوت مانع ہے روایت میں مانع نہیں (۵) شہادت میں بعض صورتوں میں مذکر ہونا شرط ہے جبکہ روایت میں اس کی شرط نہیں (۶) شہادت میں قرابت اور مخصوص تعلق مانع ہے جبکہ روایت میں مخصوص تعلق و قرابت مانع نہیں۔

کن اوصاف میں دونوں متحد ہیں؟

(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) عدالت (۵) مروت (۶) خبر مشہود بہ کا ضبط کرنا تحمل واداء کے وقت، ان چیزوں میں دونوں متحد ہیں۔ (فتح الملہم ص ۱۲۱ ج ۱)

مسلم ص۶

وَدَلَّتِ السنةُ علی نفي روايةِ المُنكَرِ من الأَخبارِ كنحوِ دلالةِ القران عَلى نفي خَبرِ الفَاسِقِ وهو الأَثرُ المَشهُورُ عن رسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. "من حدَّثَ عني بحديثٍ يُرىٰ أنَّه كَذِبٌ فهو احدُ الكَاذِبِين.

ترجمہ:

"حدیث بھی منکر روایتوں کے بیان کرنے کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے جس طرح آیات قرآنیہ فاسق کی خبر غیر معتبر ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے" کہ جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کے متعلق اس کا گمان ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح:

امام مسلمؒ فاسق کی خبر غیر معتبر ہونے پر حدیث شریف سے استدلال فرماتے ہیں۔
چنانچہ جس طرح قرآن کی آیات سے فاسق کی خبر غیر معتبر ثابت ہوتی ہے اسی طرح حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ منکر روایتوں کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور وہ حدیث حضور ﷺ کا مشہور ارشاد ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جس کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔

چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو احادیث منکر ہیں جن کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ صحیح نہیں ہیں بلکہ موضوع ہیں، تو ان کا بیان کرنا جائز نہیں ہے اگر بیان کرتا ہے تو وعید کا مستحق ہوگا۔

قولہ : یریٰ

یہ فعل مجہول ہے، یہ کبھی علم ویقین کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی ظن غالب کے معنی میں ہوتا ہے اور دونوں صورتوں میں یہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور کبھی رؤیت بصری کے معنی میں ہوتا ہے اس وقت یہ متعدی بہ یک مفعول ہوتا ہے مذکورہ حدیث میں یریٰ مجہول اور معروف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے امام مسلمؒ کے استدلال کے مطابق یہاں فعل مجہول پڑھنا چاہیے کیونکہ احادیث کے غلط ہونے کا یقین نہیں ہوتا ہے بلکہ ظنِ غالب ہوتا ہے۔

قولہ احد الکاذبین

یہ لفظ تثنیہ اور جمع دونوں صحیح ہے تثنیہ کی صورت میں ایک کاذب ناقل ہوگا اور دوسرا کاذب منقول عنہ ہوگا، جمع کی صورت میں مطلب ہوگا کہ وہ کاذبین کی جماعت کا ایک فرد ہے۔

اس وعید کا کون مستحق ہے؟

امام ترمذیؒ نے امام دارمیؒ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سند میں غلطی کو جانتا ہو یا وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث مرسل تھی کسی نے اس کو مسند بیان کر دیا یا اس کی سند کو مقلوب کر دیا تو کیا وہ شخص احد الکاذبین میں داخل ہوگا؟ تو امام دارمیؒ نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو ایسا بیان کرنے والا اس حدیث کی وعید کے تحت داخل ہے۔

کیا تقدیم السند علی المتن وعکسہ جائز ہے؟

سند کو متن سے مقدم کرنا اور مؤخر کرنا دونوں جائز ہے اس لئے کہ تقدیم سند اور تاخیر سند سے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے اس لئے یہ تقدیم وتاخیر ہر ایک کے یہاں جائز ہے، حدیث مذکور میں امام مسلم نے پہلے متن حدیث کو ذکر کیا پھر سند کو ذکر کیا ہے۔

مسلم ص ۱۰/۹

عن ابی هريرةَ عن النبي. صلى الله عليه وسلم. انهُ قال: سيكون فى اخر أمَّتِى أناسٌ يحدِّ تونكم بما لم تَسمَعُوا أنتم ولا ابائكم فايَّا كم وإيَّاهم، وعنه قال: قال رسول الله: يكون فى أخر الزمان دجَّالون كَذَّابُونَ يَاتُونكُم من الأحادِيثِ بمالم تَسمَعُوا أنتم ولا ابائكم، فاياكم واياهم لايُضِلُّونكم ولا يَفتِنُونكم،

ترجمہ

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے آخری دور میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہونگی نہ تمہارے آباواجداد نے، تو تم ان سے بچتے رہنا، اور انہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آخری زمانہ میں مکار جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، ان لوگوں سے دور رہنا وہ لوگ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح:

حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی خبر کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق و تفتیش ضروری ہے اور تحقیق و تفتیش کا ایک طریقہ یہ ہے کہ متن حدیث کو جانچا جائے کہ خبر مخبر کے حال کے مطابق ہے کہ نہیں اگر وہ حدیث قرآن یا احادیث متواترہ اور کلیات دین کے مطابق ہے تو اس کو قبول کیا جائے گا اور اگر وہ قرآنی آیات یا احادیث متواترہ اور کلیات دین کے خلاف ہے تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔

اعتراض:

بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث جو سلف وخلف سے نہیں سنی ہوں گی وہ باطل اور غلط ہیں۔ حالانکہ کسی چیز کا محض نہ سننا یا اس کا علم نہ ہونا باطل اور غلط ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

جواب:

یہ ہے کہ حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ باتیں قرآن و احادیث مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف ہوں تو وہ مردود ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مکمل کر دیا ہے اور کسی چیز کے ضائع ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔

کما قال اللہ عزوجل: الیوم اکملت لکم دینکم، اور اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اگر ان کی یہ باتیں دین سے ہوتی تو اگلے لوگوں نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا جبکہ دین کا پورا دارومدار نقل پر ہے نہ کہ عقل پر اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے قبیل سے وہی چیز ہوگی جو ظاہر و باہر ہو۔

اس روایت سے امام مسلمؒ کا مقصد کیا ہے؟

اس حدیث سے امام مسلم علیہ الرحمہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی حدیث وخبر کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق و تفتیش ضروری ہے اور ہر خبر کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا اور تحقیق کا طریقہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبارت کی تشریح میں مذکور ہے۔

(فائدہ)

موجودہ دور میں تمام احادیث جوامع میں مدون ہو چکی ہیں اب اگر کوئی شخص ہمارے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو جوامع میں موجود نہیں ہے تو وہ مردود ہے اور اگر موجود ہے تو مقبول ہے۔

قال ابن عساکر البیهقیؒ: إن الاحادیث التی قد صحت او وقعت بین الصحة والسقم قد دونت وکتبت فی الجوامع التی جمعها ائمة الحدیث فمن جاء الیوم بحدیث لا یوجد عند جمیعهم لا یقبل عنه ومن جاء بحدیث معروف عندهم فالذی یرویه لاینفرد بروایته، والحجة قائمة بحدیثه بروایته غیره، (مقدمة ابن الصلاح ص ۷۵)

مسلم ص ۱۰

عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاصؓ قَالَ: إنَّ فی البحر شَیاطِیْنَ مَسْجُوْنَةً أَوْثَقَهَا سلیمانُ یُوْشِکُ أَنْ تَخرُجَ فتقرأَ عَلَی الناس قرانًا.

ترجمہ:

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ سمندر میں کچھ مقید شیاطین ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے قید کیا ہے قریب ہے کہ وہ نکلیں پس لوگوں کے سامنے قرآن پڑھ کر سنائیں۔''

تشریح:

جب گمراہی پھیلانے والے نکلیں گے تو بے تابانہ نکلیں گے جس طرح جیل خانہ سے بوقت رہائی قیدی نکلتا ہے پھر وہ لوگوں کو قرآن وحدیث سنائیں گے حالانکہ وہ قرآن و حدیث نہیں ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرسکیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرآن سے کیا مراد ہے؟

اس میں چند احتمالات ہیں (۱) اس سے مراد احادیث ہوں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں گزرا کہ جنات انسانی شکل اختیار کر کے جھوٹی جھوٹی حدیثیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور اسی مقصد کے پیش نظر اسی حدیث کو امام مسلمؒ نے اس جگہ ذکر کیا ہے (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ قرآن سے مراد کوئی کتاب ہو جس کو وہ قرآن کے نام پر لوگوں کے سامنے پیش کریں گے تا کہ لوگ ان کی طرف مائل ہو جائیں اور قرآن کی حقانیت لوگوں پر مشتبہ ہو جائے پہلے تو کسی شخص کو اس کی جرأت نہیں ہوئی لیکن ماضی قریب میں کچھ لوگوں نے اس کی کوشش کی لیکن ان کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک کامیاب ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون'' (۳) تیسرا احتمال یہ ہے کہ قرآن سے ان تاویلات باطلہ مراد ہوں جن کو قرآن کا مفہوم ومضمون بتلا کر لوگوں کو دھوکہ دیں گے۔

(فائدہ)

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا مذکورہ ارشاد علی سبیل التمثیل بھی ہوسکتا ہے اور اسرائیلیات سے بھی ہوسکتا ہے۔

مسلم صـ۱۰

عن ابی مُلیکةَ قال: کتبتُ إلی ابن عباس أسألُه أنْ یکتُبَ لی کتابا ویُخفِیَ عنی فقال: ولدٌ ناصحٌ انا أختارُلَهُ الامورَ إختیارًا وأُخفِی عنه قال: فدعا بقضاءِ عَلِیّ رضی اللّٰه عنه. فجعل یکتبُ منه اَشیاءَ ویمُربه الشیُ فیقول واللّٰهِ ماقضٰی بهذا علیٌّ إلّاأنْ یَکُوْنَ ضَلَّ،

ترجمہ

''ابوملیکہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو خط لکھا جس میں آنجناب سے درخواست کی کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیں اور مجھ سے چھپا لیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خیر خواہ لڑکا ہے میں اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے اچھی باتیں منتخب کروں گا اور غیر معتبر باتیں نہیں لکھوں گا راوی نے کہا کہ پھر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے فیصلے منگوائے اور اس میں سے نقل کرنے لگے بعض باتیں جب ان کی نگاہ سے گزرتی تو فرماتے کہ بخدا یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ نہیں ہوسکتا ہے الا یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے ہوں۔''

تشریح: متن حدیث جانچنے کا ایک اور طریقہ

متن حدیث جانچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جو بات جس کے بارے میں کہی جارہی ہے وہ اس کے احوال کے مطابق ہے یا نہیں اگر مطابق و مناسب ہے تو اس کو قبول کیا جائے گا ورنہ رد کر دیا جائے گا اسی کے مطابق حضرت ابوملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ خط لکھا جس میں میں نے یہ درخواست کی کہ مجھے حضرت علیؓ کے فیصلوں کو لکھ دیں اور غیر معتبر باتیں نہ لکھیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے خط پڑھ کر فرمایا کہ یہ بہت سمجھدار لڑکا ہے پھر حضرت ابن عباس نے حضرت علیؓ کے فیصلوں پر نظر کی اور اس کتاب و رجسٹر سے جس میں حضرت علیؓ کے فیصلے نقل کئے گئے تھے بہت سے فیصلوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ نہیں ہوسکتا ہے لوگوں نے ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے اور حضرت علیؓ کی طرف جھوٹی باتیں بہت زیادہ منسوب کی گئی ہیں۔

ابن ابوملیکہ کون ہیں؟

کان قاضیا فی مکة فی زمن ابن الزبیر کان اماماً فقیها فصیحا، اتفق العلماء علی توثیقه وروىٰ عنه ابن جریج ونافع و اللیث بن سعد،

ان کا نام عبداللہ بن ابی ملیکہ قرشی مکی ہے اور حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کے دور حکومت میں مکہ کے قاضی و امام اور فقیہ اور فصیح تھے اور ان کی ثقاہت پر تمام علماء کا اتفاق ہے ابن جریج نافع اور لیث بن سعد وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

ویخفی عنی میں کس چیز کا چھپانے کا حکم ہے؟

اس میں چند احتمالات ہیں (۱) حضرت ابن ابی ملیکہؒ کی مراد اس سے وہ فیصلے ہیں جو جعلی اور الحاقی ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ کے طرز عمل سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی مراد ایسی باتوں کو لکھنے سے پرہیز کرنا ہو جس کے ظاہر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونے سے شیعہ اور خوارج کو قیل وقال کا موقع مل جائے۔

(۳) ان کی مراد ایسی باتوں سے پرہیز کرنا ہو جوان کی استعداد سے زیادہ ہو۔

قوله یمر به الشیئ سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد وہ فیصلے ہیں جو حضرت علیؓ نے نہیں کیئے، بلکہ لوگوں نے ان کے فیصلوں کے ساتھ ملا دئے تاکہ لوگ حضرت علیؓ کے علم سے استفادہ کرنے سے محروم ہو جائیں۔

إلا ان یکون ضل

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا فیصلہ گمراہ آدمی کر سکتا ہے اور حضرت علیؓ کا ہدایت پر ہونا بدیہی اور یقینی ہے لہٰذا یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا یہ عمل قرآنی آیات کے عین موافق ہے۔

کما قال اللّٰه لولا اذ سمعتموه قلتم مایکون لنا ان نتکلم بهذا سبحانک هذا بهتان عظیم.

مسلم صـ۱۲

عن ابراهیمَ قال: قلتُ لابن المبارک یاعبدَالرحمن: الحدیثُ الذی جَاءَ "أنَّ من البر بعد البر أن تُصَلِّي لأبویک مع صلاتک وتصومَ لهما مع صومک" قال: فقال عبدُاللّٰه: یا أباِاسحاقَ، عَمَّنُ هذا؟ قال: قلتُ له: هذا مِنْ حدیثِ شِهَابِ بنِ خِرَاشٍ، فقال ثقةٌ عمن؟ قال: قلت: عن الحجاج بن دینار، قال: ثقةٌ، عمن؟ قال قلتُ: قال رسولُ اللّٰه. صلی اللّٰه علیه وسلم. قال: یا اباِاسحاق إنَّ بین الحَجَّاج بن دینار وبین النبی. صلی اللّٰه علیه وسلم. مَفَاوِزَ تنقطع فیها اَعْنَاقُ المَطِيِّ، ولکن لیس فی الصدقة إختلافٌ.

ترجمہ

"ابراہیم طالقانی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن المبارکؒ سے دریافت کیا، اے ابوعبدالرحمٰن یہ حدیث کیسی ہے؟ کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ اپنے والدین کے لئے روزہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رکھو ابراہیم طالقانی نے کہا، ابن المبارکؒ نے دریافت کیا کہ ابو اسحاق یہ حدیث کس سے مروی ہے؟ طالقانی نے کہا، میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ شہاب ابن خراش کی حدیثوں میں سے ہے پس ابن المبارک نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے وہ کس سے روایت کرتے ہیں، طیالسی نے کہا، وہ حجاج بن دینار سے روایت کرتے ہیں، تو ابن المبارکؒ نے کہا وہ ثقہ ہے وہ کس سے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے کہا کہ وہ کہتے ہے ں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو ابن مبارک نے فرمایا ابو اسحاق، حجاج بن دینار اور نبی کریم ﷺ کے درمیان بیابان ہیں جن کو پار کرتے ہوئے سواریاں ہلاک ہوتی ہیں، مگر صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں۔"

تشریح: رُوات حدیث کی جرح وتعدیل

(مفاوز یہ مفازۃ کی جمع ہے مفازہ کے معنی ایسا جنگل جس میں نہ گھاس ہو نہ پانی ہو نہ آبادی ہو) حدیث کی تحقیق کے لئے اسناد کی تفتیش وتنقید کے علاوہ ایک اور طریقہ محدثین کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایجاد کیا ہے وہ طریقہ روایتوں کے راوی اور رجال کی جرح وتعدیل ہے اور راویوں کی صفات وخصوصیات کو کافی تحقیق سے معلوم کرنا، پھر اس کے مطابق روایت کی نوعیت متعین کرنا ہے چنانچہ حدیث کی قبولیت کے لئے تمام راوی کے ثقہ ہونے کے ساتھ سند کا متصل ہونا بھی ضروری ہے چنانچہ ابن المبارکؒ سے حدیث مذکور کے بارے میں معلوم کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ سند کے تمام راوی اگر چہ ثقہ ہیں مگر سند متصل نہیں ہے اس لئے اس کے ذریعہ مسائل دینیہ میں استدلال نہیں کیا جائے گا۔

مذکورہ حدیث کی سند منقطع ہے

چنانچہ حجاج ابن دینارؒ تبع تابعین ہیں اور ثقہ راوی ہیں اور وہ قال رسول اللہ کہہ کر روایت کرتے ہیں تو ان کے اور حضور ﷺ کے درمیان کم از کم دو واسطے ضرور چھوٹ گئے ہیں۔ ایک تابعی کا واسطہ اور دوسرا صحابی کا واسطہ (اور زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے) عبداللہ ابن المبارک نے اسی واسطے اور فاصلے کو بیان کرنے کے لئے بطور استعارہ مفاوز کا لفظ استعمال کیا ہے کہ انقطاع کثیر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسئلة إيصال الثواب

ایصال ثواب درست ہے یا نہیں درست ہے تو کن عبادتوں کا ثواب اموات کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

معتزلہ:

کہتے ہیں کہ کسی چیز کا ایصال ثواب درست نہیں ہے۔ یہ مذہب اجماع امت کے خلاف ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مذهب الجمهور:

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ دعا اور استغفار اس طرح عبادت مالیہ کا ثواب زندہ کی طرف سے مردہ اور زندہ دونوں کو پہونچایا جا سکتا ہے اس سلسلہ میں قرآنی آیات و احادیث بکثرت ہیں اس لئے عبداللہ ابن المبارکؒ نے کہا لیس في الصدقه اختلاف لیکن عبادت بدنیہ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا باہم اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا مذہب:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان کی ایک روایت کے مطابق کہ مرنے والے کے فرض روزہ کو میت کا ولی یا ولی کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص رکھ دے تو میت کا ذمہ فارغ ہو جائے گا اور میت کو ثوات بھی ملے گا اس کے علاوہ کسی قسم کا روزہ اور کسی قسم کی نماز کا ثواب میت کو حاصل نہیں ہوگا اسی طرح قرأتِ قرآن کا ثواب پہونچانا چاہے تو میت کو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

حنفیہ کا مذہب:

احناب فرماتے ہیں کہ عبادت مالیہ و بدنیہ سب کا ثواب میت کو پہونچایا جا سکتا ہے البتہ عبادت بدنیہ میں میت کا فرض روزہ اور فرض نماز کو روزہ اور نماز کے ذریعہ سے ساقط نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ فدیہ طعام سے اس کے ذمہ کو بری کیا جا سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شوافع کے دلائل

(۱)من مات وعليه صيام صام عنه وليه یہ دلیل فرض روزہ کے بارے میں ہے۔

(۲)حدیث ابن عباس: لو كان على أبيك دين أكنت قاضيه قال نعم فدين الله احق ان يقضى،

حنفیہ کے دلائل

(۱) حديث ابن عمر: من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا، (۲) حضرت عائشہ کا فتوی ان أمي توفيت وعليها صيام رمضان ان يصلح ان اصوم عنها فقالت: لا ولكن تصدقي عنها مكان كل يوم على مسكين خير من صيامك (۳) حضرت ابن عباس کا فتوی ہے قال: لا يصلي احد عن احد ولا يصوم احد عن احد ولكن ليطعم عنه مكان كل يوم مدامن الحنطة.

مسلم ص۱۱، ۱۲

عن بن سيرينَ قال: لم يكُونوا يسئلُون عَنِ الإسنادِ فلما وقعتُ الفِتنَةُ قالوا: سمُوّا لَنا رِجَالَكم، فيُنظَرُ إلى أهل السنة فيُوخَذُ حديثهم ويُنظَرُ الى أهل البدَع فلا يوخذ حديثهم.

عن عبدالله بن المبارك قال: الاسنادُ من الدِّينِ، ولولا الاسنادُ لقال من شاء ماشاء. و عن عبدالله يقول: بيننا وبين القومِ القوَائِمُ يَعْنِي الإسنادَ.

ترجمہ

ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ سلف وصالحین حدیث بیان کرنے والوں سے سند معلوم نہیں کرتے تھے مگر جب فتنہ رونما ہوا تو انہوں نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ اپنی سند بیان کرو تا کہ اہل سنت راوی دیکھے جائیں اور ان کی حدیث قبول کی جائے اور فرق باطلہ کے لوگ دیکھے جائیں اور ان کی حدیث نہ لی جائے۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ اسناد دین میں سے ہے اگر سناد نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہے کہتا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان پائے ہیں وہ اسناد کو مراد لے رہے ہیں۔

ابن سیرینؒ کے مقولہ کا مطلب:

ابن سیرینؒ کا قول کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام ایک دوسرے کو متہم نہیں کرتے تھے ایک دوسرے کی حدیث پر اعتماد کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف خروج کرنے والے مفسدوں خاص طور سے ابن سبا اور اس کے متبعین نے جھوٹی حدیثیں لوگوں میں پھیلانی شروع کردیں، پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی میں حضرت علیؓ کی فوج میں کھلے ملے رہے اور بے سروپا حدیثیں پھیلاتا رہے خود حضرت علیؓ کے ان رفقاء کے درمیان عجیب وغریب حال ہو گیا تھا ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ امام برحق کے مقابلہ میں مخالف جماعت کیسے کامیاب ہو گئی۔ مفسدین نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی حدیثیں پھیلانا شروع کیں پھر مختار ثقفی نے بھی خوب تراشیدہ روایتیں بیان کیا اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اسناد کی تحقیق وتفتیش کرنے کا محدثین کے قلوب میں الہام کیا اور اس وقت سے ہر حدیث کی اسناد کو معلوم کیا جانے لگا اور اس کے ساتھ اس کی تنقید وتحقیق اور راویوں کے ثقہ وغیرہ ثقہ ہونے سے بحث شروع ہو گئی اور صحیح سند کو قبول کر لیا جاتا اور غیر صحیح کو رد کر دیا جاتا اسی لئے ابن سیرینؒ نے کہا کہ سلف صالحین حدیث بیان کرنے والوں سے اسناد نہیں معلوم کرتے تھے، مگر جب فتنہ رونما ہوا تو انہوں نے حدیث بیان کرنے والوں سے سند معلوم کرنا شروع کیا کہ اپنی سند بیان کرو تا کہ اہل سنت کی روایت قبول کی جائے اور اہل بدعت کی روایت رد کر دی جائیگی۔

فلما وقعت الفتنة

اس فتنہ سے مراد حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کا فتنہ ہو یا حضرت علی رضی اللہ کے زمانے کا فتنہ یا مختار ثقفی کے دور میں جو فتنہ پیدا ہوا وہ مراد ہو، تینوں کا احتمال ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولہ الاسناد من الدین:

عبداللہ بن المبارکؒ کا قول الاسناد من الدین کا مطلب یہ ہے کہ اسناد دین میں سے ہے اسناد کو دین اس لئے کہا کہ اس کے ذریعہ روایت کی حیثیت متعین ہوتی ہے اور سند کی اہمیت کو دوسرے لوگوں نے بھی بیان کیا ہے مسلمانوں نے حدیث کی تحقیق و تفتیش کے لئے صرف اسناد ہی استعمال نہیں کیا بلکہ اس کے لئے پختہ اصول وضوابط بنائے اس کو درجہ کمال تک پہونچا دیا اس کے لئے اسماء الرجال کا مستقل ایک فن ایجاد کیا اور اس کے ذریعہ تقریباً پانچ لاکھ انسانوں کے حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز و قاصر رہی۔

قولہ بیننا وبین القوم

حدیث کو جانور یا مکان سے تشبیہ دیا کہ جس طرح جانور کا کھڑا ہونا بغیر پیر کے یا مکان کا قیام بغیر ستون کے ممکن نہیں ہوتا اسی طرح حدیث کا قیام بغیر اسناد کے نہیں ہوسکتا ہے حدیث کی سند ہو تو قابل قبول ہے ورنہ نہیں، القوم سے مراد یا تو صحابہ ہیں کہ صحابہ کی طرف کوئی بات منسوب کی جائے تو اگر اس کی سند ہے تو قابل قبول ہے ورنہ نہیں ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ قوم سے مراد خصوم (فریق مخالف) ہوں یہ لوگ اگر اپنے استدلال میں کوئی حدیث بغیر اسناد کے پیش کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مسلم ص ۱۳

وحدثنی بشر بن الحَکَمِ العَبَدِیُّ قال: سمعتُ سفیانَ یقول. اخبرُونی عن ابی عقیل صاحب بُهَیَّةَ أَنَّ إبْنًا لعبدِاللّٰه بن عمرَ سألوا ہ عن شیئٍ لم یکن عنده فیه عِلمٌ فقال له یحی بن سعید واللّٰهِ إِنِّیْ لأُعْظِمُ ان یکون مثلُکِ وانتَ ابْنُ إمَامَیِ الهُدیٰ یعنی عُمَرَ و ابنَ عُمَرَ تُسألُ عن امر لیس عندک فیه عِلْمٌ، فقال: اَعْظَمُ من ذلک واللّٰهِ عند اللّٰه وعند من عَقَلَ عن اللّٰه أن اقول بغیر علم او اُخْبِرَ عن غیر ثقة قال وشَهِدَ هما ابو عقیلِ یَحْییٰ بنُ الْمُتَوَکِّلِ حینَ قَالَا ذلک،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ:

''بشر بن حکم عبدی نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے صاحب بہیہ کے تلمیذ ابو عقل سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے ایک فرزند سے لوگوں نے کوئی بات معلوم کی، ان کے پاس اس بات میں کوئی علم نہیں تھا، تو یحییٰ بن سعید نے کہا کہ بخدا مجھ پر یہ بات شاق گذری کہ آپ جیسے سے جو دین کے دو پیشواؤں کے صاحبزادے ہیں یحییٰ کی مراد دو پیشواؤں سے حضرت عمر اور عبداللہؓ ابن عمر ہیں کوئی بات معلوم کیا جائے اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں کوئی علم نہ ہو، قاسم نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ گراں بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس شخص کے نزدیک جسے دین کا علم حاصل ہے یہ ہے کہ میں بغیر علم کے کوئی بات کہوں یا غیر معتبر شخص سے روایت کروں، سفیان کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت ابو عقیل یحییٰ بن المتوکل ان دونوں کے پاس موجود تھے۔''

تشریح: غیر ثقہ سے روایت کرنے کی قباحت:

غیر ثقہ لوگوں سے روایت نہ کی جائے چنانچہ حضرت قاسم (بن عبداللہ عن عمر بن الخطاب) فرماتے ہیں کہ غیر ثقہ راوی سے روایت کرنا علماء کے نزدیک نہایت قبیح ہے اس ارشاد سے راوی کی عدالت کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔

اعتراض: اس روایت میں حضرت قاسم کو عمر و ابن عمرؓ کا بیٹا کہا گیا ہے جبکہ پہلی روایت میں حضرت قاسم کو ابو بکر و عمرؓ کا بیٹا کہا گیا اور دونوں کے درمیان تعارض ہو گیا۔

جواب: دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ دونوں باتیں صحیح ہیں اس لئے کہ حضرت قاسم ددھیال سے عمری ہے اور ننہال سے صدیقی ہیں۔

مذکورہ روایت پر دو اعتراض

(ا) مذکورہ روایت میں ابو عقیل یحییٰ بن متوکل ضعیف راوی ہے امام مسلمؒ اس کی روایت کیوں لائے۔

جواب: امام نوویؒ شارح مسلم نے اس کا جواب دیا کہ ان پر جو جرح کی گئی ہے وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مفسر نہیں ہے اور جرح مفسر سے راوی ضعیف ہوتا ہے نہ کہ جرح مبہم سے۔

(۲) ابو عقیل کی سند میں انقطاع اور جہالت ہے کیوں کہ جن لوگوں نے ابن عیینہ سے یہ واقعہ بیان کیا ہے ان کا نام و حال معلوم نہیں۔

جواب: امام نوویؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ روایت کو بطور متابعت و استشہاد کے ذکر کیا ہے۔

دونوں اعتراض کا صحیح جواب

دونوں اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے اصل کتاب میں ان شرائط کا لحاظ کیا ہے مقدمہ میں وہ شرائط ملحوظ نہیں ہیں۔

مسلم ص ۱۴

سمعتُ عبدَاللّٰه بنَ عُثمانَ بنِ جَبَلَةَ يقول: قلتُ لعبداللّٰه بن المبارك مَنْ هذا الرجلُ الذى رَوَيْتَ عَنْهُ حديثَ عبداللّٰه بن عمرو "يومُ الفطرِ يومُ الجَوَائِزِ" قال سليمان بن الحجاج قلت أُنْظُرماَ وضعتَ في يدِكَ منه وعن سفيان قال: قال عبداللّٰه يعنى ابنَ المباركِ رأيتُ روح إبنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدمِ قَدْرِ الدِرْهَمِ وجلستُ إليه مجلسا، فجعلتُ أَسْتَحْيِيْ مِنْ أصحَابِى اَنْ يَرَوْنِى جَالسامَعَه كُرْهَ حَدِيْثِهِ:

ترجمہ

عبداللہ بن عثمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن المبارکؒ سے پوچھا کہ وہ کون راوی ہے جس سے آپ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی یہ حدیث کہ عید الفطر کا دن انعامات پائے جانے کا دن ہے روایت کرتے ہیں؟ ابن المبارک نے کہا کہ وہ سلیمان ابن الحجاج ہے میں نے کہا آپ دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں اس شخص سے کیا چیز دھرلی ہے۔

سفیان سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ابن المبارکؒ فرمایا کہ میں نے بقدر درہم خون والے روح ابن غطیف کو دیکھا ہے اور اس کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوں پس میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اپنے تلامذہ سے شرمانے لگا اس بات سے کہ وہ مجھے اس کے ساتھ بیٹھا دیکھ لیں اس کی حدیث کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

مطلب: جرح راوی کے جواز:

اس روایت سے امام مسلم کا مقصد جرح راوی کے جواز کو ثابت کرنا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ''یوم الفطر یوم الجزائر'' کی روایت ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی سند میں سلیمان بن الحجاج ہے وہ ضعیف راوی ہے۔

قوله انظر ماوضعت فی یدک

اس لفظ کے ذریعہ سلیمان بن الحجاج کی مدح وثنا مقصود ہے یا اس کے ضعیف ہونے کو بیان کرنا ہے؟ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے ذریعہ سلیمان کی مدح وثنا مقصود ہے لیکن امام مسلم مثالوں کے ذریعہ ائمہ حدیث کی جرح کو بیان کررہے ہیں اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی مدح وثنا نہ ہو بلکہ اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہو۔

فائدہ

لسان المیزان میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مقدمۂ مسلم سے یہ روایت پوری نقل کی ہے لیکن وہ روایت مقدمہ مسلم کی عبارت سے دو جگہ مختلف ہے (۱) ایک تو اس میں عبداللہ بن عمرو کا نام نہیں ہے (۲) دوسرا انظر سے پہلے قلت ہے جس سے معلوم ہوا کہ انظر ماوضعت کا قائل عبداللہ بن المبارکؒ کے شاگرد عبد بن عثمانؒ ہیں اور وضعت واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔

قوله یوم الفطر یوم الجوائز

اس سے امام مسلمؒ کا مقصد اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا ہے اس لئے اس کی سند میں ایک راوی سلیمان بن الحجاج ہے وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے یہ روایت یہاں مختصر ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"اذا كان يوم الفطر وقفت الملائكة على افواه الطرق، ونادت يامعشر المسلمين ! اغدوا الى رب رحيم! يامر بالخير، ويثيب عليه الجزيل، امركم فصمتم واطعمتم ربک، فاقبلوا جوائزكم، فاذا صلوا العيد نادى منادٍ من السماء إرجعوا الى منازلكم راشدين فقد غفرت ذنوبكم كلها، ويسمى ذالک اليوم يوم الجوائز.

غیبت کی تعریف

خطیب بغدادیؒ نے اس کی تعریف یوں کی"الغيبة عبارة عن كشف العيب لمجرد التوهين و التنقيص غير احتياج إليها" بلاضرورت محض توہین و تنقیص کے لئے کسی کا عیب ظاہر کرنا غیبت ہے۔

جرح راوی غیبت ہے یا نہیں؟

جرح راوی غیبت نہیں ہے بلکہ نصیحت ہے چنانچہ ایک مرتبہ امام احمدؒ نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا کہ فلاں راوی ضعیف ہے تو ابوتراب نے امام احمدؒ سے کہا: حضرت والا علماء کی غیبت مت کیجئے! تو امام احمدؒ نے کہا: ابوتراب یہ غیبت نہیں ہے بلکہ نصیحت ہے، ورنہ غیبت تو بلاضرورت شرعی حرام ہے۔

روح بن غطیف

اس سے امام مسلمؒ کا مقصد روح بن غطیف پر جرح ثابت کرنا ہے اس لئے کہ وہ منکر الحدیث ساقط الاعتبار اور حدیثیں گھڑنے والا راوی ہے۔

حدیث: تعاد الصلاة من قدر الدرهم من الدم، اس نے گھڑی ہے۔

صاحب الدم قدر الدرہم

یہ جملہ امام مسلمؒ نے روح بن غطیف کے تعارف کے لئے نقل کیا ہے وہ روح بن غطیف جو اس حدیث کا ناقل ہے اس کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر للبخاری میں نقل کیا ہے اور فرمایا هو حديث باطل لا اصل له وقال النسائى هو متروك الحديث وقال الدار قطني: هو منكر الحديث.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ ۱۵

عن عاصمٍ قال: كُنَّا نَأْتِي أَبَا عبدِ الرحمنِ السُّلَمِيَّ ونحن غِلْمَةٌ أَيْفَاعٌ فكان يقول لنا: لا تُجَالِسُوا القُصَّاصَ غيرَ أَبِي الأَحْوَصِ! وَإِيَّاكُمْ وشقيقًا. قال: كان شقيق هذا يرى رأيَ الخوارج وليس بأبي وائل.

ترجمہ: عاصم کہتے ہیں: کہ ہم حضرت عبدالرحمٰن السلمی کے پاس جایا کرتے تھ جب کہ ہم نوجوان لڑکے تھے، پس وہ ہم سے فرمایا کرتے تھے: کہ واعظوں کے پاس نہ بیٹھا کرو! البتہ ابوالاحوص عوف بن مالک اس سے مستثنی ہیں، اور شقیق سے بچا کرو، عاصم کہتے ہیں: کہ شقیق خارجیوں کے عقیدہ رکھتا ہے، اور یہ وہ شقیق نہیں جو ابو وائل ہے۔

تشریح: واعظین کی حدیثوں کا اعتبار نہیں

محدثین کے نزدیک صوفیا کی طرح پیشہ ور واعظوں کی حدیثوں کا بھی زیادہ اعتبار نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طبقہ اپنی چند کمزوریوں کی وجہ سے عام طور پر غیر معتبر حدیثین بیان کرتا ہے اس طبقہ کی سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ ایسی تقریر ہو کہ مجمع جھوم جائے، ظاہر ہے کہ یہ مقصد معروف مضامین بیان کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا؛ اس لیے ان لوگوں کو عجیب وغریب تر باتیں گھڑنی پڑتی ہیں یا دوسروں کی گھڑی ہوئی سنانی پڑتی ہیں، اسی طرح یہ طبقہ علم میں پختہ بھی نہیں ہوتا؛ اس لیے بہت سی کمزور بلکہ غلط باتیں بیان کردیتا ہے اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فن حدیث کی مہارت ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی اور وعظ میں حدیثیں بیان کرنا وہ اپنی موروثی حق سمجھتے ہیں؛ اس لیے جو بھی حدیث سامنے آجاتی ہے اسے بیان کرنا شروع کردیتے ہیں اسی وجہ سے ائمہ جرح وتعدیل نے واعظوں کی حدیث کو غیر معتبر قرار دیا ہے مگر بالکلیہ نہیں ہے بعض حضرات اس سے مستثنی بھی ہیں۔

قولہ "ولیس بأبی وائل"

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شقیق نام کے دو شخص ہیں (۱) ابوعبدالرحیم شقیق ضبی کوفی جو خارجیوں کا عقیدہ رکھتا ہے عبارت میں شقیق سے یہی مراد ہے، (۲) ابووائل شقیق ابن سلمۃ اسدی جو کبار تابعین میں سے ہیں اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کے خاص شاگرد ہیں اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث شریف کے مضبوط راوی ہیں۔ ولیس بأبی وائل کی عبارت سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں وہ شقیق مراد نہیں ہے جن کی کنیت ابو وائل ہے۔

قولہ "ولا تجالسوا" جالس یجالس مجالسة کے لغوی معنی ہیں کسی کی صحبت میں بیٹھنا اور اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ کہ روایات حاصل کرنے کے لیے کسی کی صحبت میں جانا۔

غلمة : یہ غلام کی جمع ہے اس کے معنی نوجوان کے ہیں۔

أیفاع: یہ یفع کی جمع ہے اس کے معنی قریب البلوغ کے ہیں۔

القصاص : یہ القاص کی جمع ہے جس کے معنی قصہ گو، واعظ۔

مسلم صـ ۱۵

عن سفیان قال: سمعتُ رجلاً سأل جابراً عن قوله تعالیٰ "فلن أبرح الأرض حتی یأذَنَ لی أبی، اویحکُمَ اللّٰه لی وهو خیرا الحاکمین"، قال: قال جابر لم یَجِیُ تاویلُ هذه، قال سفیان: و کَذَبَ.

ترجمہ

"سفیان بن عینہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا جس نے جابر جعفی سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا "فلن ابرح الارض الخ اس نے کہا کہ جابر نے جواب دیا کہ ابھی تک اس آیت کا مصداق ظاہر نہیں ہوا ہے سفیان نے کہا کہ جابر نے جھوٹ کہا۔

آیت کریمہ کی صحیح تفسیر

اہل سنت والجماعت کے نزدیک آیت کی تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت برادران یوسف کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بنیامین کو گرفتار کرلیا گیا تو تمام بھائیوں نے ایک طرف بیٹھ کر مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے پھر اکثریت کی رائے یہ ہوئی کہ مجبوری ہے سب کو گھر واپس چلنا چاہیے مگران سب میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کہ تم سب کے سب واپس چلنے کی صلاح کررہے ہو کیا تم کو معلوم نہیں ہے تمہارے باپ تم سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خدا کی قسم کھا کر عہد و پیمان لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر چکے ہو، سو میں تو اس وقت تک اس زمین سے نہیں ٹلتا ہو، جب تک میرے باپ مجھ کو جانے کی اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دیں وہی بہترین سلجھانے والا ہے۔ (معارف القرآن ص ۱۲۱ ج ۵)

جابر جعفی کی فاسد تفسیر

جابر جعفی ایمان بالرجعت کا اعتقاد رکھتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ اولاد علیؓ میں سے جو کوئی خلافت کا دعویٰ کرے گا ان میں سے ہر ایک کا ساتھ نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کا ساتھ دیا جائے گا جس کے بارے میں حضرت علی بادل سے آواز دیں گے کہ اس کے ساتھ نکلو، تو ساتھ دیا جائے گا اور ان لوگوں کو اعتقاد ہے کہ حضرت علی بادل میں ہیں، اصل میں طلحہ بن عبید اللہ کی ایک روایت ہے ظہور مہدی کے بارے میں "ینادی مناد من السماء ان امیرکم فلان" اس کا بھی یہی مطلب بیان کرتا تھا کہ لن ابرح کا متکلم امام مہدی ہے جناب مہدی فرمائیں گے کہ میں میدان میں نہیں آؤں گا جب تک میرے والد حضرت علیؓ اجازت نہ دیں گے اور اعلان نہ کریں ان کے امام مہدی "سرمن رای" میں چھپے ہوئے ہیں جب حضرت علیؓ اجازت دیں گے تو وہ نکلیں گے اسی کو جابر جعفی کہتا ہے لم یجی تاویل ہذہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ وہ اس تفسیر میں جھوٹا ہے یہ آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ تحریف ہے۔

جابر کون ہے؟

وہ جابر بن یزید جعفی ہے اس کی توثیق و تضعیف کے بارے میں علما کی رائیں مختلف ہیں:

قال ابن المعین هو كذاب وقال ابو حنيفة مارأيت اكذب من جابر الجعفى

اور اس کی توثیق کے بارے میں

قال وكيع لولا جابر لكان اهل الكوفه بغير حديث، وقال سفيان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مارأیت اورع منه فی الحدیث.

مسلم ص ۱۶

حدثنی أحمد بن إبراهیم الدَّوْرَقِیُّ ..... عن حماد بن زید قال : ذَکَرَ أیوبُ رجلًا یوما فقال: لم یکن بمستقیمِ اللّسان وَذَکَرَ آخرَ فقال: هو یزیدُ فی الرَّقَمِ.

ترجمہ: حماد کہتے ہیں: کہ ایوب سختیانی نے ایک دن ایک شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ وہ درست زبان نہیں تھا، اور ایک دوسرے شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ وہ قیمت بڑھایا کرتا تھا۔

تشریح: اس عبارت سے امام مسلم کا مقصد طلبہ کو جرح کا انداز سمجھانا ہے، اور اس کے لیے مجروح کا نام معلوم ہونا ضروری نہیں ہے امام مسلم کا مقصد ضعیف رواۃ کی معرفت نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کے لیے تو بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

قولہ ''یزید فی الرقم''

یزید فی الرقم کے اصلی معنی ہیں چیزوں پر پڑی ہوئی قیمتوں میں تغیر کر دینا، اور گاہکوں کو دھوکہ دے کر قیمت وصول کرنا، پھر بطور کنایہ یا بطور مجاز متعارف اس کے معنی ہوئے لگے حدیثوں میں جھوٹ بولنا اور اساتذہ سے لکھی ہوئی حدیثوں میں اپنی طرف سے بڑھا دینا اور شاگردوں کو دھوکہ دے کر اپنی موضوعات چلا دینا۔

قولہ ''الدورقی'' اس نسبت کے معنی کے بارے میں اختلاف ہے (۱) احمد بن ابراہیم کے والد عابد تھے اور اس زمانہ میں عابد کو دورقیا کہا جاتا تھا اسی کی طرف نسبت کر کے ان کو دورقی کہا جاتا ہے یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے (۲) دورق کے معنی لمبی ٹوپی کے ہیں اسی کی طرف نسبت کر کے ان کو دورقی کہا جاتا ہے (۳) دورق ملک فارس میں ایک شہر ہے اس شہر کی طرف نسبت کر کے ان کو دورقی کہا جاتا ہے۔

(شرح نووی ۱۶/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۱۶

قال همام: قدِمَ علينا ابو داؤد الأعمى، فجعل يقول ثنا البراءُ وثنا يزيدُ بنُ ارقمَ فذكرنا ذلك لِقتادةَ فقال كَذَبَ ما سَمِعَ منهم انما كان ذلك سائِلاً يَتَكَفَّفُ الناسَ زَمَنَ طاعون الجَارِفِ.

ترجمہ

''ہمام کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ابوداؤد اعمی آیا پس اس نے کہنا شروع کیا کہ ہم سے براء اور یزید بن ارقم نے حدیث بیان کی چنانچہ ہم نے قتادہ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے ان حضرات سے حدیث نہیں سنی ہے وہ تو طاعون الجارف کے زمانے میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگا کرتا تھا۔''

تشریح:

ابوداؤد اس کا نام نقیع بن الحارث الاعمی ہے ابوحاتم نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے اور یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے اس کو ضعیف کہا ہے عمرو بن علی نے اس کو متروک الحدیث کہا ہے، حسن بصری، سعید بن المسیب ؒ عمر میں ابوداؤد الاعمی سے بڑے ہیں یہ دونوں حضرات شروع ہی سے علم حدیث میں مشغول ہوگئے یہ لوگ کسی بدری صحابی سے بالمشافہ روایت نہیں کرتے ہیں، سعید بن المسیب نے صرف مالک بن انس ؓ سے روایت کیا ہے ابوداؤد الاعمی عمر میں بھی ان سے چھوٹا ہے شروع میں علم حدیث میں اس کو اشتغال بھی نہ تھا، طاعون جارف میں بھیک مانگا کرتا تھا پھر وہ کس طرح اٹھارہ صحابی سے براہ راست حدیث سن سکتا ہے اور روایت کرسکتا ہے یقیناً وہ اس دعوے میں کاذب ہے۔

جارف اور طاعون کے معنیٰ

جارف اسم فاعل کا صیغہ ہے اور باب نصر ینصر سے جرف الشئی، کل یا اکثر حصہ کو لیجانا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طاعون: ایک وبائی بیماری ہے جس میں دنبل، پھنسی بدن کے نازک مقامات پر خاص طور سے کان کے نیچے سوزش کے ظاہر ہوتی ہے اور اس کے ساتھ قے وغیرہ ہوتی ہے طاعون جارف ایسا طاعون ہے جس میں بیشتر لوگ مر جائے۔

طاعون جارف کی تعیین

طاعون جارف تباہ کن طاعون یہ کئی مرتبہ ہوا ہے پہلی صدی میں ایسی وبائیں آئی ہیں مگر حضرت ابوقتادہ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی ہے اس لئے اس کے بعد کی کوئی وبا روایت میں مراد ہے چنانچہ اس کے بعد مختلف اوقات میں جو طاعون جارف ہوا اس میں ایک طاعون جارف ۶۷ھ میں اور ایک ۸۷ھ میں تھا۔ ۶۷ھ کا طاعون مراد لیا جا سکتا ہے جبکہ ۸۷ھ کا طاعون مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

مسلم ص ۱۸

عن الحسن الحلواني قال. سمعتُ يزيدَ بْنَ هارُوْنَ وذكر زيادَ بْنَ مَيمُوْن. فقال: حَلَفْتُ ان لااروِيَ عنه شيئا ولا عن خالد بن محدوج وقال: لقيتُ زيادَ بْنَ ميمون فسألتُه عن حديث فحدثني به عن بَكْرِ ن المزنِيّ ثم عدتُ إليه فحدثني به عن مورق ثم عدتُ اليه فحدثني به عن الحسن وكان ينسِبُهما إلىٰ الكِذْب. قال الحلواني : سمعتُ عبدَالصمد وذكرتُ عنده زيادَ بْنَ ميمون فَنَسَبَه الى الكِذْبِ.

ترجمہ

”حسن حلوانی نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون سے سنا اور یزید بن ہارون نے زیاد بن میمون کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے روایت نہیں کروں گا اور نہ خالد بن محدوج سے اور یزید ابن ہارون نے کہا کہ میری زیاد بن میمون سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے ایک حدیث پوچھی پس اس نے وہ حدیث بکر بن المزنی سے روایت کر کے مجھ سے بیان کی پھر میں دوبارہ اس سے ملا تو اس نے وہ حدیث مورق سے روایت کر کے بیان کی پھر میں تیسری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باراس سے ملا تو وہی حدیث اس نے حسن بصری سے روایت کرکے سنائی، حلوانی کہتے ہیں کہ یزیدان دونوں (زیاد و خالد) کو جھوٹ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

حلوانی نے کہا کہ میں نے عبدالصمد سے سنا جس وقت میں نے ان کے سامنے زیاد بن میمون کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بھی اس کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا۔"

تشریح

خالد بن محدوج کو امام نسائیؒ نے ضعیف قرار دیا اور یزید بن ہارونؒ نے اس کو کاذب کہا ہے اور اس کے کذب پر ایک واقعہ سے استدلال کیا کہ میں نے اس سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا تو اس نے اس حدیث کو بکر مزنی کے واسطہ سے روایت کیا پھر اسی حدیث کو دوبارہ پوچھا تو حسن بصری سے روایت کرکے بیان کیا پھر تیسری بار پوچھا تو مورق کے واسطہ سے روایت بیان کیا، چنانچہ یزید بن ہارون نے زیاد بن میمون پر کذب کا حکم لگایا ہے اس لئے کہ اس نے ایک مرتبہ ایک کے واسطے سے پھر وہی حدیث دوسری بار دوسرے واسطے سے روایت کرتا ہے۔

کیا ایک ہی حدیث کو مختلف اشخاص سے بیان کرنا دلیل کذب ہے؟

احتمالِ عقلی کے طور پر یہ ممکن ہے کہ یہ حدیث زیاد بن میمون نے ان تینوں حضرات سے سنی ہو جس کی وجہ سے کبھی کسی کا واسطہ اور کبھی کسی کا واسطہ دے کر بیان کیا لیکن یزید بن ہارون کے پاس دیگر قرائن بھی ہوں گے جس کی بنا پر کذب کی طرف منسوب کیا ہے۔

(فائدہ)

ابن رجب حنبلیؒ نے اس بارے میں ایک قاعدہ بیان کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "اختلاف الرجل الواحد فی اسناد ان کان متهما فانه ینسب الی الکذب وإن کان سیئ الحفظ ینسب به الی الاضطراب وعدم الضبط، وانما یحتمل مثل ذلک ممن کثر حدیثه وقوی حفظه کالزهری" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سند میں اختلاف کرنے والا شخص متہم ہے تو اس کا اختلافِ سند کذب کی دلیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور اگر وہ سیئ الحفظ ہے تو اس کا اختلافِ سند اضطراب یا عدم ضبط کی دلیل ہے۔

اگر کوئی ایسا شخص ہے جو بکثرت حدیث روایت کرتا ہے اور قوی الحفظ ہے تو اس کا اختلافِ سند کذب کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ زہری شیبہ وغیرہما۔

مسلم صـ۱۸

عن شبابة قال: كان عبدالقدوس يحدثنا فيقول سُوَيْدُ بنُ عَقَلَةَ قال شبابةُ: وسمعتُ عبدَالقُدُّوسِ يقول: نهى رَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أَنْ يُتَّخذَ الرَّوْحُ عَرْضًا قال قيل له: أَيُّ شَيْئٍ هذا قال يَعْنِيْ يَتَّخذُ كُوَّةً فِي حَائِطٍ لِيَدْخلَ عليه الرَّوْحُ.

ترجمہ

''شبابہ کہتے ہیں کہ عبدالقدوس ہم سے حدیث بیان کرتا تھا تو سوید بن عقلہ (غفلہ کی جگہ) کہتا تھا کہ شبابہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالقدوس کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا (نہی رسول اللہ الخ) کہ آپ ﷺ نے ہوا کو عرض میں لینے سے منع کیا شبابہ نے کہا کہ اس سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو اس نے کہا مطلب یہ ہے کہ دیوار میں روشن دان بنایا جائے تا کہ ہوا داخل ہو جائے۔

تصحیف کی وضاحت:

عبدالقدوس انتہائی ضعیف اور مغفل راوی ہے ان کی حدیث کے ترک پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اس جگہ اس کی تصحیف اور اختلال وضبط وعبارت کا بیان ہے کہ اس نے سند ومتن دونوں میں تصحیف کی ہے۔

تصحیف سند:

یہ ہے کہ اس نے سند میں غلطی کی ہے کہ اصل راوی کا نام سوید بن غفلہ غین وفاء دونوں کے فتحہ کے ساتھ ہے اس نے غین کو عین سے اور فاء کو قاف سے بدل دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تصحیف متن:

یہ ہے کہ حدیث میں ''الروح'' راء کے ضمہ کے ساتھ ہے جان کے معنی میں ہے، راوی عبدالقدوس نے اس کو روح، راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے جو ہوا کے معنی میں ہے اور ''غرض'' غین کے فتحہ کے ساتھ نشانہ کے معنی میں ہے اور راوی نے اس کو عرضا عین کے ساتھ پڑھا ہے جو چوڑائی کے معنی میں ہے۔

حدیث کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی جاندار کو نشانہ بنا کر مارنے سے منع کیا ہے تصحیف کے بعد حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دیوار میں ہوا کے آنے جانے کے لئے روشن دان بنانے سے منع کیا ہے۔

مسلم صـ۱۸

عن علی بن مسهر قال: سمعتُ انا وحمزةُ الزَّيَّاتُ مِنْ اَبَانَ بن ابِى عياشٍ نَحواً من الفِ حديثٍ: قال علی: فلقيتُ حمزةَ فأَخْبَرَنِىُ انه راى النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم فى المنام فعَرَضَ عليه مَاسَمِعَ من ابانَ فَما عَرَفَ مِنْهَا إلا شيئاً يَسِيْراً خمسةً او ستةً.

ترجمہ

''علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں اور حمزہ الزیات نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار حدیثیں سنیں علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تو حضور کے سامنے ان تمام روایتوں کو پیش کیا جو ابان سے سنا تو آپؐ نے ان کی تصدیق نہیں فرمائی مگر تھوڑی سے احادیث پانچ یا چھ۔''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح

علی بن مسہر اور حمزہ زیات دونوں نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار حدیثیں سنیں تو ایک مرتبہ حمزہ زیات نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اَبان کی حدیثوں کو حضور کے سامنے پیش کیا تو حضور نے فرمایا کہ ان میں سے پانچ یا چھ حدیثیں میری ہیں باقی حدیثیں میری نہیں ہیں لہٰذا اس سے ابان بن ابی عیاش کے جھوٹے اور ضعیف ہونے کی تائید حاصل ہوئی ہے۔

اعتراض

ابان بن ابی عیاش کی اس جرح پر اعتراض کیا گیا ہے کہ خواب حجت شرعی نہیں ہے تو اس خواب سے ابان بن ابی عیاش کا جھوٹا ہونا اور ضعیف ہونا کیسا ثابت ہوگا؟

جواب

بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ عام خواب حجت نہیں ہے مگر حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا حکم اور ہے، کیونکہ شیطان حضور کی صورت اختیار نہیں کرسکتا ہے لیکن یہ جواب انتہائی ضعیف ہے۔

الجواب الصحیح

صحیح جواب یہ ہے کہ ابان بن ابی عیاش کا ضعیف اور جھوٹا ہونا، ان حضرات کے نزدیک دیگر قرائن ودلائل سے ثابت ہے یہاں خواب کو تائید کے لئے پیش کیا ہے اس لئے کہ خواب کے ذریعہ کسی غیر ثابت شدہ چیز کو ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ خواب حجت شرعی نہیں ہے چنانچہ حدیث: ''من رانی فی المنام فقد رانی'' میں محض اس بات کی ضمانت ہے کہ خواب دیکھنے والا نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا ہے کسی دوسرے کو نہیں دیکھ رہا ہے اور خواب کی حالت میں جو باتیں آپ ﷺ سے سن رہا ہے ان باتوں کی اس حدیث میں کوئی ضمانت نہیں ہے اس لئے خواب کی بات سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے ہاں جس چیز کا وجوب یا حرمت یا استحباب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے سے ثابت ہے اور خواب میں اس کے مطابق حکم دیا جارہا ہے تو تائید کے طور پر اس خواب کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسلم صـ۱۹

قال بعض اصحاب عبدالله: قال ابن المبارك: نِعْمَ الرجلُ بَقِيَّةُ لَوْلَا أنه يَكْنِي الأَسَامِيَ وَيُسَمِّي الكُنٰى كان دَهْرًا يُحَدِّثُنَا عن ابى سعيدٍ الوُحَاظِيِّ فنظرْنَا فاذا هو عبدُالقدوس.

ترجمہ

''عبداللہ بن المبارک کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ بقیہ اچھے آدمی تھے اگر وہ ناموں کو کنیت سے اور کنیت کو ناموں سے بدلا نہ کرتے، وہ ایک مدت تک ابوسعید وحاظی کے واسطے سے ہم سے حدیثیں بیان کرتے رہے جب ہم نے غور کیا تو وہ عبدالقدوس نکلا۔''

تشریح:

بقیہ بن الولید کے بارے میں عبداللہ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ وہ صدوق اللسان ہے مگر وہ معتبر و غیر معتبر سبھی سے روایت نقل کرتا ہے اور جو شخص نام سے مشہور ہے بقیۃ ابن الولید روایت کرتے وقت اس کے نام کے بجائے کنیت ذکر کرتا ہے اور جو شخص کنیت سے مشہور ہے بقیۃ ابن الولید روایت کرتے وقت اس کی کنیت کے بجائے نام ذکر کرتا ہے جس سے سننے والے کو دھوکہ دیتا ہے جس کو اصطلاح محدثین میں تدلیس کہا جاتا ہے'' خلاصہ'' یہ ہے کہ بقیۃ ابن الولید تدلیس کیا کرتا تھا اور مذکورہ روایت میں جس تدلیس کا ابن المبارک نے تذکرہ کیا ہے وہ تدلیس الشیوخ ہے۔

تدلیس کے معنی اور اس کے اقسام

تدلیس کے لغوی معنی ہیں عیب چھپانا کہا جاتا ہے''دَلَّسَ فلانٌ علی فلانٍ'' فلان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے فلاں سے سامان کے عیب کو چھپایا۔

اصطلاحی معنی: محدث کا حدیث کی روایت میں کسی راوی کا نام نہ لینا بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لینا اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو۔

(فائدہ)

اس فعل کو تدلیس اور اس فعل کے مرتکب کو مدلِّس اور اس کی روایت کو مدلَّس اور راوی محذوف ہونے کو سِقط کہتے ہیں۔

تدلیس کے اقسام

تدلیس کی بہت سی صورتیں ہیں مگر مشہور اقسام تین ہیں (۱) تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیوخ (۳) تدلیس التسویہ۔

(۱) تدلیس الاسناد یہ ہے کہ محدث کسی حدیث کو ایسے شیخ سے روایت کرے جو اس کے ہم عصر ہو مگر اس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات تو ہوئی مگر اس سے حدیث نہیں سنی ہے یا حدیث تو سنی ہے مگر جو حدیث بیان کر رہا ہے وہ نہیں سنی ہے۔ یہ حدیث محدث نے اس شیخ کے کسی ضعیف یا معمولی شاگرد سے سنی ہے اس واسطہ کو حذف کر کے شیخ سے اس طرح روایت کرتا ہے کہ سماع کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

(۲) تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام یا غیر معروف نسبت سے یا غیر معروف صفت سے بیان کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکے کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا راوی ہے۔

(۳) تدلیس التسویہ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کو حذف نہ کرے البتہ حدیث کو عمدہ بتانے کے لئے اوپر کے کسی ضعیف یا معمولی راوی کو حذف کردے اور وہاں ایسا لفظ استعمال کرے جس میں سماع کا احتمال پیدا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تدلیس کے اقسام ثلاثہ کا حکم کیا ہے؟

تدلیس کی قسم اول مذموم اور ناجائز ہے قسم ثانی نامناسب ہے مگر جائز ہے قسم ثالث بدترین قسم ہے اور حرام ہے۔

تدلیس کیوں کی جاتی ہے؟

تدلیس دو وجہ سے کی جاتی ہے (۱) اول غرض فاسد ہے یعنی کسی محدث کا استاذ معمولی درجہ کا ہے اور استاذ کا استاذ بلند مرتبہ کا ہے محدث کو اس معمولی استاذ سے روایت کرنے میں کسر شان محسوس ہوتی ہے اس لئے وہ استاذ کو حذف کر کے علوشان کے لئے استاذ الاستاذ سے روایت کرتا ہے (اس مقصد کے لئے تدلیس حرام ہے)۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ محدث اختصار کے لئے استاذ کو حذف کر کے مافوق سے روایت کرتا ہے جیسا کہ بعض اکابرین محدثین نے ایسا کیا ہے اس کی گنجائش ہے۔

(نوٹ) جب تدلیس کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے وہ تدلیس مراد ہوتی ہے جو ناجائز ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱۶۲، ۱۶۳ ج ۱، تحفۃ الدرر ص ۲۶، ۲۷)

مسلم ص ۱۹

عن عفانَ بن مسلمٍ قال: كنا عند اسماعيلَ بْنِ عُلَيَّةَ فحدث رجل عن رجل فقلتُ: إن هذا ليس بثَبَتٍ: قال: فقال الرجلُ اِغْتَبْتَهُ قال اسماعيل: مَااغْتَابَهُ ولكنه حَكَمَ اَنَّه ليس بِثَبَتٍ:

ترجمہ:

"عفان بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ ہم اسماعیل بن علیہ کے یہاں تھے، تو ایک شخص نے ایک آدمی سے روایت کیا تو میں نے کہا وہ آدمی ثقہ نہیں ہے وہ شخص بولا تم نے اس کی غیبت کی تو اسماعیل نے کہا اس نے غیبت نہیں کی بلکہ اس نے بتلایا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح:

اسماعیل ابن علیہ کے سامنے عفان بن مسلم نے ایک شخص کا غیر ثقہ ہونا بیان کیا تو دوسرے شخص نے کہا کہ تم غیبت کر رہے ہو تو اسماعیل ابن علیہ نے کہا اس نے غیبت نہیں کی بلکہ اس کے غیر ثقہ ہونے کو بتلایا ہے اسی طرح کا اعتراض امام احمد بن حنبلؒ پر ابوتراب نخشبی نے کیا تھا جب امام احمد ابن حنبلؒ کہہ رہے تھے کہ فلاں آدمی ضعیف ہے اور فلاں ثقہ ہے تو ابوتراب نخشبی نے کہا "یا شیخ لا تغتب العلماء" تو امام احمدؒ نے کہا "ویحک هذه نصیحة لیست بغیبة" بعض صوفیا نے بھی ابن المبارکؒ پر اعتراض کیا تھا کہ یا عبدالرحمن تغتاب" تو عبداللہ ابن المبارکؒ نے کہا، أسکت اذا لم یبین کیف یعرف الحق من الباطل"

غیبت اور نصیحت کے درمیان فرق

اگر کسی شخص کا عیب بیان کیا جائے اور وہ عیب اس کے اندر واقعی ہے تو وہ غیبت ہے اور اگر وہ اس کے اندر نہیں ہے اور بیان کیا جائے تو وہ بہتان ہے۔

امام راغب اور خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ کسی کے عیب کو بلا ضرورت محض تنقیص و توہین کے لئے بیان کرنا غیبت ہے اور اگر کسی غرض صحیح کے لئے اس کو بیان کیا جائے تو وہ غیبت نہیں ہے بلکہ وہ نصیحت ہے جیسا کہ جرح راوی۔

(فائدہ)

جرح و تعدیل کے لئے چند شرائط:

(۱) جرح بقدر ضرورت ہو (۲) جس راوی کی جرح کی ضرورت نہیں ہے اس کی جرح نہ کی جائے (۳) جس راوی میں جرح و تعدیل دونوں ہو تو دونوں ذکر کرے (۴) جارح کو عادل مستیقظ ناصح ہونا ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جرح کے اقسام اور حکم

جرح کی دو قسمیں ہیں (۱) جرح مبہم: اس جرح کو کہتے ہیں جس میں اس کا سبب بیان نہ کیا گیا ہو (۲) جرح مفسر: اس جرح کو کہتے ہیں جس میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہو۔ وہ راوی جس پر جرح مفسر ہو اس کی روایت بالاتفاق غیر مقبول ہے۔ اور جرح مبہم کا حکم یہ ہے کہ اگر راوی پر جرح مبہم ہے اور سارے ائمہ اس کے بارے میں خاموش ہیں یا جرح کرتے ہیں تو اس جرح مبہم کا اعتبار ہوگا اور اگر جرح مبہم کر رہا ہے اور ائمہ میں سے کوئی اس کی تعدیل بھی کر رہا ہے تو اس صورت میں اس جرح مبہم کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مسلم ص۲۰

وَإِنَّمَا اَلْزَمُوْا أَنْفُسَهُمُ الْكَشْفَ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَنَاقِلِى الْأَخْبَارِ وَاَفْتَوْا بِذَلِكَ حِيْنَ سُئِلُوْا لِمَافِيْهِ مِنْ عَظِيْمِ الْخَطَرِ إِذِ الْأَخْبَارُ فِى أَمْرِ الدِّيْنِ انما تَأْتِىْ بِتَحْلِيلٍ او تحريمٍ او أمرٍ اونهيٍ او ترغيبٍ او ترهيبٍ فإذا كان الراوى لها ليس بِمَعْدَنٍ للصدق والأَمانةِ ثم أَقْدَمَ على الرواية عنهُ مَنْ قدعَرَفَه ولم يُبَيِّنْ مافيه لغيره مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كان آثِمًا بفعلِهِ ذلك غاشًا لِعَوَامِ المسلمين اذلا يُؤْمَنُ عَلٰى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تلك الأَخْبَارَ اَنْ يَسْتَعْمِلَهَا او يستَعْمِلَ بَعْضَهَا ولعلَّها او اكثرَهَا أَكَاذِيْبُ لا أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ الْأَخْبَارَ الصِحَاحَ من روايةِ الثِقَاتِ واهلِ القَنَاعَةِ اَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلٰى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ ولا مَقْنَعٍ.

ترجمہ

''ائمہ حدیث نے اپنے اوپر لازم کیا حدیث کے راویوں اور اس کے ناقلوں کے عیوب ظاہر کرنے کو اور اس کا فتویٰ بھی دیا جب ان سے پوچھا گیا اس لئے کہ اس میں بڑا فائدہ ہے اس لئے کہ امور دین سے متعلق روایتیں کسی چیز کی تحلیل یا تحریم یا کسی بات کا حکم یا کسی بات کی ممانعت یا کسی کام کی ترغیب یا کسی کام سے ڈرائے جانے کو بیان کرتی ہیں، تو جب ان روایتوں کا ناقل صدق وامانت کی کان نہ ہوگا پھر بھی جو ان کو جانتا ہے ان سے روایت کرے اور دوسروں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سے جو اس سے ناواقف ہیں اس عیب کو بیان نہ کرے جو ان میں ہے تو وہ بیان کرنے والا شخص اپنے اس عمل سے گنہگار ہوگا اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ہوگا اس لئے کہ اطمینان نہیں کیا جاسکتا ہے بعض ان لوگوں کے بارے میں جو ان روایتوں کو سنیں کہ وہ ان تمام حدیثوں کو اپنا معمول بنائیں یا ان میں سے بعض کو اور شاید وہ کل روایتیں یا اکثر روایتیں جھوٹی ہوں جن کی کوئی اصل نہیں ہے مزید براں صحیح حدیثیں ثقہ اور قابل اطمینان لوگوں کی روایت اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی ضرورت نہیں ہے ایسے لوگوں کی روایت نقل کرنے کی جو بے اعتبار اور ناقابل اعتماد ہیں"۔

تشریح: وجہ جرح الراوی

راویوں پر جرح کرنے کی وجہ امام مسلمؒ بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ حدیثوں کی صحت کا دارومدار راویوں کے ثقہ ہونے پر ہے جب اس کا راوی غیر ثقہ ہے تو جاہل آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے ان احادیث کو صحیح سمجھ کر اور اس کو دین کا جزء سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرے گا جبکہ واقعہ اور نفس الامر میں وہ دین میں داخل نہیں ہیں جس کی وجہ سے وہ شخص بدعت کا مرتکب ہوگا اور اس طرح دین میں تحریف بھی ہوگی جبکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر، اور اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی اور نصیحت ہر شخص پر بقدر استطاعت لازم اور ضروری ہے، تو ائمہ حدیث پر اپنی معلومات کی بنا پر نصیحت، وامر بالمعروف لازم وواجب ہے، اور لوگوں کو گمراہی سے بچانا ان کی ذمہ داری ہے اس لئے ان لوگوں نے ضعیف غیر معتبر راویوں پر خود بھی جرح کی اور دوسرے لوگ جو اس پر قادر ہیں ان کو بھی جرح کرنے کا حکم دیا، اور اگر ان راویوں کے ضعف کو جانتے ہوئے بھی عوام الناس کے سامنے ان روایتوں کو بیان کیا جائے گا اور ان کے عیوب کو ظاہر نہیں کیا جائے گا تو عوام الناس ان بیان کرنے والوں کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے ان روایتوں کو صحیح مان کر ان روایتوں پر عمل کریں گے اس طرح سے وہ عوام کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان ضعیف روایتوں کی امت کو کوئی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ صحیح حدیثیں معتمد اور معتبر راویوں کی روایت سے اتنی زیادہ موجود ہیں کہ اس قسم کے غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد راویوں کی روایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی کوئی ضرورت باقی نہیں ہے۔

ضعیف حدیث کے بارے میں امام مسلمؒ کی رائے

امام مسلمؒ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ کسی قسم کی ضعیف حدیث پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے چاہے ضعیف حدیث تحلیل سے متعلق ہو یا تحریم سے متعلق ہو یا ترغیب وترہیب سے متعلق ہو یہی رائے امام بخاری، یحییٰ بن معین، ابن حزم اور ابن العربی علیہم الرحمۃ کی ہے۔

ضعیف حدیث کے بارے میں علماء کے اقوال

اس بارے میں تین اقوال ہیں (۱) امام بخاریؒ امام مسلمؒ وترمذیؒ وغیرہ فرماتے ہیں: کسی بھی مضمون سے متعلق حدیث ہو سب کے لئے حدیث صحیح کا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ ترغیب وترہیب سے اس شئی کا استحباب یا کراہت ثابت ہوگی اور استحباب وکراہت احکام شرعیہ میں سے ہیں، اور احکام شرعیہ میں ضعیف حدیث کا اعتبار نہیں ہے۔

(۲) جمہور علماء فضائل وترغیب وترہیب میں حدیثِ ضعیف کا اعتبار کرتے ہیں۔

(۳) ہر طرح کے مضامین میں حدیث ضعیف کا اعتبار ہوگا حتی کہ احکامات میں بھی اسی کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت ہے اور بقول ابن حزم یہی تمام ائمہ وفقہاء کا قول ہے۔

مسلم صـــ ۲۰

ولا اَحسِبُ كثيراً مِمَّنْ يُعَرِّج من الناس على ما وصَفْنَا من هذه الاحاديث الضِعَافِ و الأَسَانِيْدِ المَجْهُوْلَةِ ويُعْتَدُّ برِوَايَتِها بعدَ معرفَتِه بما فيها من التَوَهُّنِ وَالضَّعْفِ إلّاَ أَنَّ الذى يَحمِلُه على روايَتها والإِعْتِدَادِ بها إِرَادَةُ التكثير بذلك عِنْدَالعَوَامِ ولِأَنْ يُقَالَ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنَ الحديثِ وَأَلَّفَ مِن العَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فى العلم هذا المَذْهَبَ وسَلَكَ هذا الطريقَ فَلاَ نَصِيْبَ له فيه و كان بأن يُسَمَّى جَاهِلاً اولٰى مِنْ اَنْ يُنْسَبَ إلى العلم.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ

''میں یہی گمان کرتا ہوں کہ بہت سے وہ لوگ جو اعتماد کرتے ہیں ان ضعیف حدیثوں اور مجہول سندوں پر جن کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہیں، اور ان کو قابل روایت سمجھتے ہیں اس ضعیف اور کمزوری کو جانتے ہوئے جو ان روایات میں ہے ان لوگوں کو عوام الناس کے نزدیک تکثیر حدیث کا جزبہ ہی ابھارتا ہے ان حدیثوں کو روایت کرنے پر اور ان کی طرف التفات کرنے پر اور وہ اس لئے ہے کہ کہا جائے کہ فلاں محدث نے کس قدر حدیثیں جمع کی ہیں اور ان کی کس قدر تصانیف ہیں اور جو شخص علم حدیث میں یہ طریقہ اختیار کیا اس شخص کا فن حدیث میں کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ شخص عالم کہلائے جانے کے بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔''

تشریح

یہاں سے امام مسلمؒ ضعیف و منکر روایات بیان کرنے کا ایک اور سبب بیان کرتے ہیں چنانچہ امام مسلمؒ فرماتے ہیں خود ساختہ محدثین کے بارے میں ہمارا خیال ضرور ہے کہ ان کا مقصد منکر و ضعیف روایتوں کے بیان کرنے سے عوام الناس کے درمیان دیگر محدثین کے مقابلہ میں اپنا امتیاز و شان ظاہر کرنا ہے اور عوام الناس کو یہ باور کرانا ہے کہ مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں بدیہی بات ہے کہ یہ علماء کا طریقہ کار نہیں ہے بلکہ جہلاء کا طریقہ ہے عالم تو وہ ہے جس کو علماء تسلیم کریں جاہل لوگوں کا کیا اعتبار ہے وہ لوگ کسی کو بڑا عالم خیال کریں گے تو ان کے خیال کرنے سے کیا ہوتا ہے۔

(فائدہ)

امام مسلمؒ نے ضعیف و منکر روایات بیان کرنے کو ایک ہی علت میں منحصر کیا ہے یہ انحصار حصر حقیقی نہیں ہے بلکہ یہ حصر اضافی ہے اس لئے کہ اس کے اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضعیف ومنکر حدیث بیان کرنے کے اسباب

(۱) بہت سے لوگ موضوع ومنکر ضعیف روایتیں اسلام دشمنی اور دین میں تحریف و تبدیل کے لئے بیان کرتے ہیں۔ (۲) بعض لوگ منفعت اور بادشاہوں کا قرب وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیان کرتے ہیں۔

مسلم ص۲۱

وَقَدْ تَكَلَّمَ بعضُ مُنْتَحِلِي الحديثِ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنافي تصحيح الأَسانِيْدِ و سَقِيْمِها بِقَوْلٍ: لَوْ ضَرَبْنا عَنْ حِكَايَتِهِ وَذِكْرِ فَسَادِهِ صَفْحًا لكان رَأْياً متينا ومذهبا صحيحا، إذا الإِعْرَاضُ عن القول المُطرَّحِ اَحْرىٰ لِإِمَاتَتِهِ وإخْمَالِ ذِكْرِ قائِلِهِ وَاَجْدَرُ اَنْ لا يكونَ ذٰلِكَ تَنْبِيْهًا للجُهَّالِ عليه غَيْرَ أَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِن شُرورِ العَواقِبِ وإِغْتِرارِ الجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الأُمُوْرِ وإِسْرَاعِهِمْ إِلٰى اِعْتِقَادِ خَطَأِ المُخْطِئِيْنَ والأَقْوالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ العلماءِ رأينا الكشف عن فساد قوله ورد مقالته بقدر ما يليق بها من الرد أجدى على الأنام، وأحمد للعاقبة إن شاء الله تعالى.

ترجمہ

"ہمارے زمانے کے بعض نام نہاد محدثین نے سندوں کو صحیح وضعیف قرار دینے کے لئے ایسی بات کہی ہے کہ اگر ہم ان کے قول کو نقل کرنے سے اور اس کا ابطال کرنے سے اعراض کرتے تو یہ ایک عمدہ تجویز اور بہترین راستہ تھا، اس لئے کہ غلط بات کی طرف التفات نہ کرنا اس قول کو بے اثر کرنے کے لئے اور اس کے قائل کو گم نام کرنے کے لئے بہت مناسب طریقہ ہے۔

اور جاہلوں کو اس سے بے خبر رکھنے کے لئے بہت مناسب شکل ہے مگر جب ہم کو انجام کی برائی کا اور جاہلوں کے نئی باتوں پر فریفتہ ہو جانے کا اور خطا کاروں کی غلط باتوں پر اور علماء کرام کے نزدیک ساقط الاعتبار قول پر جلد اعتقاد کر لینے کا اندیشہ ہوا تو ہم نے اس قول کی غلطی کو ظاہر کرنے اور ان کی بات کی تردید کرنے کو جس قدر تردید مناسب ہو لوگوں کے لئے زیادہ مفید

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیال کیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر سمجھا اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔"

تشریح

قولہ منتحلی، باب افتعال سے انتحل الشعر او القول دوسرے کے شعر یا دوسرے کی بات کو اپنی طرف منسوب کرنا، یہ لوگ درحقیقت محدثین نہیں ہیں پھر بھی علم حدیث کی مہارت اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور محدث بنتے ہیں۔

مصنف کا قول لو ضربنا الی قولہ صفحا یہ شرط ہے لکان رأیامتینا الخ جواب شرط ہے ہر باطل نظریہ کی تردید ضروری نہیں لیکن جب باطل نظریہ سے ضلالت و گمراہی کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس کی تردید کرنا ناگزیر ہے باطل قول اور غلط نظریہ کی بلا ضرورت تردید نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ہر روز ایک نیا نظریہ پیدا ہوتا ہے اور چند دن بعد اپنی موت مر جاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تردید کرنے کے لئے بھی کسی غلط بات کا تذکرہ اس کی اشاعت کا ذریعہ بن جاتا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ بلاضرورت باطل نظریہ کی تردید کے لئے بھی اس کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

باطل نظریہ کی تردید کب ضروری ہے؟

اگر باطل نظریہ کا معاملہ بڑھ جائے اور اندیشہ ہو کہ عوام الناس اس سے متأثر ہو کر دھوکہ کھائیں گے تو اس وقت علماء پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس کی تردید کریں اور اس کا بطلان واضح کریں تاکہ عام لوگ دھوکہ نہ کھائیں، چنانچہ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ بعض نام نہاد محدثین نے جو غلط نظریہ یعنی اتصال سند کے لئے ثبوت لقاء کی شرط لگائی ہے مناسب تو یہ تھا کہ ہم اس نظریہ کا تذکرہ ہی نہ کرتے اس کو اپنی موت مرنے دیتے مگر ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں معاملہ سنگین نہ ہو جائے اور یہ غلط نظریہ مسلّمہ ضابطہ نہ بن جائے اس لئے اس کی تردید ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعض منتحلي الحديث سے کون مراد ہے؟

اس بارے میں علماء حدیث اور شراح حدیث سے دو قول منقول ہیں (۱) اس سے مراد امام بخاریؒ اور ان کے استاذ علی بن مدینی ہیں، امام نووی ابن رجب حنبلی اور حافظ ابن حجر کی یہی رائے ہے۔ (۲) اس سے مراد صرف علی بن مدینی ہیں ابن کثیر اور علامہ بلقینی کی یہی رائے ہے۔

مسلم ص ۲۱

وزَعَمَ القائلُ الذى إفْتَتَحْنَا الكلامَ على الحكاية عن قولِه والإخْبَارِ عن سوءِ رَوِيَّتِهِ أَنَّ كلَّ إسْنَادٍ لِحديثٍ فيه فلانٌ عن فلان وقد أَحَاطَ العلمُ بِأَنَّهُمَا قَدْ كانا فى عَصرٍ وَاحِدٍ وجَائِزٌ اَنْ يَكونَ الحديثُ الذى رَوٰى الراوى عمن روى عنه قد سمِعَه منه وشَافَهَهُ به غَيْرَ أَنَّه لا نعلَمُ له منه سماعاً ولم نجد فى شَيْئٍ مِنَ الروايات أنهما إِلْتَقَيَاقَطُّ أو تَشَافَهَا بحديث، أَنَّ الحجةَ لا يقومُ عِندَه بكل خبر جَاءَ هذَا المَجِيْئَ حَتّى يكونَ عِنْدَهُ العِلمُ بانهما قد اجتَمَعَا مِنْ دَهْرِهما مرةً فصاعداً.

ترجمہ

”جس قائل کے قول کو نقل کرنے کے لئے اور اس کے باطل نظریہ کو بیان کرنے کے لئے ہم نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اس کا یوں گمان ہے کہ اسناد حدیث کی ایسی ہو جس میں عن فلان عن فلان ہے اور ساتھ ہی ان دونوں کے بارے میں یقین سے معلوم ہو کہ وہ دونوں ایک زمانہ میں تھے اور ممکن ہے کہ جس حدیث کو راوی نے مروی عنہ سے روایت کیا ہے اس کو اس سے سنا بھی ہو اور روبرو اس حدیث کو لیا ہو مگر ہم کو اس کا اس سے سماع کا علم نہیں ہے اور ہم کسی روایت میں تصریح نہیں پاتے ہیں کہ دونوں بھی ملے تھے یا ان کے روبرو گفتگو ہوئی تھی تو ایسی اسناد سے مروی حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے ان کے نزدیک، یہاں تک کہ اس کو علم ہو جائے کہ دونوں اپنی عمر میں ایک یا متعدد بار مل چکے ہیں یا ان کے درمیان روبرو گفتگو ہوئی تھی یا کوئی دوسری روایت آئی جس میں ان کے ملنے کا ذکر ہو یا دونوں کی ملاقات ہونے کا اپنی زندگی میں ایک بار یا متعدد بار۔“

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث معنعن: وہ حدیث ہے جو بطریقہ عنعنہ یعنی فلان عن فلان کے بیان کیا جائے۔

حدیث مدلَّس: وہ حدیث ہے جس کا راوی اسناد میں تدلیس کرنے والا ہو۔

تشریح

حدیث کی صحت کے لئے سند کا متصل ہونا ضروری ہے اگر راوی حدثنی، حدثنا، اخبرنا یا سمعت کے ذریعہ حدیث کو روایت کرتا ہے تو صراحت سے معلوم ہوجاتا ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے سنا ہے لیکن اگر حدیث کی روایت فلان عن فلان کے ذریعہ کیا جائے تو صراحت سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے سنا ہے اس معنعن کو کس صورت میں اتصال پر محمول کیا جائے گا اور کس صورت میں انقطاع پر محمول کیا جائے گا اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) غیر مدلس راوی معنعن کی اپنے معاصر مروی عنہ سے لقاء و سماع ثابت ہو۔

(۲) غیر مدلس راوی معنعن کی اپنے معاصر مروی عنہ سے لقاء و سماع ثابت نہ ہو۔

(۳) غیر مدلس راوی معنعن کی اپنے معاصر مروی عنہ سے لقاء و سماع کا بھی ثبوت نہیں اسی طرح عدم لقاء و عدم سماع کا بھی ثبوت نہیں ہے۔

پہلی قسم بالاتفاق متصل ہے دوسری قسم بالاتفاق منقطع ہے تیسری قسم کے بارے میں اختلاف ہے امام مسلمؒ کا مذہب اور ان کے دعوے کے مطابق جمہور ائمہ کا مذہب اس قسم کی حدیث میں یہ ہے کہ حدیث صحیح متصل ہوگی اور خود ساختہ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی حدیث منقطع اور غیر صحیح ہوگی، جب کسی صحیح حدیث سے راوی کا معاصر مروی عنہ سے لقاء یا سماع ثابت ہوجائے تو وہ لوگ اس حدیث صحیح کو متصل کہیں گے۔

خود ساختہ محدثین کی دلیل

جن لوگوں نے حدیث شریف کی پختگی کے لئے ثبوت لقاء کی شرط لگائی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے رواتِ حدیث کے احوال کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ رُوات ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ راوی نے مروی عنہ کو نہ دیکھا ہے نہ اس سے حدیث سنی ہے یعنی ان کے نزدیک انقطاع کے ساتھ روایت جائز تھی مگر محدثین کے نزدیک منقطع حجت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہے اس لئے ضروری ہوا کہ مروی عنہ سے روای کے سماع ولقاء کی تحقیق کی جائے اگر ایک بار بھی ملاقات کا ثبوت مل جائے اور ایک حدیث کا سننا بھی متحقق ہو جائے تو اس راوی کی جملہ مرویات کو متصل قرار دیا جائے ورنہ منقطع اور نا قابل استدلال سمجھ کر توقف کیا جائے خلاصہ دلیل یہ ہے کہ لقاء وسماع کا ثبوت اس لئے ضروری ہے تا کہ سند میں انقطاع کا احتمال باقی نہ رہے۔ (ص ۱۵۳ فیض المنعم)

امام مسلم کی طرف سے دلیل کا جواب

امام مسلمؒ فرماتے ہیں: کہ دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر لقاء وسماع اس لئے ضروری ہے کہ انقطاع کا احتمال ختم ہو جائے تو پھر چاہئے کہ کسی بھی معنعن روایت کو قبول نہ کیا جائے اگر چہ لقاء وسماع ثابت ہو، کیونکہ انقطاع کا احتمال تو ثبوت لقاء کے بعد بھی اس راوی کی دوسری معنعن روایتوں میں باقی رہتا ہے لہٰذا اس مدعی کو چاہئے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کرے جن میں اول سے آخر تک سماع کی صراحت ہو۔ (فیض المنعم ص ۱۵۶/۱۵۵)

امام مسلمؒ کے دلائل

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رائے قطعاً غلط ہے اور جمہور محدثین کے مسلک کے خلاف ہے تمام ائمہ حدیث کے نزدیک اس صورت میں نفس معاصرت اور ملاقات کا ممکن ہونا حدیث معنعن کو متصل قرار دینے کے لئے کافی ہے ملاقات کا ثبوت ضروری نہیں ہے۔ امام مسلمؒ نے اس کی دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل: یہ ہے کہ علماء متقدمین میں سے کسی سے اس صورت میں اتصال سند کے لئے ثبوت لقاء کی شرط مروی نہیں ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں ملاقات ثابت نہیں ہے پھر بھی تمام ائمہ ان راویوں کی معنعن حدیثوں کو اتصال پر محمول کرتے ہیں مثلاً عبداللہ بن یزید انصاری، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۶ھ) سے بصیغہ عن ایک حدیث روایت کرتے ہیں اسی طرح وہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے بھی ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور عبداللہ کی ان دونوں صحابیوں سے ملاقات یا حدیث روبرو سننا کسی روایت میں مذکور نہیں مگر چونکہ معاصرت ہے اور ملاقات ممکن ہے اس لئے تمام ائمہ حدیث ان کی بصیغہ عن روایت کو متصل قرار دیتے ہیں امام مسلمؒ نے اس طرح کی سولہ مثالیں ذکر کی ہیں۔ (فیض المنعم ص ۱۳۸، ۱۳۹)

مسلم ص ۲۳

مَا عَلِمْنَا أحدًا من أئمةِ السَّلَفِ ممن يَسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الأسانيدِ وَسَقَمَهَا ، مِثْلَ أيوبَ السختيانيِّ وابن عون ، ومالك بن أنس ، وغيرهم من أهلِ الحديثِ .... ، فَتَّشُوا عن موضِع السَّمَاع في الأسانيدِ ، كما ادَّعَاهُ الذي وَصَفْنَا قولَهُ من قبلُ ، وإنما كان تَفَقَّدَ مَنْ تفقَّدَ منهم سَمَاعَ رُوَاةِ الحديثِ مِمَّنْ رُوِيَ عنهم إذا كان الراوي ممن عُرِفَ بالتدليسِ في الحديثِ وشُهِرَ بِهِ ، فحينئذٍ يَبْحَثُوْنَ عن سَماعِهِ في رِوايتِهِ ، ويَتَفَقَّدُوْنَ ذلك منه كي تَنْزَاحَ عنهم علةُ التدليسِ ، فما ابتغى ذلك من غير مدلِّسٍ على الوجه الذي زَعَمَ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهُ.

ترجمہ: اور ہم کسی کو نہیں جانتے، ان ائمہ متقدمین میں سے جو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں، اور سندوں کی صحت وضعف کی چھان بین کرتے ہیں، جیسے ایوب سختیانی، ابن عون، امام مالک بن انس وغیرہ، .... کہ انھوں نے سندوں میں سماع کے مقامات کی تفتیش کی ہو (کہ کہاں سماع ہے اور کہاں نہیں ہے؟) جیسا کہ اس شخص کا دعویٰ ہے جس کا قول ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اور جن ائمہ حدیث نے مروی عنہم سے رواۃ حدیث کے سماع کی تفتیش کی ہے، وہ اسی صورت میں کی ہے جب راوی بیان حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف ہو اور تدلیس میں اس کی شہرت ہو، تو اس وقت ائمہ حدیث اس کی روایت میں سماع کی تحقیق کرتے تھے، تا کہ اس سے تدلیس کی خرابی دور ہو جائے مگر جو شخص غیر مدلس راوی سے اس بات کا خواہش مند ہے جیسا کہ وہ شخص کہتا ہے جس کا قول ہم نے نقل کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خود ساختہ محدثین کی دلیل عقلی کا جواب

اس عبارت میں امام مسلم نے خود ساختہ محدثین کی دلیل عقلی کا جواب دیا ہے، سب سے پہلے میں خود ساختہ محدثین کی دلیل بیان کرتا ہوں تا کہ جواب سمجھنا آسان ہو جائے۔

دلیل عقلی: مرسل و منقطع روایات ضعیف ہیں اور منقطع اور مرسل حدیثوں کے بیان کرنے کا رواج اور اس کی عادت رہی ہے تو جب ایک معاصر دوسرے معاصر سے روایت کر رہا ہے تو اس ارسال وانقطاع کے رواج کی بنا پر اس روایت میں بھی ارسال وانقطاع کا امکان واحتمال ہے جس سے اس حدیث کے ضعیف ہونے کا احتمال ہو گیا، اس لیے اس حدیث میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے لقاء اور سماع کا علم ہو جائے تب اس کو متصل قرار دیکر صحیح اور حجت مانا جائیگا۔

جواب

امام مسلم فرماتے ہیں کہ جس احتمال وامکان کا کوئی سبب ومنشأ موجود ہو، اس احتمال وامکان کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جس امکان واحتمال کا کوئی منشأ نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے لہذا حدیث معنعن میں جب راوی مروی عنہ کا معاصر ہے ایک دوسرے سے سننا کوئی بعید نہیں ہے، اور راوی عادل وثقہ ہے تو بلا وجہ اس کے بارے میں فرض کرنا کہ اس سے بلا سنے ہوئے بیان کر دے گا اس فرضی اور خیالی چیز کا ائمہ حدیث میں سے کسی نے بھی اعتبار نہیں کیا ہے۔

ائمہ حدیث موضع السماع فی الاسانید کی تفتیش کب ضروری سمجھتے ہیں؟

ائمہ سلف مروی عنہ سے راوی کے سماع کی تحقیق صرف اس صورت میں کرتے ہیں، جب راوی تدلیس میں مشہور ہو۔ مدلس راوی کی ہر حدیث میں سماع کی تحقیق ضروری ہے تا کہ تدلیس کی خرابی دور ہو جائے، مگر جو رواۃ تدلیس بالکل نہیں کرتے ہیں یا تدلیس میں مشہور نہیں ہیں ان کے سماع کی تحقیق کرنا کسی کا مسلک نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولہ" من حکینا قولہ"

اس سے کون لوگ مراد ہے اس کے بارے علماء حدیث اور شراح حدیث سے دو قول منقول ہیں (۱) اس سے مراد امام بخاری اور ان کے استاذ علی بن مدینی ہیں، امام نووی، ابن رجب حنبلی، حافظ ابن حجر اور سخاوی کی یہی رائے ہے (۲) اس سے صرف مراد علی بن مدینی ہیں ، ابن کثیر اور علامہ بلقینی کی یہی رائے ہے۔ یہ حضرات اس وقت راوی کے سماع کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں جب غیر مدلس راوی معنعن کا اپنے معاصر مروی عنہ سے لقاء وسماع ثابت نہیں ہے اسی طرح عدم لقاء وسماع کا علم بھی نہیں ہے۔ لیکن امام مسلم اور ان کے دعوی کے مطابق جمہور کا مذہب اس قسم کی حدیث کے بارے میں یہ کہ حدیث صحیح اور متصل ہوگی، جب کہ امام بخاری اور علی بن مدینی اس قسم کی حدیث کو منقطع اور غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔

قولہ"موضع السماع فی الأ سانید"

اس عبارت کا مطلب یہ ہے راوی مروی عنہ سے حدیث کس جگہ سنی ہے اور کہاں سنی ہے اور کب سنی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الایمان

مسلم ص۲۷

عن يحيى بن يعمر قال كان اول مَنْ قال فى القدر بالبصرةِ معْبَد الجُهَنِيّ، فانطلقتُ أنا وحميدُ بن عبدِالرحمان الحميريّ حَاجَّيْن او مُعْتَمِرَيْن، فقلنا: لو لقينا احداً من أصحابِ رسولِ اللّٰه. صلى اللّٰه عليه وسلم، فَسأَلْنَاه عما يقول هؤلاء في القدر فوُفِّقَ لنا عبدُاللّٰه بن عمرَ بن الخطاب داخلا المسجدَ فاكتَنَفْتُه أنا وصاحبى اَحَدُنَا عن يمينه والآخر عن شِمَالِه فظننتُ أن صاحبى سَيكِلُ الكلامَ إلَيَّ، فقلتُ يَاأَبا عبدالرحمان أنه قد ظهر قبلنا ناسٌ يقرأون القرآنَ ويَتَقَفَّرُوْنَ العِلمَ وذَكَرَ من شانِهم وأنهم يَزْعُمُوْنَ ان لاقَدَرَ وأَنَّ الأمرأُنُفٌ.

ترجمہ:

''یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں جس نے سب سے پہلے مسئلہ قدر کے بارے میں کلام کیا وہ معبد جہنی ہے چنانچہ میں اور حمید بن عبدالرحمٰن الحمیر ی حج یا عمرہ کرنے کے لئے نکلے تو ہم نے کہا کہ اگر آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی صحابی سے ملاقات ہوتی تو ہم ان سے ان باتوں کے متعلق سوال کرتے جو یہ لوگ تقدیر کے بارے میں کہتے ہیں، اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے ملاقات ہوئی جبکہ وہ مسجد میں داخل ہورہے تھے، تو میں اور میرے ساتھی نے ان کو اس طرح گھیرا ہم دونوں میں سے ایک ان کے دائیں جانب ہوگیا دوسرا بائیں جانب ہوگیا، میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی کلام کا آغاز میرے ہی حوالہ کریگا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن ہم سے پہلے چند ایسے لوگ پیدا ہوئے جو قرآن پڑھتے ہیں اور حصول علم میں بہت زیادہ شغف رکھتے ہیں، اور ان کا حال بیان کیا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے اور شی کا وجود ایسے ہی ہوجاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی القدر

القَدَر و القدْر: راء کے فتحہ اور سکون کے ساتھ دو مشہور لغت ہیں: قدر کے معنی اندازہ کرنا اور یہاں قدر اصطلاحی مراد ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہر چیز کا اندازہ ہے کہ وہ ایسی ہوگی ویسی ہوگی چنانچہ وہ اس کے مطابق اس کو وجود میں لانے کا فیصلہ کر چکا ہے پھر اسی کے مطابق ہر چیز کو اپنے وقت معینہ اور مخصوص صفت پر وجود میں لاتا ہے۔

معنی القضاء:

قال القاضی البیضاوی: هو الإرادة الأزلية و العناية الإلٰهية المفنضية لنظام الموجودات علی ترتیب خاص.

''قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ قضا نام ہے اس ارادۂ ازلیہ اور عنایت الٰہیہ کا جو کائنات کے نظام کا ایک مخصوص ترتیب پر ہونے کا تقاضہ کرتا ہے۔(شرح العقائد ص ۷۹)''

الفرق بین القضاء و القدر:

دونوں کے درمیان فرق ہے کہ قدر سے تقدیر مراد ہے اور قضاء سے خلق مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فقضاهن سبع سمٰوات'' چنانچہ قضا و قدر دونوں کے درمیان تلازم ہے اس لئے کہ قدر بنیاد و ستون کے درجے میں ہے اور قضا عمارت کے درجے میں ہے بعض حضرات نے کہا کہ قضا و قدر دونوں شئ واحد ہے (۳) بعض کی رائے یہ ہے کہ حکم ازلی اجمالی کا نام قضا ہے اور حکم تفصیلی جو حکم اجمالی کے مطابق ہو وہ قدر ہے۔

حضرت قاسم نانوتویؒ کی رائے اس کے برعکس ہے یعنی حکم ازلی اجمالی کا نام قدر ہے اور حکم تفصیلی جو اجمال کے مطابق ہو وہ قضا ہے۔

کان اول من قال فی القدر: اس فرقہ کا بانی کون ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ بصرہ میں سب سے پہلا قدر کا انکار کرنے والا معبد جہنی ہے، فرقۂ قدریہ کا وجود خلفاء راشدین کے بعد صحابہ کے اخیر دور میں ہوا ہے اور حجاز میں اس کا وجود کعبۃ اللہ کے جلنے کے بعد ہوا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس شخص نے سب سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے مسئلہ تقدیر پر گفتگو کی وہ ایک نصرانی شخص ہے یہ شخص بظاہر مسلمان ہوا پھر نصرانیت پر لوٹ آیا، امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ تقدیر کے بارے میں سب سے پہلے کلام کرنے والا عراق کا ایک آدمی ہے جس کا نام سوسن تھا وہ نصرانی تھا اس نے اسلام قبول کیا پھر وہ نصرانیت پر لوٹ آیا، معبد جہنی نے انکار قدر کا مسئلہ اس سے سیکھا ہے اور اس سے اس قول کی شہرت ہوئی۔ (نعمت المنعم ۱/۲۱۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تقدیر کا انکار کرنے والا بصرہ کا ایک آدمی تھا جس کا نام میسویہ ہے وہ مجوسی تھا، پھر معبد جہنی نے اس سے اسکو سیکھا، اور اس فرقۂ قدریہ کا وجود حجاز میں کعبۃ اللہ جلنے کے وقت ہوا ہے۔ (فتح الملہم ۱/۱۶۰)

قوله الامر أنف:

قدریہ کا عقیدہ تھا کہ ''الامر انف'' (انف عربی زبان میں اس باغ کو کہتے ہیں جس میں سرسبزی کے باوجود جانور نے اس میں منہ نہ ڈالا ہو) '' جس کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے ہر چیز حادثہ ہے بلکہ بندہ کی سعادت وشقاوت بھی خود اپنے ہی عمل سے پیدا ہوتی ہے حق تعالیٰ کو نہ پہلے سے اس کا علم ہوتا ہے اور نہ کہیں اس کی کتابت ہوئی ہے بلکہ ہر چیز اچانک وجود میں آجاتی ہے۔

قدریہ کی دلیل:

قدریہ کہتے ہیں کہ ہم بدیہی طور سے حرکت ماشی اور حرکت مرتعش کے درمیان فرق کرتے ہیں کہ ماشی کی حرکت اس کے اختیار سے ہے اور مرتعش کی حرکت اس کے اختیار سے نہیں ہے چنانچہ حرکت اگر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوتی تو دونوں کا اختیاری یا غیر اختیاری ہونا لازم آتا جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے مزید براں یہ کہ اگر ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوتی تو فائدہ تکلیف ومدح ذم اور ثواب وعقاب باطل ہو جائے گا۔ (شرح العقائد ص ۱۸۹ اختصاراً)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قدریہ کا حکم:

حضرت امام مالک وابوحنیفہ وشافعیؒ نے اس فرقہ کی تکفیر کی ہیں، چنانچہ حضرت ابن عمر کی یہ حدیث اس فرقہ کی تردید کی غمازی کرتی ہے۔ بعض علماء نے ان کی تکفیر نہیں کی، کیونکہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں (۱) تقدیر علمی (۲) تقدیر کتابی (۳) تقدیر ارادی۔

(۱) تقدیر علمی: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہے۔

(۲) تقدیر کتابی: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق ہونے والے امور کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے پہلے لکھ دیا۔

(۳) تقدیر ارادی: یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

(فائدہ): مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ تقدیر علمی کا منکر کافر ہے اور تقدیر کتابی وارادی کا منکر کافر نہیں ہے اور جن لوگوں نے فرقہ قدریہ کی تکفیر کی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ تقدیر علمی کے انکار کی بنا پر ہو۔ ہاں: تقدیر کتابی وارادی کے منکر فرقہ کو بدعتی کہنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مسلم ص۲۷

وقال: یامحمدُ أخبرنی عن الاسلامِ، فقَال رسول اللّٰه. صلی اللّٰه علیه وسلم. الإسلامُ أن تشهدَ ان لا اله إلا اللّٰه وأن محمداً رسولُ اللّٰه و تقیم الصلاةَ وتؤتی الزکاةَ وتصومَ رمضانَ وتَحج البیتَ إن استطعْتَ إلیه سبیلاً، قال صدقت، قال "فعجِبْنا له یسأله ویُصدِّقه، قال "فأخبرنی عن الإیمان قال أن تؤمنَ باللّٰه وملائکتِه و کتبِه ورسله والیومِ الأخرِ وتؤمن بالقدَرِ خَیرِه وشرِه،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ

اور جبرائیلؑ نے کہا! اے محمدؐ مجھے اسلام کے بارے میں بتلائیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر بیت اللہ تک جانے کی استطاعت ہو، جبرائیلؑ نے کہا آپ نے سچ کہا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ وہ حضور سے سوال کرر ہا ہے اور خود آپ کی تصدیق کرر ہا ہے، پھر کہا کہ آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتلائیں۔

حضور نے کہا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اس کے فرشتے اس کے تمام رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور ایمان لاؤ خیر وشر کی تقدیر پر،

اسلام کے لغوی وشرعی معنیٰ:

اسلام کے معنی ہیں اپنے آپ کو پورا پورا کسی کے حوالہ کردینا جس میں اپنا کچھ اختیار نہ ہو اور شرعاً انقیاد ظاہری کو اسلام کہا جاتا ہے۔

الاسلام لغة الانقياد مطلقا وشرعاً انقياد الظاهر بشرط الانقياد الباطن، المعبر عنه بالإيمان، لقوله تعالىٰ "قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا". (فتح الملهم ۱/۱٦۲ مرقات ۱/۵۱)

معنى الايمان لغة وشرعاً:

علامہ آلوسیؒ نے کہا ہے کہ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کرنا ہے اور شرعاً اس کی تعریف مختلف الفاظ میں کی گئی ہے سب کا خلاصہ ایک ہے،

الإيمان هو التصديق بما علم مجيئ النبي صلى الله عليه وسلم به ضرورة تفصيلا في ما علم تفصيلا واجمالا في ما علم اجمالاً. (فتح الملهم ص ۱/۱۵۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسلام وایمان کے درمیان فرق:

ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ جب ایمان واسلام دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ ذکر کیا جائے تو اس وقت ایمان واسلام دونوں مترادف ہوں گے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا، اور اگر ایمان واسلام دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا جائے تو اس وقت ان کے درمیان فرق ہوتا ہے اور اس وقت ایمان کا اطلاق تصدیق قلبی پر ہوگا اور اسلام کا اطلاق اس انقیاد ظاہری پر ہوگا جو انقیاد باطنی کے مطابق ہو۔

ایمان واسلام کے درمیان نسبت:

اگر ایمان واسلام سے ایمان کامل اور اسلام کامل مراد ہو تو اس وقت دونوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہوگی اور اگر ایمان سے مراد صرف تصدیق قلبی ہو اور اسلام سے ظاہری انقیاد مراد ہو تو دونوں کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی اور اگر اسلام سے مراد تسلیم قلب وعمل بالارکان ہو اور ایمان سے مراد صرف تصدیق ہو تو اس وقت دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا رجحان امام غزالی کے قول (یعنی عموم وخصوص مطلق) کی طرف محسوس ہوتا ہے۔

الإختلاف فی حقیقة الایمان

جاننا چاہئے کہ ایمان کی دو جہتیں ہیں (۱) ایک جہت احکام دینویہ کے اعتبار سے دوسری جہت احکام اخرویہ یعنی مقبول عنداللہ کے اعتبار سے، احکام دینویہ کے اعتبار سے سب کا اتفاق ہے کہ اقرار باللسان کرے تو اس کو ظاہراً مؤمن قرار دیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا یعنی مسلمان جیسا حکم جاری ہوگا، جو ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے اس کی حقیقت میں اختلاف ہے تو اس میں سات مذاہب ہیں دو اہل حق کے اور چھ اہل باطل کے ہیں۔

(۱) جمہور فقہاء ومتکلمین اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایمان بسیط ہے صرف تصدیق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان وعمل بالارکان حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہے البتہ اقرار باللسان احکام دنیویہ کے اجراء کے لئے شرط ہے اور عمل کمال ایمان کے لئے شرط ہے۔

(۲) جمہور محدثین وامام شافعیؒ کے نزدیک ایمان اشیاء ثلاثہ تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان سے مرکب ہے۔

(۳) مرجیہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے عمل واقرار باللسان نہ حقیقت ایمان میں داخل ہیں اور نہ کمال ایمان کے لئے ضروری ہیں اس سلسلہ میں ان کا قول مشہور ہے۔

"لا تضر المعصية مع الايمان كما لا تنفع الطاعة مع الكفر".

(۴) جہمیہ کے نزدیک ایمان معرفت قلبی کا نام ہے، اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) کرامیہ کے نزدیک ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے تصدیق اور عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۶) معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان اشیاء ثلاثہ (تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان) سے مرکب ہے۔

جمہور محدثین اور معتزلہ وخوارج کے درمیان فرق

معتزلہ وخوارج کہتے ہیں کہ عمل ایمان کی حقیقت وماہیت میں داخل ہے عمل کے فوت ہونے کی وجہ سے ایمان ختم اور زائل ہو جاتا ہے لیکن جمہور محدثین فرماتے ہیں کہ عمل کے فوت ہونے کی وجہ سے ایمان ختم اور زائل نہیں ہوگا اور جمہور محدثین کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے بلکہ مؤمن ہے، جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک واسطہ ثابت کرتے ہیں۔ خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔

مذاہب پر تبصرہ:

اہل سنت والجماعت کے درمیان ایمان کے بسیط ومرکب ہونے کا جو اختلاف ہے وہ حقیقی نہیں، بلکہ لفظی اختلاف ہے اس لئے کہ جمہور محدثین عمل کو ایمان کامل کے لئے ضروری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرار دیتے ہیں اور جمہور فقہاء اس کا انکار نہیں کرتے ہیں اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ عمل ایمان کا جزء نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل نفسِ ایمان کا جزء نہیں ہے بلکہ کمال ایمان کا جز ہے اس کے محدثین بھی قائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تعبیر میں فرق ہے سب کا مقصد ایک ہے۔

فعبارتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذلک الجمال یشیر

مسلم ص۲۷

قال: فأخبِرنِی عن الإحسَان، قال أن تعبدَ اللّٰهَ کأَنک تراہ فإِنْ لم تکُنْ تراہ فھو یراک.

حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ مجھے اِحسان کے بارے میں بتلائیں، تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

احسان سے کیا مراد ہے؟

الاحسان میں الف لام عہد خارجی ہے اس سے مراد وہ احسان ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے۔

معنی الاحسان لغۃً وشرعاً:

احسان کے معنی لغت میں اچھا کرنا اور شریعت میں احسان وہ ہے جس کو حدیث ہذا میں حضورؐ نے بیان کیا ہے: "ھو مراعاۃ الخشوع والخضوع وما معنا ھما فی العبادات"

اس حدیث میں احسان کے دو درجے بیان کئے گئے ہیں (۱) ایک درجہ مشاہدہ ہے کہ ایسا تصور کر کے عبادت کرو گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو (۲) دوسرا درجہ مراقبہ ہے کہ اگر پہلا درجہ حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کأنک تراہ الخ کی ترکیب:

کأنک یہ مفعول مطلق ہے أن تعبد کانک تراہ ای أن تعبد اللّٰہ عبادة کأنک تراہ، قوله: فان لم تكن: مذکورہ حدیث میں احسان کے دو درجے ماننے کی صورت میں ان شرطیہ ہوگا اور اس کی جزا محذوف ہے اور فانہ یراک یہ جزا کے محذوف ہونے کی دلیل ہے۔

تقدیری عبارت: فان لم تكن تراه فاستمر على احسان العبادة فانه يراك اور فانه يراك یہ جزا نہیں ہوسکتا ہے اس لئے کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو یا نہیں ہر حال میں وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

امام نوویؒ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف ایک ہی بات کا بیان ہے کہ عبادت میں پوری طور پر خشوع وخضوع کرو، جیسے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو، اس لئے کہ اس طرح رعایت کرنے کا منشا خود اپنا مشاہدہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے اور وہ ہر حال میں دیکھتا ہے اس صورت میں ان وصلیہ ہوگا اور کچھ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۳۳)

(نوٹ): حدیث میں کأنک کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں خدا کا مشاہدہ و دیدار نہیں ہوسکتا ہے، دلیل یہ ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت ہے، تعلموا انه لن يرا احد منكم ربه حتى يموت". (مسلم ص ۲/۳۹۹)

مسلم ص ۲۷

قال فاخبرنی عن السَّاعَةِ قال: المسئولُ عنها بأعْلَمَ من السائِلِ، قال: فأَخْبِرنی عن أمارَاتِهَا قال أَنْ تَلِدَ الأمةُ رَبَّتَها و أن ترى الحُفاةَ العُرَاةَ العَالَةَ رِعَاءَ الشاء يتطاولون فى البُنيان.

جبرئیل نے کہا کہ آپ مجھے قیامت کے وقوع کے بارے میں بتلائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم جس سے سوال کررہے ہو وہ سائل سے زیادہ اس کے متعلق عالم نہیں ہے، تو جبرئیل نے کہا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ کچھ علامات ہی بتلائیں، آپ نے فرمایا کہ جب باندی اپنے آقا کو جننے لگے اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے محتاج بکریوں کو چرانے والے اونچی اونچی عمارت بنانے میں فخر کرنے لگیں۔

تحقیق الفاظ:

حفاۃ: یہ حافی کی جمع ہے اس کے معنی ہیں ننگے پاؤں والے، عراۃ: یہ عاری کی جمع ہے اس کے معنی ہیں ننگے بدن والے، عالۃ: یہ عائل کی جمع ہے اس کے معنی ہیں فقیر محتاج، رعاء یہ راعی کی جمع ہے بکریاں چرانے والے، شاء یہ شاۃ کی جمع ہے بمعنی بکری۔

معنی الساعۃ لغۃ و شرعاً:

ساعت لغت میں زمانہ کی ایک غیر معین مدت کے معنی میں ہے اور عرف میں شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ کو ساعت کہا جاتا ہے، اور شریعت میں قیامت کو ساعت کہا جاتا ہے۔

ساعت کی تین قسمیں ہیں (۱) ساعت کبریٰ قیامت ہے (۲) ساعت وسطی، ایک قرن کے لوگوں کی موت ہونا (۳) ساعت صغریٰ، ہر شخص کی تخصی موت کو ساعت صغریٰ کہا جاتا ہے۔

قولہ ما المسئول عنها با علم من السائل:

ما المسئول عن علم وقت الساعة لا عن علم محيهئا لانه مقطوع، یہاں سائل کے اعتبار سے اعلمیت کی نفی ہے لیکن یہ کنایہ ہے اس کے وقوع کے وقت کے نامعلوم ہونے میں برابری سے، اور یہاں سائل کو عام رکھا گیا ہے تاکہ اس کے بعد کوئی کسی سے سوال نہ کرے، اس بات کو حضرت جبرئیل بھی جانتے تھے اس کے باوجود جبرئیل نے سوال کیا تاکہ دوسرے لوگ آپ سے اس طرح سوال نہ کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله عن اماراتها

امارات: امارۃ کی جمع ہے بمعنی علامت، علامت قیامت دوقسم کی ہیں (۱) علامات صغری، ظہور مہدی سے پہلے کی علامتیں (۲) علامت کبریٰ، ظہور مہدی اور اس کے بعد کی علامتیں، اس حدیث میں علامت صغری کا بیان ہے۔

ان تلد الامة ربتها:

ایک دوسری روایت میں ''ربها'' تذکیر کے ساتھ آیا ہے، اس جملہ کے مفہوم ومطلب بارے میں مختلف اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔

(۱) شرعی احکام سے جہالت کا غلبہ ہوگا مالکان اپنی امہات اولاد کو کثرت سے فروخت کرتے رہیں گے اور فروخت ہوتے ہوتے مالک کے لڑکے یا لڑکی اس کو خریدیں گے اور ان کو معلوم نہیں ہوگا کہ یہی میری ماں ہے اور یہ غلبہ جہالت کی وجہ سے ہے۔

(۲) مسلمانوں کو فتوحات کی کثرت ہوگی اور لوگ کثرت سے ام ولد بنائیں گے اس کا لڑکا اس کا سید و مالک ہوگا اس لئے کہ باپ کا مال بیٹے کو ملتا ہے بسا اوقات اس کی زندگی میں اس کی اجازت سے تصرف کرتا ہے اور اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے اس وقت علامت قیامت کثرت فتوحات و کثرت سے باندی وام ولد کا رواج ہوگا۔

(۳) اولاد میں ماں باپ کی نافرمانی کی کثرت ہوگی کہ اولاد اپنی ماں کے ساتھ باندی کا سا معاملہ کریگی۔

(۴) امہات الاولاد بادشاہ ہوں گے جیسا کہ خلفاء بنو عباس ام ولد کی ہی اولاد ہیں، تو ماں بھی ان کی من جملہ رعایا ہوگی اور بادشاہ اس کا بھی سید ہوگا جیسا کہ دیگر لوگوں کا سید و مالک ہے۔ (فتح الملہم ۱/۱۶۹، نعمت المنعم ص ۱/۲۳۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلاصہ:

یہ ہے کہ رذیل اور ان پڑھ جاہل نالائق لوگوں کے لئے دنیا ہر اعتبار سے وسیع ہوگی، ملک بادشاہت ان کو مل جائے گی اور شریف لوگ ان کے زیر دست ہو جائیں گے الغرض معاملہ بالکل پلٹ جائے گا۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ. (شرح نووی ص ۲۸ /۱ درس مشکوٰۃ ص ۱/۳۵)

ایمان واسلام اور احسان کے ساتھ قیامت کا ربط:

دنیا کو جس مقصد کے لئے بنایا گیا وہ ایمان واسلام اور اخلاص ہیں جب یہ تینوں حاصل ہو جائیں گے تو مقصد پورا جائے گا اور جب کسی چیز کے بنانے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو اس کو توڑ دیا جاتا ہے لہٰذا ان تینوں کے بعد قیامت کا ذکر مناسب ہے۔ (درس مشکوٰۃ ص ۱/۴۴)

(۲) فتح الملہم میں علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ میرے استاذ شیخ الہند حضرت قاسم نانوتویؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں: کہ تکمیل عبادت کے دو مرتبے ہیں ایک کیفاً دوسرا کماً کیفاً تو اس طرح حاصل ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل ہوگئی اور بعثت نبوی اس تکمیل کے لئے تھی اور کماً اس وقت ہوگی جب ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے اور کوئی جگہ اسلام سے خالی نہ رہے اور یہ اب تک حاصل نہیں ہوئی اور حدیث میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا اور تمام دنیا کا مذہب اسلام ہوگا، الغرض جب دونوں (کیفاً وکماً) طرح عبادت کی تکمیل ہو جائے گی تو پھر دنیا ختم ہو جائے گی کیونکہ مقصود حاصل ہو جائے گا۔ (فتح الملہم ص ۱/۱۶۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ۳۰

جاء رَجُلٌ الی رسولِ اللّٰہ. صلی اللّٰہ علیه وسلم. من أهلِ نَجْدٍ ثائِر الرأسِ، نَسْمَعُ دَوِيَّ صوتِه ولا نَفْقَهُ ما يقولُ، حتى دنا من رسول اللّٰہ. صلی اللّٰہ علیه وسلم. فاذا هو يسأل عن الاِسْلام، فقال رسول اللّٰہ: خَمْسُ صَلَوٰتٍ فی الیومِ واللَّیْلَةِ فقال: هل عَلَیَّ غیرهن قال: لا إلا أن تَطَوَّعَ وصِیَامُ شَهْرِ رمضانَ، فقال: هل عَلَیَّ غیرُه، فقال: لاَ إلا أنْ تَطَوَّعَ قال: وذکره رسول اللّٰہ الزکاۃ فقال: هل عَلَیَّ غیرُها قال لا إلا أنْ تطوع.

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، اس کے بھنبھناہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی جبکہ اس کی بات ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ اس حالت میں وہ حضور کے قریب پہونچ گیا پھر وہ حضور سے اسلام کے بارے میں معلوم کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنی ہیں اس نے کہا کہ اس کے علاوہ تو اور نماز مجھ پر نہیں؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل نماز پڑھ لو، پھر آپ نے فرمایا اور رمضان کا روزہ رکھنا اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل روزہ رکھ لو، ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سامنے زکوۃ کا بھی تذکرہ کیا اس نے کہا کوئی اور تو مجھ پر فرض نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل صدقہ کرو۔

جاء رجل الخ رجل سے کون مراد ہے؟

اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ ابن بطالؒ اور قاضی عیاضؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رجل سے مراد ضمام ابن ثعلبہ ہیں جو بنی سعد بن بکر کے فرستادہ تھے اس لئے کہ امام مسلمؒ نے رجل مجہول کی روایت کے بعد ہی ضمام ابن ثعلبہ کی روایت ذکر فرمائی ہے نیز دونوں روایتوں میں ان کے بدوی ہونے کا تذکرہ ہے اور لا ازید ولا انقص کا قرینہ بتاتا ہے کہ دونوں میں ایک ہی شخص مراد ہے۔

لیکن علامہ طیبیؒ کا خیال ہے کہ دونوں روایتوں کا سیاق مختلف ہے کہ دونوں کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوالات مختلف ہیں، ابن حجر علامہ عینی اور علامہ انور شاہ کشمیری کا رجحان بھی یہی ہے۔

قوله ثائر الراس

یہ رجل کی صفت ہے اس وقت یہ مرفوع ہوگا اور منصوب ہوگا رجل سے حال ہونے کی صورت میں اور ثائر الرس یہ بعد مسافت کی طرف اشارہ ہے یسمع: یہ مضارع مجہول ہے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور نسمع بھی پڑھ سکتے ہیں جمع متکلم کے صیغے کے ساتھ۔

دوی: ایسی بلند اور مکرر آواز کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آئے، شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کو دوی کہا جاتا ہے۔

عن الاسلام:

جواب کا انداز بتاتا ہے کہ حقیقت اسلام اور ماہیت اسلام کے متعلق سوال نہیں تھا، بلکہ اسلامی اعمال وفرائض اسلام کے متعلق سوال تھا، یہی وجہ ہے کہ اس میں شہادتین کا ذکر نہیں ہے۔

مسئلہ وجوب الوتر

ائمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وتر واجب نہیں ہے بلکہ سنت مؤکدہ ہے یہ حضرات اس حدیث سے عدم وجوب پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صلاۃ خمسہ کے علاوہ بقیہ نمازوں کے وجوب کی نفی فرمائی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب۔

دلائل احناف:

(۱) عن عبدالله بریدة عن أبیه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا (ابوداؤد ص ۲۰۱/۱)

(۲) عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن وتره او نسیه فلیصل إذا أصبح او ذکره، اس میں وتر کی قضا کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم دیا گیا ہے اور قضا کا حکم واجبات میں ہوتا ہے نہ کہ سنن میں۔

(۳)عن خارجة بن حذافة: قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن الله أمدكم بصلاة هي خيرلكم من حمر النعم الوتر جعله الله تعالىٰ لكم فيما بين صلاة العشاء الى أن يطلع الفجر.

(الترمذی ص ۱/۸۵) (درس ترمذی ص ۲/۲۰۸)

الاجابات عن الحديث المذكور من الاحناف

حدیث باب بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے اس کے مختلف جوابات دیئے گئے۔

(۱) ملا علی قاریؒ نے اس کے دو جواب دئے ہیں (۱) کہ اس وقت وتر واجب نہیں ہوئے تھے، یعنی یہ واقعہ واجب وتر سے پہلا کا ہے (۲) وتر عشاء کے تابع ہیں اس لئے حضور نے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

(۳) حدیث میں فرائض اعتقادیہ کی نفی ہے اور وتر ہمارے نزدیک بھی فرائض اعتقادیہ میں سے نہیں ہیں (مرقات: ص ۱/۸۲)

(۴) عدم ذکر سے عدم وجوب لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ایک ہی حدیث میں تمام احکام کا ذکر ضروری نہیں ہے۔ (درس مشکاۃ ص ۱/۶۰)

قوله الا ان تطوع:

اس استثناء میں دو احتمال ہیں متصل کا بھی اور منفصل کا بھی تو شوافع وغیرہ اس استثناء کو منفصل قرار دیتے ہیں اور اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ نفل شروع کرنے سے اتمام واجب نہیں ہے اور توڑ دینے سے اس کی قضاء بھی لازم نہیں ہے، احناف اس کو استثناء متصل قرار دیتے ہیں۔ اور ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ صلاۃ خمسہ کے علاوہ دوسرا کوئی واجب نہیں ہے مگر یہ ہے کہ اگر نفل نماز شروع کرو تو واجب ہے اور احناف کہتے ہیں کہ استثناء میں اصل متصل ہے اور بلا وجہ اصل سے انحراف کرنا درست نہیں ہے۔ (درس مشکاۃ ص ۱/۴۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا عمل خیر کے ترک پر قسم کھانا درست ہے؟

اعتراض:

سائل کا قسم کھانا کس حد تک درست ہوگا حالانکہ خیر سے رکنے پر قسم کھانے کی ممانعت ہے پھر بھی آپ نے اس کو کیوں نہیں روکا؟

جوابات:

علامہ ابن حجرؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ممانعت ہر حال اور ہر شخص کے لئے نہیں ہے بلکہ احوال واشخاص کے اختلاف سے اس میں فرق ہوتا ہے آپ کا اس پر نکیر نہ فرمانا اس لئے تھا کہ اگر وہ تطوع نہ کرے تو اس پر انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ آپ نے اس کی قسم پر انکار نہیں فرمایا لہٰذا غیر فرائض کے ترک پر گناہ نہیں ہے اگر چہ فرائض کے علاوہ پر بھی عمل کرنے والا اس سے زیادہ کامیاب ہے۔

(۲) علامہ طیبیؒ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ کلام سائل سے قبولیت و تصدیق کے بارے میں بطور مبالغہ صادر ہوا ہے یعنی میں نے آپ کی بات پوری طرح قبول کر لی مزید سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قبول کرنے میں بھی کوئی کمی نہیں۔

(۴) لا ازید ولا انقص کا مطلب یہ ہے کہ میں مقدار فرض میں کمی و بیشی نہیں کروں گا، مثلاً فجر کی نماز دو رکعت ہیں اس مین کمی وزیادتی نہیں کروں گا۔

(۵) اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا اسی طرح پہنچا دوں گا اپنی طرف سے کمی وزیادتی نہیں کروں گا۔ (فتح الملہم ص ۱/۱۷۵)

قولہ افلح ان صدق:

اعتراض:

اس روایت میں أفلح ان صدق ہے دوسری روایت میں افلح و ابیہ قسم کے ساتھ ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کی روایات میں نبی کریم ﷺ فرماتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں: ألا أن اللّٰہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم، اس حدیث میں حضور نے صراحۃً غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا پھر حضور کے غیر اللہ کی قسم کھانے کی کیا مصلحت ہے؟

جوابات:

(۱) بعض لوگ ابیہ سے پہلے مضاف محذوف مانتے ہیں "ورب ابیہ" اور دوسرے لوگ اس کی نیت نہیں کرتے ہیں اس لئے ان کو منع کر دیا ہے آپ نے مضاف محذوف کی نیت کر رکھی ہے جس کی وجہ سے اس کا استعمال فرمایا ہے۔

(۲) یہ جملہ یمین لغو کی طرح ہے عادت کی بنا پر یہ جملہ زبان سے نکل گیا ہے جیسا کہ عقریٰ حلقیٰ کا لفظ اہل عرب کی زبان پر آجاتا ہے۔

(۳) اس طرح کے کلمات کا استعمال دو طرح ہوتا ہے ایک بطور تعظیم و برکت کے دوم بطور تاکید کے بطور تعظیم اس کا استعمال منع ہے اور بطور تاکید کے درست ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۴۱)

مسلم ص ۳۱

عن ابی ھریرۃ أن أعرابیًا جاء الی رسول اللّٰہ فقال: یا رسولَ اللّٰہ دُلّنِی علی عملٍ إذا عَمِلْتُہ دخلتُ الجنۃَ قال: تعبدُ اللّٰہ ولا تُشرِکُ بہ شیئا وتقیمُ الصلاۃَ المکتوبۃَ وتُؤَدِّیْ الزکاۃَ المفروضۃَ وتصومُ رمضانَ قال: والذی نفسی بیدہ لا أزیدُ علی ھذا شیئا أبداً ولا انقُصُ فلما وَلّٰی قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سَرَّہ ان ینظُرَ إلی رجلٍ من أھل الجنۃ فَلْیَنْظُرْ إلی ھذا۔

حضرات ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے رسول آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں، تو حضور نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرض نماز ادا کرو اور زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزہ رکھو، تو اس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ہرگز اس میں کمی وزیادتی نہیں کروں گا، پھر جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس کو دیکھ لے۔

کیا اعمال دخول جنت کا سبب ہیں؟

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء حقیقی نہیں اور درحقیقت دخول جنت کا سبب بھی نہیں، بلکہ دخول جنت کا سبب حقیقی تو ایمان ہے ہاں اعمال جنت میں دخول اولی کا سبب ہیں اور نفس ایمان سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اس لئے کہ احادیث کثیرہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نفس ایمان محض جہنم سے نجات کا سبب ہے جیسا کہ آیت قرآنیہ ہے"إن اللّٰه لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" اور ابوذر غفاری کی روایت میں ہے قال یا رسول اللّٰہ وان زنی وان سرق؟ قال وإن زنی وإن سرق الخ.

کیوں کر اس کو جنت کی بشارت دی جبکہ اس میں حج کا ذکر نہیں؟

یہ روایت مختلف طرف سے مروی ہے بعض میں حج کا تذکرہ ہے اور بعض میں نہیں لہٰذا یہ روایت خصال ایمان کی تعداد میں مختلف ہے چنانچہ حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف روایت آپ ﷺ کی طرف سے نہیں بلکہ یہ اختلاف راویوں کی طرف سے ہے بعض نے مکمل حدیث کو یاد رکھا بعض نے مختصراً یاد کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ ۳۴/۳۳

عن ابن عباس قال قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِالقَيسِ على رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقالوا: يا رسول الله انا هذا الحَيَّ من ربيعة وقَد حالَتْ بيننا وبينک كفَّارُ مُضَرَ لا نخلُصُ إليک إلا فی شَهْرِ الحَرَام فمُرْنا بأَمْرٍ نَعْمَلُ به ونَدْعُو إليه مَنْ ورائنا قال آمرُكم بأَرْبع وانْهَاكُم عن أَرْبع الايمانُ بالله ثم فسَّرَ لهم فقال: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسولُ الله وإقام الصلاةِ وإيتاءُ الزكاةِ وأَن تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وأَنْهٰاكُم عن الدُّبَاءِ وَالحَنتَمِ والنَّقيرِ والمُقَيَّرِ وزَادَ خَلفٌ فی روايته شَهَادَةُ أن لا اله إلا الله وعَقَدَ وَاحِدَةً.

’’حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ ﷺ کے پاس عبدالقیس کا قافلہ آ کر کہا یا رسول اللہ ہم لوگ قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں، ہم لوگ شہر حرام کے علاوہ اور مہینوں میں نہیں آسکتے ہیں، اس لئے ہم کو ایسی باتیں بتلا دیجئے کہ ہم اس پر عامل ہو جائیں، اور جو لوگ یہاں نہیں آسکتے ہیں ہم ان کو دعوت دیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں، ایمان باللہ کا حکم دیتا ہوں پھر اس کی تفسیر ان لوگوں کو بتاتے ہوئے فرمایا کہ ایمان باللہ خدا کی وحدانیت اور محمد علیہ ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی شہادت دینا ہے نماز ادا کرنا زکاۃ دینا اور غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور میں تم کو دباء، حنتم، نقیر اور مقیر سے منع کرتا ہوں، حضرت خلف نے اپنی روایت میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ شہادت پر آپ نے ایک انگلی بند کر لی۔

وفد عبدالقیس کا واقعہ

منقذ بن حبان بڑے تاجروں میں تھے ان کی تجارت مدینہ تک پھیلی ہوئی تھی، ایک مرتبہ حضور اس کے پاس سے گذرے تو وہ حضور کے احترام میں کھڑے ہو گئے آپ نے ان کے اور ان کی قوم کے حالات سرداروں کے نام بنام اتنی تفصیل سے پوچھے کہ حضرت منقذ کو حیرت ہونے لگی تفصیلی گفتگو کے بعد وہ بہت متاثر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو گئے پھر سورۂ فاتحہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر کے جب وہ وطن واپس جانے لگے تو اس قبیلہ کے نام خط لکھوا کر آپ نے ان کو عنایت فرمایا مگر انہوں نے وطن پہونچتے ہی اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا بلکہ چھپاتے رہے نماز کا وقت ہوتا تو وضوء کر کے نماز پڑھ لیتے ان کی بیوی نے اپنے والد منذر بن عائذ (جو منقذ بن حبان کے خسر ہیں) سے اس کا تذکرہ کیا، خسر نے داماد سے پوچھا کہ یہ کیا نئی بات ہے؟ تو انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا اور خط پڑھ کر سنایا تو وہ مسلمان ہو گیا پھر اپنی قوم کو وہ خط پڑھ کر سنایا تو قوم کے سبھی لوگ مسلمان ہو گئے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ ادھر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک قافلہ آنے والا ہے جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہے حضرت عمران کو دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے جب قافلہ نظر آیا تو ان کو آپ کی بشارت سنائی جب ان لوگوں نے آپ کو دور سے دیکھا تو بے تاب ہو کر فرط محبت میں اپنا سامان اسی طرح چھوڑ کر دیوانوں کی طرح آپ کی خدمت میں دوڑ پڑے اور فرط محبت میں آپ کا دست مبارک چومنے لگے شیخ عبد القیس جوان کے سردار تھے اگر چہ نوجوان تھے سب سے پیچھے رہ گئے انہوں نے سب سے پہلے لوگوں کے اونٹ باندھے پھر اپنا لباس سفر اتار کر دوسرا سفید لباس پہنا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک پر بوسہ دیا قد رتا بد شکل تھے جب حضورؐ نے ان کی طرف نظر اٹھائی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آدمی کی قیمت صرف اس کے ڈھانچہ سے نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی قدر و قیمت اس کے صرف دو چھوٹے اعضاء زبان و دل سے ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور رسول پسند کرتے ہیں دانائی اور بردباری، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ خصلتیں مجھ میں پیدائشی ہیں یا کسب سے حاصل کی ہیں فرمایا پیدائشی ہیں۔ (شرح نووی ص ۱/۳۴)

اجمال اور تفصیل کے درمیان مطابقت کیوں نہیں؟

(یہاں در حقیقت مامور بہ ایک ہی چیز ہے اور وہ ایمان باللہ ہے جس کی تفصیل بقیہ ارکان ہیں اور مامور بہ اگر چہ ایک ہی چیز ہے مگر اجزاء تفصیلیہ کے اعتبار سے ازبع سے تعبیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا۔)

اعتراض:

یہ ہے کہ اجمال میں چار چیزیں ہیں اور تفصیل میں پانچ چیزیں ہیں ان دونوں کے درمیان مطابقت کیوں نہیں؟

جواب:

علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ (۱) چونکہ یہ لوگ کفار مضر کے جوار میں رہتے تھے اور ان سے قتل وقتال کی نوبت آتی ہے اور مال غنیمت بھی مل سکتا ہے اس لئے حضورؐ نے اصل چار چیزوں کو بیان کرنے کے بعد ان کی ضرورت کی بنا پر ایک زائد امر بیان فرمادیا۔ (۲) اداء خمس زکاۃ کی جنس میں سے ہونے کی وجہ سے وہ زکاۃ میں شامل ہے (۳) قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے چار چیزوں کو بیان کیا راوی نے نسیانا ان کو بیان نہیں کیا یہاں جن چیزوں کا بیان ہے وہ سب ایمان کی تفصیل ہے۔ (۴) ان تؤدوا من المغنم کا عطف اربع پر ہے یعنی آپ نے چار چیزوں کا حکم فرمایا اور اعطاء خمس کا بھی حکم فرمایا۔ (فتح الملہم ص ۱۸۳، ۱۸۴؍۱)

مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کا کیا حکم ہے؟

ان چاروں قسم کے برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس لئے کہ ان میں بہت جلد سکر آجاتا ہے تو جب شراب حرام کردی گئی تو ابتدا میں ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی بھی ممانعت کردی گئی کیونکہ ان کے دلوں میں ابھی تک شراب کی نفرت پیدا نہیں ہوئی تھی اس لئے کہ عدم علم کی بناء پر بھی نبیذ سمجھ کر شراب پی جانے کا قوی اندیشہ تھا نیز اس کو دیکھ کر نفس شراب میں مبتلا ہونے کا بھی احتمال تھا اس وجہ سے ان برتنوں کو سرے سے قریب لانے سے منع کیا گیا تاکہ پوری طرح نفرت پیدا ہو جائے۔ پھر چند دنوں کے بعد جب شراب کی نفرت دلوں میں پیدا ہوگئی تو اس ممانعت کا حکم بھی منسوخ ہوگیا، چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''کنت نهيتكم عن الانتباذ إلا في الاسقية فانتبذوا في كل وعاء ولا تشربوا الخ''۔

یہی امام ابوحنیفہ وشافعی کا مذہب ہے۔

لیکن امام مالکؒ واحمدؒ فرماتے ہیں ممانعت کا حکم اب بھی باقی ہے دلیل میں حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں کہ حضرت سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت نے حرمت کا فتویٰ دیا اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نسخ کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حرمت کا فتویٰ دیا ہے اور بعد میں ان سے رجوع ثابت ہے۔

یہاں حج کا ذکر کیوں نہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایسے امور کو بیان کرنا ہے جو فی الفور واجب ہوں اور حج واجب علی التراخی ہے یا حج کا معاملہ ان کے یہاں مشہور تھا۔ (۲) یا کفار مضر کے حائل ہونے کی وجہ سے وہ حج پر قادر نہ تھے (۳) اس روایت میں حج کا ذکر نہیں ہے لیکن مسند احمد کی روایت میں حج کا ذکر ہے۔

اجمال کے بعد تفصیل کی کیا وجہ ہے؟

تفصیل سے پہلے یہاں اجمالا بیان کیا گیا تا کہ مخاطبین کو اس کے سننے کا شوق و رغبت پیدا ہو جائے اور یاد کرنے میں سہولت ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۳۶

عن ابن جريج قال: أخبرني أبو قزعة أن أبا نضرة أخبره وحسنا أخبرهما أنّ أباسعيد الخدري أخبره أن وفد عبد القيس لما أتوا النبيّ صلى الله عليه وسلم. قالوا: يا نبيّ اللّٰهِ جعلنا اللّٰهُ فداك ماذا يصلح لنا من الأشربة فقال: لا تشربوا في النقير قالوا: يا نبيّ اللّٰهِ جعلنا اللّٰهُ فداك أو تدري ما النقير قال: نعم الجذع ينقر وسطه ولا في الدّبّاء ولا في الحنتم وعليكم بالموكا.

''حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوقزعہ نے بیان کیا کہ ابونضرہ ابوقزعہ اور حسن سے بیان کیا کہ ابوسعید خدریؓ نے ان سے بیان کیا کہ وفد عبدالقیس جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہا اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ ہم کو آپ پر فدا کر دیں۔ ہمارے لئے کن برتنوں کا استعمال درست ہے تو حضور نے فرمایا نقیر میں مت پیو، ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ پر ہماری جان قربان ہو۔ کیا آپ کو معلوم ہے نقیر کیا چیز ہے تو حضور نے کہا ہاں، کھجور کے درخت کی جڑ ہے جس کو کھود کر پیالہ بنالیا گیا ہے اور نہ ہی دباء (کدو کے برتن) میں نہ سبز رنگ کے گھڑے میں اور مشکیزہ استعمال کیا کرو۔

تحقیق الفاظ:

النقیر: کھجور کے درخت کی جڑ کو کھود کر پیالہ سا بنالیا جاتا ہے اسے نقیر کہا جاتا ہے۔

الحنتم: شراب کا سبز رنگ کا گھڑا ہے۔

الدباء: کدو کو اس کے پودے پر ہی خشک کرلیا جائے پھر اندر سے خشک گودا نکال کر برتن بنالیا جاتا ہے اس کو دبا کہا جاتا ہے۔

الموکا: اس کے معنی مشکیزہ کے ہیں موکا اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افعال سے أوكأ يوكأ باندھنا الموکا وہ مشکیزہ ہے جس کا منہ باندھ دیا گیا ہوان برتنوں کا حکم مع اختلاف ودلائل گذر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله أخبرني أبو قزعة أن أبا نضرة أخبره وحسنا أخبرهما

حافظ ابوموسی اصفہانی نے ذکر کیا کہ اس سند میں حسن سے مراد حسن بن مسلم یناق ہیں جو ابن جریج کے استاذ ہیں، ابونضرہ نے اس حدیث کو ابوقزعہ اور حسن دونوں سے بیان کیا (یعنی ابوقزعہ اور حسن دونوں ابونضرہ کے شاگرد ہیں) اسی بات کی تاکید کی غرض سے "اخبرهما" لاکر مکرر ذکر کیا ہے کیونکہ اخبر کا فاعل ابونضرہ ہیں اور ہما کا مرجع حسن اور ابوقزعہ ہیں دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اخبرهما، کا مفہوم بالکل وہی ہے جو"أن أبا نضرة أخبره وحسنا" کا ہے، محض تاکید کے لئے مکرر لایا گیا ہے۔(نفع المسلم ص ۱/۱۴۵)

قوله شعبة وربما قال المقير

شعبہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابوجمرہ نے مزفت کی جگہ کبھی کبھی نقیر کا لفظ استعمال کیا، ابن حجر فرماتے ہیں کہ اول کے تینوں کے بارے میں تو یقین ہے لیکن رابع کے بارے میں شک ہے (وہ نقیر ہے) اور تیسرا کے تلفظ کے بارے میں شک ہے کبھی مزفت کا ذکر کرتے ہیں کبھی مقیر کا۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۵۰)

مسلم ص۳۶

عن ابن عباس أن معاذا قال بَعَثَنِي رسولُ الله. صلى الله عليه وسلم. فقال: إنَّكَ تاتي قوماً من أهل الكتاب، فادْعُهم الى شهادة أن لا اله إلا الله وأني رسول الله فإن هم أطاعُوا لذلك فَأَعْلِمْهُمْ أن الله افتَرَضَ عليهم خَمْسَ صلواتٍ في كل يوم وليلة، فإن هم أَطَاعُوا لذلك، فَأَعْلِمْهم إن اللّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤخذُ من أغنيائهم فتُرَدُّ إلى فقرائهم فإنْ هم أطاعوا لذلك فإياكَ وكَرَائِمَ أَموالِهِمْ واتَّقِ دَعْوَةَ المظلومِ فإنه ليس بَينه و بين الله حِجَابٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یمن بھیجا فرمایا تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں ان کو دعوت دینا کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے شب و روز میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر خود ان کے فقراء کو دے دی جائے گی، اگر وہ اس کو مان لیں تو سنو ان کے عمدہ مال لینے اور مظلوم کی بددعاء سے بچنا کیوں کہ مظلوم کی بددعا اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا ہے۔''

معاذؓ کو کس سن میں یمن بھیجا؟

حضرت معاذؓ کی روانگی کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ معاذؓ کی روانگی یمن کی طرف حجۃ الوداع سے قبل ۱۰ھ میں ہوئی، (فتح الباری ص ۳/۳۸۵)

مشہور مؤرخ واقدیؒ کا خیال ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ھ میں ابن سعد کی رائے کہ ۱۰ھ ربیع الآخر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ فتح مکہ کے سال روانہ کیا، لیکن تمام مؤرخین و محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت معاذؓ برابر یمن میں مقیم رہے اور صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مدینہ منورہ تشریف لائے بعد میں شام منتقل ہوئے اور وہیں رحلت فرما گئی، حدیث باب سے محسوس ہوتا ہے کہ حضرت معاذؓ کو آخری نصیحت فرما رہے ہیں۔ (فتح الملہم ص ۱/۱۸۶)

حج و صوم کا ذکر کیوں نہیں جبکہ وہ اسلام کے دو اہم رکن ہیں؟

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اصل حدیث میں تو ان کا ذکر ہے لیکن راوی نے سہواً نسیاناً چھوڑ دیا ہے لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ ایسی اہم چیز کے متروک ہونے کو نسیان پر محمول کیا جائے تو راویوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور ہر روایت میں نسیان کا احتمال پیدا ہو جائے گی۔ (شرح نووی ص ۱/۳۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حج اور روزہ دونوں ارکان اسلام میں شامل ہیں لیکن شریعت نے نماز و زکاۃ کو جتنی اہمیت دی ہے نسبۃً اتنی اہمیت ان دونوں کو نہیں دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جابجا نماز اور زکاۃ کا ذکر ہے نیز یہ ان کی اہمیت کی علامت ہے کہ یہ ہر مکلّف پر واجب ہونے کے بعد خود سے انجام دینی پڑتی ہے ان میں فدیہ دینے سے سبکدوشی نہیں ہوتی ہے (الا فی جہ خاص) برخلاف صوم و حج کے کہ ان میں فدیہ دینے سے قائم مقامی ہوجاتی ہے۔

(۳) حج کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ حضرت معاذؓ کی بعثت کے وقت حج فرض نہ ہوا تھا کیونکہ ایک قول کے مطابق حضرت معاذؓ ۸ھ میں گئے، جبکہ حج ۹ھ میں فرض ہوا مگر یہ جواب اس وقت کمزور ہوجاتا ہے جبکہ ان کی روانگی کے بارے میں راجح قول ۱۰ھ کا ملتا ہے۔

(۴) شارع کا مقصد جہاں ارکان اسلام کی تعلیم دینا ہوتا ہے وہاں سبھی ارکان اسلام کو ذکر کرتے ہیں اور جہاں غیروں کو دعوت دینے کی بات آتی ہے وہاں صرف تین کا ذکر کرتے ہیں (۱) شہادتین (۲) نماز (۳) زکاۃ چنانچہ قرآن کریم میں ہے، ”فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم“۔

کیا خبر واحد سے استدلال درست ہے یا نہیں؟

حدیث باب اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر واحد سے استدلال کرنا درست ہے امام نوویؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس کی صراحت کی ہے اور انہوں نے صاحب التلویح کی تردید کی ہے صاحب التلویح کی رائے ہے کہ خبر واحد سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

کیا کفار فروع الشریعہ کے مخاطب ہیں؟

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار ایمان وعقوبات (سوائے حد شرب کے) اور تمام معاملات کے مخاطب ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کافر پر ایمان لانے کے بعد حالت کفر کی نمازوں کی قضا لازم نہیں اختلاف صرف عبادات میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شافعیہ و مالکیہ فرماتے ہیں کہ کفار عبادات کے بھی مخاطب ہیں اور مخاطب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں ان کو ترک عبادات پر مزید عذاب دیا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ وہ بغیر ایمان کے اگر وہ عبادات میں سے نماز وغیرہ ادا کرے تو صحیح ہے۔

احناف کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں

چنانچہ علامہ ابن العابدینؒ شامی ردالمختار میں شرح المنار لصاحب البحر سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کفار ایمان وعقوبات (سوائے حدشرب کے) اور تمام معاملات کے مخاطب ہیں اور عبادات کے بارے احناف میں تین جماعت ہیں۔

(۱) مشائخ بخارا کہتے ہیں کہ کفار صرف اداءً عبادات کے مخاطب ہیں (۲) مشائخ عراق کہتے ہیں کہ کفار اداءً و اعتقاداً دونوں اعتبار سے عبادات کے مخاطب ہیں، یہ قول شافعیہ و مالکیہ کے قول کی طرح ہے، (۳) مشائخ سمرقند کہتے ہیں کہ کفار عبادات کے مطلقا (نہ اداء اور نہ اعتقاداً) مخاطب نہیں ہیں۔

خلاصہ: شافعیہ و مالکیہ اور حنفیہ میں سے مشائخ عراق کے نزدیک کفار ایمان کی طرح عبادات کے بھی مخاطب ہیں۔

شافعیہ و مالکیہ ومشائخ عراق کے دلائل

قولہ تعالیٰ: فويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكوة (۲) وقوله تعالیٰ: ما سلككم في سقر قالوا لم نك من المصلين (۳) فلا صدق ولا صلی،

یہی قول راجح ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۱۸۷)

مشائخ سمرقند و بخارا کے دلائل

مشائخ سمرقند و بخارا کے پاس حدیث باب کے علاوہ کوئی دلیل نقلی نہیں ہے (۲) دوسری دلیل قیاس سے پیش کرتے ہیں کہ کفار اگر فروع کے مخاطب ہیں تو ان کے ادا کرنے سے صحیح ہونا چاہئے تھا حالانکہ بلا ایمان عبادت صحیح نہیں ہے لہذا کفار کا فروع کے مخاطب ہونا درست نہیں ہے۔ (درس مشکوۃ ص ۲/۱۶۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(فائدہ): یہ حدیث اور قرآنی آیات دلالت کرتی ہیں کہ سب سے پہلے مکلّف پر ایمان کا اقرار واجب ہے اور انبیاء علیہم السلام نے سب سے پہلے ایمان کی دعوت دی۔

حدیث باب میں شہادت وصلاۃ وزکاۃ کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے اور مبانی اسلام کے بیان میں اس کے تمام ارکان کو بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں دعوت اسلام کا بیان ہوتا ہے وہاں شہادت وصلاۃ اور زکاۃ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: فإن تابوا و أقاموا الصلاۃ و اٰتوا الزکاۃ، فخلو سبیلھم (۲)فإن تابوا و أقاموا الصلاۃ و اٰتوا الزکاۃ فإخوانکم فی الدین.

مسلم ص۳۷

عن ابی ھریرۃ قال: لَمَّا تُوفِّيَ رسولُ اللّٰہ، واسْتُخْلِفَ أبوبکر بعدہ، وکَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ العَرَبِ قال عمر بن الخطاب لأبی بکر: کیف تقاتِلُ الناسَّ، وقد قال رسول اللّٰہ: صلی اللّٰہ علیہ وسلم. أُمِرْتُ أن أُقَاتِلَ النَّاسَ حتی یقولوا لا إلہ إلا اللّٰہ، فمن قال لا إلہ إلا اللّٰہ، فقد عصم منی مَالَہَ ونَفْسَہُ إلا بِحَقِّہِ، وحِسَابُہُ علی اللّٰہِ، فقال أبوبکر: واللّٰہ لأقاتلن مَنْ فَرَّقَ بین الصلاۃِ والزکاۃِ فإن الزکاۃ حَقُّ المالِ.

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی اور اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو عرب میں بعض لوگ مرتد ہو گئے، تو حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا، آپ لوگوں سے کیوں جہاد کریں گے؟ جبکہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے چنانچہ جو شخص اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو اس نے اپنا مال و جان محفوظ کر لیا ہے مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور اس کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں سے قتال و جہاد کرتا رہوں گا جو زکاۃ اور صلاۃ کے درمیان تفریق کرے اس لئے کہ زکاۃ مال کا حق ہے‘‘۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرتد ہونے والوں کے اقسام:

آپ کی وفات کے بعد بعض عرب مرتد ہو گئے تھے اور زیادہ تر عرب اسلام پر باقی تھے۔ مرتد ہونے والوں کے چار گروہ ہیں۔

(۱) ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو اپنے آباء واجداد کے دین کو اختیار کر کے بت پرست ہو گئے۔

(۲) ایک گروہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ مدعیان نبوت کے تابع ہو گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔

(۳) ایک جماعت ایسی تھی کہ اسلام کے دیگر احکامات پر ان کا ایمان وعمل تھا مگر وہ لوگ فرضیت زکاۃ کے منکر ہو گئے اور تاویل کرتے ہوئے کہتے تھے کہ زکاۃ آپ کے ساتھ خاص ہے اور اس پر استدلال کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے "خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم إن صلوتك سكن لهم" کہ غیر نبی سے طہارت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ لہٰذا زکاۃ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

(۴) ایک جماعت فرضیت زکاۃ کی منکر نہیں تھی مگر وہ لوگ خلیفہ وامام ابوبکر صدیق اور ان کے عاملین کو زکاۃ دینے کے لئے تیار نہیں تھے وہ لوگ بھی مثل دیگر جماعتوں کے امام و خلیفہ سے مقابلہ وقتال کرنے لگے، یہ لوگ کافر نہیں تھے بلکہ باغی تھے مگر ان لوگوں کو بھی تبعا لغوی معنی میں مرتدین میں شمار کرلیا،

کفر من کفر من العرب کا مصداق یہ چار جماعتیں ہیں۔

(نوٹ): حضرت عمرؓ کا زکاۃ کی فرضیت کے منکرین کے کفر میں اختلاف نہیں تھا، مگر مسلمانوں میں سارے عرب سے لڑنے کی طاقت نہیں پا رہے تھے اس لئے ابوبکر کو نرمی کا مشورہ دیا اور ان کی رائے یہ تھی کہ ایسے لوگوں کی تالیف قلب کی جائے ایک ساتھ سب سے قتال میں دشواری ہوگی مگر حضرت ابوبکر کے عزم کو دیکھ کر حضرت عمر کو شرح صدر ہو گیا اور انہوں نے بھی موافقت کی (حضرت عمر کا اعتراض صرف تیسری جماعت کے بارے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھا)۔ (نعمت المنعم ص ۲۵۳، ۲۵۴)

حضرت ابوبکر کے دلائل:

(۱) تمام صحابہ کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ اگر جماعت کثیرہ نماز ترک کردے تو ان سے قتال کیا جائے گا حضرت ابوبکرؓ نے اسی پر قیاس کیا کہ زکاۃ کا حال بھی ایسا ہوگا اس لئے کہ نماز جان کا حق ہے اور زکاۃ مال کا حق ہے لہٰذا ''إلا بحقه'' میں نماز کی طرح زکاۃ بھی شامل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت کو وہ حدیث یاد تھی جس میں ''یؤتوا الزکاۃ'' ہے اور استدلال میں اس کو ذکر کیا ہے پھر قیاس سے اس کو مزید طاقتور بنایا ہو یہی احتمال بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے نقلی وعقلی دونوں دلیلوں سے مسئلہ کو مدلل کیا۔ (نعمت المنعم ص ۲۵۵/۱)

کیا کفار سے جنگ بندی کی صورت صرف ایمان ہے؟

اس روایت میں مشرکین سے جنگ بند کرنے کی صرف ایک ہی صورت بنائی گئی ہے حالانکہ جس طرح اقرار توحید کے بعد جنگ بندی کی جاتی ہے اسی طرح اگر کفار صلح کرلیں یا جزیہ منظور کرلیں تو ان صورتوں میں بھی جنگ بندی ہوسکتی ہے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ کفار سے جنگ بندی کی تین صورتیں ہیں (۱) اقرار توحید کرلیں (۲) صلح کرلیں (۳) جزیہ دینا منظور کرلیں۔

اعتراض: رہی بات یہ کہ حدیث میں تو جنگ بندی کی صرف ایک ہی صورت مذکور ہے اور وہ اقرار توحید ہے۔

جواب: تو اس کے مختلف جوابات ہیں۔

(۱) صلح اور جزیہ کا حکم اس حدیث کے بعد نازل ہوا ہے کیونکہ صلح کا حکم ۸ھ میں جزیہ کا حکم ۹ھ میں نازل ہوا ہے (۲) الناس سے مراد مشرکین عرب ہیں کہ ان سے جنگ بندی کرنے کی صورت صرف اقرار توحید ہے (۳) قتال سے معنی عام مراد لیا جائے خواہ قتال ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا قتال کے قائم مقام جزیہ اور صلح ہو۔

حکمِ تارک صلاۃ:

اس میں تین اقوال ہیں (۱) حضرت علیؓ، عبداللہ ابن مبارکؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں تارک صلاۃ عمداً کافر و مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے اس لئے تارک الصلاۃ کو کفر و ارتداد کی بنا پر قتل کیا جائے گا۔

(۲) امام مالکؒ و شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تارک صلاۃ کافر تو نہیں ہے بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے لیکن اس پر حد جاری ہوگی اور اس کی حد قتل ہے اس کو حداً قتل کیا جائے گا شادی شدہ زانی کی طرح مگر اس تارک صلاۃ کا قتل تلوار سے ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو تین دن قید میں رکھ کر مہلت دی جائے اگر وہ توبہ کرلے اور نماز شروع کردے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے اتنے کوڑے لگائے جائیں کہ لہولہان ہو جائے یہی مذہب راجح ہے۔

فریق اول کی دلیل:

قوله عليه السلام إن بين الرجل و بين الشرك والكفر ترك الصلاة.

فریق ثانی وثالث کے دلائل:

(۱) قوله تعالىٰ: إنَّ الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشا. (۲) قوله عليه السلام من قال لا إله إلا الله دخل الجنة.

(۳) قوله عليه السلام حرم الله على النار من قال لا إله إلا الله.

حضرت عمرؓ نے اولاً انکار کیوں کیا؟

اس مسئلہ میں حق حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہے رہی بات حضرت عمر کا انکار کرنا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت عمرؓ کو صلاۃ و زکاۃ کا حکم معلوم نہیں تھا جبکہ زکاۃ و صلاۃ کا لفظ روایت میں موجود ہے اور حضرت عمر کو اس کا علم نہیں ہوا تھا جیسا کہ حضرت انس و ابن عمر کی روایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں زکاۃ کی زیادتی ہے اور یہ زیادتی ابو بکر و عمر سے مخفی ہونے کی وجہ سے حضرت عمر نے اولاً انکار کیا ہے لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے قیاس سے استدلال کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو بھی اس زیادتی کا علم نہیں تھا ورنہ تو وہ قیاس کے بجائے حدیث سے استدلال کرتے۔

قوله الا بحقه:

مطلب یہ ہے کہ اسلام کے تحفظ کی خاطر مسلمان کی جان و مال غیر محفوظ سمجھا جائے گا جیسے قصاص وغیرہ میں جان محفوظ نہیں ہوتی ہے۔

قوله و حسابه علی اللّٰه:

یعنی اگر کوئی شخص اسلام کا اظہار کرتا ہے تو یہ اخلاص کے ساتھ ہے یا کسی اور غرض سے ہے ہم کو اس سے بحث نہیں، ہمیں دل کے احوال سے واقفیت نہیں ہم کو ظاہر پر عمل کرنا ہے حساب و کتاب آخرت میں خدا سے متعلق ہے جو دل کی حالت کو جانتا ہے وہ اس کے مطابق معاملہ فرمائے گا۔

قوله ولو منعوا عنی عقالا:

(عقال کے معنی جانور کی رسی کے ہیں، زکاۃ میں جانور کے ساتھ رسی کا دینا اور لینا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہو گیا، بعض کے یہاں رسی کا دینا بھی ضروری ہے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ متصدقین اونٹ کو قابو میں رکھنے کے لئے رسی بھی دیتے تھے اور مصدقین وصول کرتے تھے ابو بکر اسی کو فرماتے ہیں کہ جو رسی دیا کرتے تھے اس کو بھی روکیں گے تو میں ان کے ساتھ قتال کروں گا، آپ ﷺ کے زمانہ میں جیسا ہوتا تھا اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا ہے اور جن علماء کے یہاں رسی کا دینا لازم نہیں ہے وہ عقال کے غیر متبادر معنی مراد لیتے ہیں مثلاً عقال کا ترجمہ ایک سال کی پوری زکاۃ ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خود مال زکاۃ سے جو زکاۃ دی جائے وہ عقال ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۵۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۴۰

عن سعيد بن المسيب عن ابيه قال: لما حَضَرَا باطالب الوَفاةُ جاء ه رسولُ اللّٰهِ فوَجَدَ عنده اَبا جَهْلٍ وعَبْدَاللّٰهِ بنِ أَبِيّ أمية بنِ المُغِيْرَةِ فقال رسول اللّٰه. صلى اللّٰه عليه وسلم. يا عمِّ قل لا إله إلا اللّٰه كلمةً اَشْهَدُ لک بِها عندَاللّٰهِ.

حضرت سعید بن المسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب خواجہ ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو حضور ان کے پاس تشریف لائے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ ابن ابی موجود تھے، حضورؐ نے فرمایا اے چچا آپ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیجئے میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی شہادت دوں گا۔ (لیکن انہوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کردیا)۔

تشریح

اس روایت کے راوی مسیّب ابن حزن مخزومی ہیں ابوطالب کی وفات کے وقت مسیّب کافر تھے ممکن ہے ابوجہل کے ساتھ یہ بھی اس واقعہ میں شریک۔ پھر مسلمان ہونے کے بعد مسیّب نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو، ''حضرت بمعنی قربت ہے'' یعنی جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا اور موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو آپ نے ان کو ایمان کی تلقین کی، لیکن انہوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کردیا، تلقین ایمان کا یہ واقعہ نزع عالم غیب کے منکشف ہونے سے پہلا کا تھا کیونکہ غرغرہ اور نزع کے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

كما قال اللّٰه تعالىٰ: ''وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى إذا حضر أحدهم الموت قال إني تبت الآن''.

نیز اگر ابوطالب پر نزع کی حالت طاری ہوتی تو پھر حضور اور ابوجہل وغیرہ سے وہ کس طرح بات کرسکتے تھے اس وقت انسان اس عالم سے بالکل بے خبر ہوجاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابوطالب کا لوگوں سے بات کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور کی دعوت ایمان وتوحید کے وقت نزع کی کیفیت طاری نہیں ہوئی تھی؛ لہذا غرغرہ اور نزع کی حالت طاری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص ایمان لے آئے تو اس کا ایمان معتبر ہے البتہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر غرغرہ اور نزع کی حالت شروع ہونے کے بعد ایمان لاتا ہے تو اس کا ایمان معتبر نہیں ہے ؛ کیوں کہ باری تعالی کا ارشاد ہے "ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی إذا حضر أحدہم الموت قال إنی تبت الآن" ۔ (شرح نووی ۱/۴۰ مع صحیح مسلم)

کفار ومشرکین کے لیے استغفار کرنے کا حکم

کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کافر یا مشرک کے لیے استغفار کرے ؛ کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "ما کان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین" کہ نبی اور مؤمنین کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے استغفار کرنے کی بات ہے تو خود قرآن کریم میں موجود ہے "وما کان استغفار إبراهيم لأبيه إلا عن موعدة وعدها إياه فلما تبين له أنه عدو الله تبرأ منه" یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کا اللہ کا دشمن ہونا یعنی کفر پر مرنا معلوم ہوگیا تو انہوں تبری یعنی براءت ظاہر کرلی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم قیامت میں ہوگا اور وہاں تبری کریں گے۔

ابوطالب کی وفات:

ابوطالب کا انتقال ملت عبدالمطلب پر ہی ہوا ہے اور انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا ہے اس طرح حضرت عباسؓ کا نبی کریم ﷺ سے کہنا کہ آپ کے چچا آپ کی بہت حمایت کرتے تھے کفار کی ایذاء سے حفاظت کرتے تھے آپ نے ان کو کیا فائدہ پہونچایا تو آپ نے فرمایا:

هو في ضحضاح من النار.

یہ دلیل ہے کہ ابوطالب کا انتقال کفر پر ہوا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روافض کا مذہب:

روافض کہتے ہیں کہ خواجہ ابوطالب کا انتقال ایمان پر ہوا ہے چنانچہ یہ حضرت عباسؓ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت عباسؓ نے کان لگایا تو سنا کہ ابوطالب کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

جواب: یہ روایت صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے لہٰذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں اس ضعیف حدیث کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۱۹۷، نعمت المنعم ص ۵۸، ۱/۲۵۹)

ایمانِ فرعون:

قال اللّٰه عزوجل: ''إذا أدركه الغرق آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنوإسرائيل وأنا من المسلمين''.

فرعون ملعون غرق کے وقت ایمان لے آیا لیکن اس وقت کا ایمان اس کے لئے کارآمد نہیں ہوا، اس لئے کہ وہ غرغرہ کی حالت میں ایمان لایا اور اس حالت کا ایمان معتبر نہیں ہے بعض لوگوں نے محی الدین ابن العربی کی طرف یہ بات منسوب کی کہ وہ کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان نافع اور موجب نجات ہوا ہے علامہ شعرانی نے کہا کہ یہ نسبت غلط ہے کیونکہ ان کی عبارت میں غیروں نے اس کا الحاق کردیا ہے۔

نوٹ:

اس حدیث سے علماء کرام نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ غرغرہ کی حد شروع ہونے تک ایمان وتوحید کی دعوت دی جائے گی اور اس وقت بھی وہ ایمان قبول کرلے تو مؤمن ہوگا اور اس وقت کا ایمان دنیا وآخرت دونوں جگہ کارآمد ہوگا اسی لئے حضورؐ نے نزع سے قبل ابوطالب پر کلمہ توحید پیش فرمایا، حالت نزع وغرغرہ کا ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۱۹۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ۴۷

عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال إلایمان بضعٌ وسبعون شعبةً، فأفضلهاقول: لا إله إلا اللّٰه وأدناها إماطَةُ الاذٰی، والحیاء شعبةٌ من الایمان.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ایمان کے ستر (۷۰) سے زائد شعبے ہیں ان میں سب سے افضل کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور ان میں سب سے ادنیٰ تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا، اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

تشریح:

قولہ: " بضع " باء کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ اس کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا ٹکڑا پھر اس کو عدد میں تین سے لیکر نو تک اور تین سے لیکر دس تک بھی اور ایک سے لے کر چار تک یا چار سے نو تک اس کا استعمال کرتے ہیں، قولہ: "شعبة" کے اصل معنی درخت کی شاخ اور ہر چیز کی فرع حدیث میں "شعبة" سے مراد خصائل حمیدہ وثمرات ایمان ہے۔

فأفضلها:

اس میں جو فاء ہے اس کو فاء تفصیلیہ بھی کہا جاتا ہے یا وہ فاء جزائیہ ہے اس وقت تقدیری عبادت ہوگی۔

اذا کان الإیمان ذا شعب فأفضلها لا اله الا اللّٰه.

أدناها:

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) مرتبہ کے اعتبار سے کمتر ہونا (۲) حصول کے اعتبار سے نہایت آسان ہونا۔ فأفضلها سے حقوق اللہ کی طرف اشارہ ہے اس میں اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں کے لئے جس طرح حقوق اللہ کی رعایت ضروری ہے اسی طرح حقوق العباد کی رعایت بھی ضروری ہے پھر حدیث میں حقوق اللہ میں سے سب سے اعلیٰ کو لیا اور حقوق العباد میں سے سب سے ادنیٰ کو لیا اب اعلیٰ اور ادنیٰ کے درمیان جتنے بھی حقوق اللہ اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حقوق العباد ہیں سب آ گئے۔

خلاصہ: یہ نکلا کہ کامل مسلمان ہونے کے لئے جمیع حقوق اللہ وحقوق العباد کی پابندی ضروری ہے۔

اعتراض:

اس روایت میں بضع وسبعون کا ذکر ہے اور بخاری شریف میں ستون کا ذکر ہے اور بعض روایت میں اربع وستون کا ذکر ہے اور بعض روایت میں سبع وسبعون کا ذکر ہے لہٰذا تمام روایتوں کے درمیان تعارض ہے۔

جوابات:

(۱) حدیث کا اصل مقصد تحدید نہیں ہے بلکہ تکثیر ہے اور یہ سب الفاظ تکثیر کے لئے استعمال ہوتے ہیں، (۲) حضور کو اولاً عدد قلیل کی وحی آئی پھر شیئاً فشیئاً اضافہ ہوتا رہا، (۳) عدد قلیل عدد کثیر کے منافی نہیں ہے بلکہ عدد قلیل عدد کثیر میں شامل ہے۔

حیا کی لغوی وشرعی تعریف

الحیاء فی اللغة: تغیر وانکسار یعتری الإنسان من خوف ما یعاب به ویلام (وقد یطلق علی مجرد ترک الشیئ بسبب).

یعنی حیاء کے معنی: نفس کی ایک ایسی کیفیت ہے جو انسان میں خدا یا لوگوں کے خوف و مذمت سے پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں لوگ بری چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ (کبھی کبھی حیاء کا اطلاق کسی سبب کی وجہ سے محض شیئ کو ترک کرنے پر بھی ہوتا ہے)۔

الحیاء فی الشرع هو خلق یبعث علی اجتناب القبیح والامتناع من التقصیر فی حق ذی الحق،

یعنی حیاء ایسی خصلت وعادت ہے جو لوگوں کو برائی سے باز رکھے اور صاحب حق کے حق اداء کرنے پر آمادہ کرے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۱۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حیاء کے اقسام

حیا کی دو قسمیں ہیں (۱) حیا طبعی (۲) حیا کسبی۔ حدیث میں حیا کسبی مراد ہے جس کو انسان اپنی قدرت واختیار سے حاصل کرسکتا ہے اور طبعی اس کے لئے معاون ہے آدمی کو حیا کا مکلّف بنایا گیا ہے۔ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے بہت سے اچھے افعال سے لوگ باز آجاتے ہیں یہ حیا نہیں ہے بلکہ یہ جبن اور ضعف ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۶۸)

حیا کو الگ کیوں ذکر کیا گیا؟

حیا مذکورہ شعب میں داخل ہونے کے باوجود اس کو الگ سے اس لئے ذکر کیا کہ حیا بھی دوسرے شعب کی طرف داعی ہوتی ہے۔ (۲) حیا ایک امر طبعی ہونے کی بناء پر اس کے شعبہ ایمان میں سے ہونے میں اشکال ہوسکتا تھا اس لئے اس کو مستقل طور پر ذکر کیا۔

حیا بسیط ہے یا مرکب؟

بعض کی رائے یہ ہے کہ حیا مرکب ہے جبن اور عفت سے، بعض کی رائے ہے کہ حیا بسیط ہے وہ اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ حیا نام ہے کیفیت انقباض نفس کا اور وہ کیفیت متجزی نہیں ہے بعض کا خیال ہے کہ حیا مرکب ہے اور وہ لوگ حیا کو ایمان پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح ایمان اقرار باللسان تصدیق بالجنان اور اعمال بالارکان سے مرکب ہے اسی طرح حیا بھی مرکب ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حیا بسیط ہے۔

اعتراض: حیا کو شعبۂ ایمان میں کیسے شمار کیا جبکہ وہ ایک امر طبعی ہے؟

جوابات: (۱) یہاں حیا کو ایمان کا جزء اس کے نتیجہ کے اعتبار سے قرار دیا گیا ہے۔

(۲) اس کو اپنے محل میں استعمال کرنے کے اعتبار سے جز قرار دیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۴۸

عن عمران قال : قال رسول الله ﷺ : الحَيَاءُ خَيرٌ كُلُّهُ . فقال بُشَيرُ بْنُ كعبٍ : إنَّا لَنَجِدُ في بعضِ الكُتُبِ أو الحكمةِ أنَّ منه سَكِينَةً وَوَقَارًا لِلّهِ ، ومنه ضعفٌ . قال : فغضب عمرانُ حَتّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ .

ترجمہ: حضرت عمرانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیا میں سب کے سب خیر ہے۔ بشیر بن کعب نے کہا: ہم بعض کتابوں میں یا حکمت میں یہ بات ملتی ہے کہ حیا سے اللہ کا سکینہ اور وقار ہے، اور اسی سے ضعف ہے، فرمایا کہ حضرت عمران غصہ ہو گیے یہاں تک کہ ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

حیا کے سلسلہ میں حدیث اور کلام حکمت کے درمیان تعارض کا دفع

اس کا جواب یہ کہ حضرت عمرانؓ کی بات ہی صحیح ہے، اور جو بات حکمت کی کتابوں میں موجود ہے وہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ حدیث میں جس حیا کا تذکرہ ہے اس مراد حیا شرعی ہے اور حیا شرعی وہ ہے جس کی وجہ سے انسان جو چیز شرعا مذموم ہے اس سے احتراز کرے۔ اور طبیعت کی کمزوری یا کوئی صاحب مروت ایسی چیزوں سے پرہیز کرے جس سے اس پر نکتہ چینی ہوتی ہو یہ سب حیاء شرعی نہیں ہے، نیز طبیعت کی کمزوری کی بنا پر لوگ بہت سے اچھے افعال سے باز آجاتا ہے یہ حیا نہیں بلکہ جبن و بزدلی ہے، خلاصہ یہ کہ حدیث میں حیا سے مراد حیا شرعی ہے، اور حکمت کی کتابوں میں جس حیا کا ذکر ہے اس سے مراد حیا عرفی ہے لہذا حدیث اور کلام حکمت کے درمیان تعارض ختم ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۴۹

عن أنس عن النبی. صلی اللّٰه علیه وسلم. قال: ثَلاثٌ مَنْ کُنَّ فِیهِ وَجدَ بهن حَلاوَةَ الإِیمان مَن کان اللّٰهُ ورسولُه أَحَبَّ إلیهِ مما سواهما وأَنْ یحبَ المَرْأَ لا یُحِبَّهُ إلاللّٰه وأنْ یَکْرَهُ أنْ یَعُوْدَ فِی الْکُفرِ بعد أن ما أنْقَذَهُ اللّٰهُ منه کما یَکْرَهُ ان یَقْذَفَ فی النار.

حضرت انسؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا (۱) اللہ اور رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں ان دونوں کے ماسوا سے (۲) جب وہ کسی آدمی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے ہی محبت کرے (۳) اور کفر میں واپس جانا اتنا برا لگے جیسے آگ میں داخل ہونا۔

تشریح:

جب مؤمن کا ایمان درجہ بہ درجہ ترقی کرتا ہے اور ایمان اس کی رگوں میں سرایت کرتا ہے تو اس کا ایک ایمانی مزاج بن جاتا ہے، اور اس منزل پر اس کی نگاہوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ اور اس کے رسول کی ذات ہوتی ہے کہ اس کے ماسوا کی طرف رخ ہی نہیں کرتا ہے، اور ہر چیز میں اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے حتی کہ جب کسی انسان سے دوستی کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی ہے بلکہ خدا کی رضا مقصود ہوتی ہے اور ایمان کے علاوہ ہر چیز سے بیزاری اور نفرت ہوتی ہے اور کفر سے ایسی طبعی نفرت ہوتی ہے جیسے آگ سے نفرت ہوتی ہے۔

ایمانی حلاوت سے کیا مراد ہے؟

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء نے حلاوت کے معنی طاعت کی لذت اور خدا اور رسول کی رضا کے لئے مشقت اٹھانا بیان کیا ہے البتہ حلاوت کی مراد میں صوفیا اور فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، فقہا حلاوت معنوی روحانی مراد لیتے ہیں اور صوفیا حلاوت حسی مراد لیتے ہیں، علما کی ایک جماعت نے صوفیا کی رائے کو ترجیح دی ہے صحابہ کرام اور سلف کے واقعات سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صوفیا کے قول کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ حضرت بلال کا واقعہ۔

محبت کے معنی وحقیقت اور اس کے اقسام:

امام نووی فرماتے ہیں کہ "أصل المحبة الميل الى ما يوافق المحب"، کہ محبت نام ہے کہ دل کا میلان اس چیز کی طرف ہو جائے جو محبّ کے موافق ہو۔اور علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: المحبة ميل النفس إلى الشيئ لكمال أدرك فيه بحيث يحملها على ما يقرّبه إليه" لیکن حقیقت یہ ہے کہ محبت کی صحیح تعریف ممکن نہیں ہے اس لئے کہ یہ وجدانیات کے قبیل سے ہے اور وجدانی چیزوں کی تعریف ناممکن ہے محبت کے باب میں لوگوں کا کلام درحقیقت علامات محبت اور ثمرات محبت کے بارے میں ہے، اور محبت ایک طرح کا میلان ہے جو نفس میں پیدا ہوتا ہے۔

محبت کی تین قسمیں ہیں (۱) محبت عقلی (۲) محبت شرعی (۳) محبت طبعی۔

اسباب محبت چار ہیں (۱) جمال (۲) کمال (۳) احسان (۴) قرابت، حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں محبت سے مراد محبت اختیاری وعقلی ہے نہ کہ محبت طبعی اور علامہ بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہاں محبت سے محبت عقلی مراد ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۱۷)

حب اللہ ورسولہ کا کیا مطلب ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں: حب اللہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) ندب۔فرض وہ محبت ہے جو انسان کو اوامر کے بجالانے اور نواہی سے اجتناب کرنے اور مقدر (تقدیر) پر راضی ہونے پر ابھارے؛ لہٰذا جو شخص کسی معصیت یا حرام یا ترک واجب میں واقع ہو تو وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی محبت میں کمی ہے اور یہ حب اللہ میں کمی اور کوتاہی کا سبب ہے اس طور پر کہ اس نے اپنے نفسانی خواہشات کو اللہ کے حکم پر ترجیح دی۔

(۲) ندب وہ محبت ہے جو انسان کو نوافل کی پابندی پر ابھارے اور شبہات میں واقع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونے سے بچائے۔ اسی طرح حب رسول کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) ندب۔

مسلم صـ۵۱

مَن رای منکم مُنکراً فلیُغیّرہ بیدہ فإن لم یستطِع فبِلِسَانِہ فإن لم یَستَطِع فَبِقَلبِہ وذلک أضعفُ الإیمان.

تم میں سے جو شخص کوئی خلاف شرع چیز دیکھ لے تو وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے دور کرنے کی کوشش کرے، اور اگر اس کی طاقت نہیں ہے، تو زبان سے اس کو روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو پھر اس کو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

تشریح:

مؤمن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ خلاف شرع چیزوں کو دور کرنے کے لئے تیار رہے اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے مثلاً برائی کے آلات واساب توڑے اور اگر شراب ہے تو اس کو گرادے، اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے اس کے فاعل کے قوی اور طاقتور ہونے کی وجہ سے تو اس کو زبان سے روکے مثلاً اس کے سامنے قرآن وحدیث کی وعیدوں کو بیان کرے اور اس کو سمجھائے اور نصیحت کرے اور اگر زبان سے بھی روکنے پر قادر نہیں ہے تو اس کو دل سے برا سمجھے۔ یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله واليوم الآخر". یہ آیت بھی امر بالمعروف پر دلالت کرتی ہے۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس امت محمدیہ کی خیریت کا دارومدار جن چیزوں پر ہے ان میں سب سے اہم ایمان باللہ ہے، اور ایمان باللہ کے لوازم میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر داخل ہے۔ جس کا ایمان جتنا قوی ہوگا اس کا یہ جذبہ اسی قدر مضبوط ہوگا، جس کا ایمان کمزور ہوگا اس کا یہ جذبہ کمزور ہوگا اس جذبہ کی کمی وزیادتی ایمان کی کمی وزیادتی کی دلیل ہے۔

خلاصہ: آیت کریمہ اور حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مؤمن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ایمان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو کامل بنائے۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے نفس کی تکمیل کرے جس طرح اس نے منکرات کو ترک کر کے اپنے اندر کمال پیدا کیا اسی طرح دوسروں کو منکرات سے روکنے کے لئے کوشاں رہے، یہی کام انبیاء علیہم السلام کا تھا اب یہ کام امت محمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات

ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکاۃ میں لکھا ہے کہ (۱) اول (تغییر بالبدیہ) کی ذمہ داری سلاطین اور امراء پر ڈالی گئی ہے؛ اس لئے کہ ان کے ہاتھ میں اقتدار ہے اور وہ منکرات کو اپنے بازوؤں کی طاقت سے مٹا سکتے ہیں (۲) ثانی (تغییر باللسان) کی ذمہ داری علماء کرام پر ڈالی گئی ہے؛ لہٰذا علماء کے ہاتھ میں حکومت نہ ہونے کی وجہ سے وہ قرآن و سنت کی روشنی میں منکرات کی قباحت بیان کریں (۳) تغییر بالقلب یہ ذمہ داری عوام الناس پر ہے اس لئے کہ نہ ان کے پاس اقتدار ہے اور نہ علم ہے۔ (مرقات المفاتیح ص ۹/۳۲۸)

نہی عن المنکر کب واجب و ضروری ہے؟

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ منکر اگر حرام ہے تو اس سے روکنا واجب ہے اور اگر مکروہ ہے تو اس سے روکنا مستحب ہے اور امر بالمعروف مامور بہ کا تابع ہے اور مامور بہ فرض ہے تو امر بالمعروف فرض ہے اور واجب ہے، تو امر بالمعروف واجب ہے اور اگر مامور بہ مستحب ہے تو مستحب ہے۔ (مرقات المفاتیح ص ۹/۳۲۹)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط:

ان دونوں کے لئے اول شرط یہ ہے کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (۲) یہ غالب گمان ہو کہ وہ بات کو قبول کرے گا اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نصیحت قبول نہیں کرے گا تو اس وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستحسن ہے شعائر اسلام میں سے ہونے کی وجہ سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتراض:

یہ حدیث صبر و تلقین والی حدیث کے معارض ہے؛ اس لئے کہ تغییر بالید والی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنا جائز ہے منکرات کو دفع کرنے کے لئے اور ماً مورات کو قائم کرنے کے لئے۔

جواب:

یہ ہے کہ حدیث تغییر بالید کا مصداق اس قدر عمومیت کے ساتھ جس میں منکر علیہ بھی عام ہو اور منکر بھی عام ہو مراد لینا صحیح نہیں ہے بلکہ دیگر قرائن کی وجہ سے اس میں تخصیص کی جائے گی جس کی تفصیل یہ ہے کہ منکر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) منکر لازم: وہ منکر ہے جو منکر علیہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے جیسے اس کا شراب پینا زنا کرنا، کفر کرنا۔

(۲) منکر متعدی: جس کا تعلق دوسروں سے ہو۔

پھر منکر لازم کی دو قسمیں ہیں (۱) منکر لازم جو فسق کے قبیل سے ہو (۲) منکر لازم جو کفر کے قبیل سے ہو۔

اسی طرح منکر متعدی کی دو قسمیں ہیں (۱) دوسروں کے مال سے متعلق ہو، (۲) دوسروں کے دین سے متعلق ہو۔

اسی طرح منکر علیہ کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) منکر علیہ عام آدمی ہو (۲) منکر علیہ امام و خلیفہ ہو۔

(۱) اب اگر منکر علیہ خلیفہ و امام ہو اور منکر لازم فسق کے قبیل سے ہو تو اس صورت میں ایسا تغییر بالید جس میں امام و خلیفہ کے خلاف بغاوت لازم آئے جائز نہیں ہے، اس باب میں احادیث مشہورہ کثیر تعداد میں موجود ہیں، جن میں خروج و بغاوت سے منع کیا گیا ہے۔

من جملہ ان احادیث کے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

ألا من ولي عليه وال، فراه ياتي شيئا من معصية الله فليكره ما ياتي من معصية الله، ولا ينزعن يداً من طاعة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نیز عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے:

لا ننازع الامر اهله إلا ان تروا كفراً بواحاً عندكم فيه من الله برهان.

(۲) اور اگر منکر علیہ امام وخلیفہ ہو اور منکر لازم کفر کے قبیل سے ہو اور اس کا کفر ہونا واضح اور متفق علیہ ہو تو ایسی صورت میں اس پر خروج اور اس کو معزول کرنا بشرط قدرت شرعیہ واجب ولازم ہے (یعنی ایسی قدرت ہو کہ اس کی جگہ پر ایسے شخص کو مقرر کیا جا سکے جس کے اندر امامت کے شرائط پائے جاتے ہوں اور اگر ایک ایسے ظالم وکافر کو ہٹا کر دوسرے ظالم و کافر کو یا اس سے بڑے ظالم کو مسلط کرنا چاہے تو جائز نہیں ہوگا)۔

(۳) اور اگر منکر متعدد ی مظلومین کا مال ہو اور اس کے عدم جواز میں کوئی شبہ نہ ہو اور منکر علیہ خلیفہ یا امام ہو تو اس حد تک اس کا دفاع صحیح ہے جس میں خروج لازم نہ آئے اور اگر اس پر صبر کرے تو اولیٰ ہے۔

(۴) اور اگر منکر علیہ متعدی مظلومین کا دین ہو اور اکراہ علی المعاصی یا کفر بطور اغاظہ مکرہ ہے تو اکراہ کے احکام اسی پر جاری ہوں گے۔ (نعمت المنعم ص ۸۳/۸۴/۸۵/۱/۲)

کس قسم کے منکرات کا ازالہ واجب ہے؟

یہاں منکر سے مراد یہ ہے کہ اس کی قباحت پر ائمہ کا اتفاق ہو اور اگر کوئی چیز مختلف فیہ ہے تو وہ منکر نہیں کہلائے گی، جیسا کہ قرات خلف الامام کہ شوافع اور احناف کے درمیان اختلاف ہے احناف شوافع پر انکار کر سکتے ہیں، اس میں کوئی گروہ بھی مخالف کے فعل کو منکر نہیں کہہ سکتا ہے کیونکہ دلائل دونوں کے پاس ہیں اور اگر کسی گروہ کے پاس معقول دلیل نہیں ہے تو دوسرا گروہ اس کا انکار کر سکتا ہے جیسے عند الذبح تسمیہ کو ترک کرنا، اگر چہ شوافع ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے ہیں مگر یہ لا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله کے خلاف ہے اور اس کے مقابلہ میں دلیل بالکل کمزور ہے اسی طرح جواز متعہ کے اگر چہ شیعہ قائل ہیں مگر اس کی حلت پر کوئی معقول دلیل نہیں ہے یہ اختلاف نہیں ہے اسی طرح غیر مقلدین کا مسلک کہ ایک مجلس میں تین طلاق ایک ہی پڑتی ہے یہ بالکل کمزور دلیل پر مبنی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۵۲

عن ابی مسعود قال: اشار رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم. بیده نحوَالیَمنِ فقالَ: ألا إن الإیمانَ هٰهُنا وإن القَسوَةَ وغِلَظَ القُلُوبِ فی الفَدَّادِینَ عند اصولِ اَذنَابِ الإبلِ حیثُ یطلُعُ قَرنَا الشیطان فِی ربیعةَ ومضر.

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست بارک سے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان وہاں ہے اور دلوں کی سختی ان کسانوں میں ہے جو زیادہ تر اونٹ کی دم کے پاس رہا کرتے ہیں یعنی ربیعہ اور مضر کے قبیلے جہاں سے شیطان کے سینگ رونما ہوتے ہیں۔

تحقیق الفاظ

ایک دوسری روایت میں الایمان یمان ہے یمان اصل میں یمانی یائے نسبتی کے ساتھ ہے۔ یاء تخفیفاً حذف کردی گئی ہے "القسوة وغلظ القلوب" علامہ سہیلؒ فرماتے ہیں کہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی بمعنی سختی، لیکن علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے درمیان فرق ہے کہ قسوة قلب کی سختی جس کی وجہ سے وعظ ونصیحت کی بات اثر نہیں کرتی ہے (سنگ دل) غلظ القلوب، کم فہمی، فدادین یہ فداد کی جمع ہے، فداد دال کی تشدید کے ساتھ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت زیادہ چلانے والا۔ فدا الرجل فدیداً بمعنی آواز بلند کرنا یہاں فداد سے مراد کثیر مال والا۔

عند اصول اذناب الإبل یہ حالت عجیبہ کی منظر کشی کیلئے ذکر کیا ہے بمعنی قلب کی سختی اور کم عقلی یہ ان کی طبعی حالت ہے، اہل ابل ہونے کا تذکرہ بطور تعارف ہے یا ان جانوروں کے چرانے اور ان کی صحبت کی وجہ سے تعلیم سے دور ہونے کی وجہ سے یہ صفت پیدا ہوئی ہے یہ دونوں احتمال ہیں مگر احتمال ثانی قریب ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے "السکینة فی اهل الغنم"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک دوسری روایت میں ہے الایمان والفقه یمان ، والحکمة یمانية اور ایک دوسری روایت میں ہے الفخر والخیلاء فی اهل الخیل والابل، الفدادین اهل الوبر۔

الفقه معرفة النفس مالها وعلیها، فقہاء متاخرین کی اصطلاح کے اعتبار سے فقہ احکام عملیہ کے ساتھ خاص ہے، ورنہ تو فقہ عام ہے احکام عملیہ اعتقادیہ اخلاقیہ سب کو شامل ہے۔

اہل وبر: وبر اونٹ کا بال ہے، یہاں اہل خیل بھی اس میں شامل ہے، یہاں اہل وبر سے صحراء و بادیہ میں خیمہ زن لوگ مراد ہیں۔ اور اہل مدر سے شہروں کے باشندے مراد ہیں جن کے پاس نہ اونٹ ہو اور نہ گھوڑا ہو۔

والحکمة عبارة عن العلم المتصف بالاحکام المشتملة علی المعرفة باللّٰه المصحوب بنفاذ البصیرة وتهذیب النفس وتحقیق الحق والعمل به والصد عن اتباع الهوی والباطل، والحکیم من له ذلک. (شرح نووی ص ۱/۵۳)

فقہ و حکمت سے کیا مراد ہے؟

فقہ سے مراد یہاں دین کی سمجھ ہے فقہ اصطلاحی مراد نہیں ہے یہ معنی بعد میں فقہاء نے ایجاد کئے ہیں، حکمت کے صاف اور واضح معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل احکام کا علم جو دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ نفس مہذب ہو جائے اور حق ظاہر ہو جائے اور اس پر عمل کی توفیق ہو جائے اور خواہشات نفسانی اور باطل کی پیروی کرنے سے پرہیز کیا جائے ان خوبیوں سے آراستہ شخص کو حکیم کہلاتا ہے۔

قوله حيث يطلع قرنا الشيطان

(۱) ایک احتمال یہ ہے کہ یہ واقعی شیطانی قرن ہو اور وہ آفتاب کے طلوع کے وقت اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کو اپنے دونوں قرنوں پر لیتا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد شیطان کا زور ہے یعنی بت پرستی جانب مشرق سے آئے گی اور شیطانی تسلط زیادہ ہوگا۔

اعتراض: ایمان کا سرچشمہ مکہ اور مدینہ منورہ ہے نہ کہ یمن ہے پھر حدیث میں ایمان کو یمنی کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: اس اعتراض کو دفع کرنے کے لئے شرّاح حدیث کی طرف سے حدیث باب کی مختلف تاویلات کی گئی ہیں:

(۱) بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں یمن سے مراد مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہے اس لئے کہ مکہ و مدینہ تہامہ کا جزء ہے اور تہامہ یمن کا جز ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے یہ جملہ غزوۂ تبوک کے موقع میں یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اور جانب یمن میں مکہ اور مدینہ ہے لہٰذا یہ مراد ہے۔

(۳) بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد انصار ہیں اور اصل میں یہ لوگ یمن کے رہنے والے تھے۔

(۴) سب سے بہترین جواب یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث میں یمن والوں کی تعریف اور ان کی ایک خصوصیت عقل وفہم نصیحت پذیری بیان کی ہے، اور تعریف میں مفہوم مخالف کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ دوسرے لوگوں میں یہ خصوصیت نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ۵۵

قال ابوهريرة ان رسول الله قال لا يزني الزاني وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن، وفي رواية ولا ينتهب نهبة ذات شرف يرفع الناس اليه ابصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن، وفي رواية ولا يغل احدكم حين يغل وهو مؤمن، فإياكم وإياكم، وفي رواية، لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن، والتوبة معروضة بعده.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زنا کرنے والا شخص بحالت زنا مؤمن نہیں رہتا ہے اور چوری کرنے والا شخص بحالت چوری مؤمن نہیں رہتا ہے، اور شراب پینے والا شخص شراب پینے کی حالت میں مؤمن نہیں رہتا ہے، اور ایک دوسری روایت میں ہے لٹیرا اس وقت مسلمان و مؤمن نہیں رہتا ہے جس وقت وہ لوٹتا ہے کہ لوگ اسے نظر اٹھا اٹھا کر دیکھا کریں، ایک اور روایت میں ہے کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والا شخص اس حالت میں مؤمن نہیں رہتا ہے، اس سے بچتے رہو اس سے دور رہو، ایک اور روایت میں ہے کہ شراب پینے والا شراب پینے کی حالت میں مؤمن نہیں رہتا ہے، اس کے بعد بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

تشریح:

کمال ایمان کے لئے معاصی اور منہیات سے اجتناب ضروری ہے اور ہر وقت باری تعالیٰ کا استحضار ہونا کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو اور اس استحضار کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مومن کا کوئی قدم رضائی خداوندی کے خلاف نہیں ہوگا، زبان ہاتھ سب اطاعت حق کے لئے آمادہ رہیں گے، جب لوگ اس کی زبان سے محفوظ رہیں گے تو وہ مسلم کے لقب سے پکارے جانے کا مستحق ہوگا اور ان کی طرف سے جان و مال عزت و آبرو کا اطمینان ہوگا تو مؤمن کے لقب سے ملقب ہوگا اور بعد میں وہ سب کا خیر خواہ بن جائے گا لیکن بھی بعض عوارض کی وجہ سے مؤمن سے مسلم و مؤمن کا لقب چھین لیا جاتا ہے اگر لوگوں کے مال پر دست درازی کرنے لگے اور شراب پینے لگے اور زنا کا ارتکاب کرنے لگے تو اس کا نام سارق زانی منتہب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رکھ دیا جاتا ہے اور چونکہ اس نے اپنے اعزازی نام کی خود لاج نہیں رکھی اس لئے اس وقت وہ اس نام سے محروم ہو جاتا ہے۔

حقیقت ایمان کیا ہے؟

جمہور محدثین اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان نام ہے تصدیق بالجنان عمل بالارکان اور اقرار باللسان سے مرکب کا جبکہ جمہور فقہاء اور جمہور متکلمین فرماتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق بالجنان کا نام ہے اقرار باللسان احکام دنیویہ کے اجراء کے لئے شرط ہے اور عمل ایمانِ کامل کے لئے شرط ہے۔

کیا مرتکب کبیرہ کافر ہے؟

حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے اس کے دل میں ایمان باقی نہیں رہتا ہے وہ کافر ہوگا یا نہیں تو معتزلہ کے نزدیک کافر نہیں ہوگا اور خوارج کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ معتزلہ منزلۃ بین المنزلتین کے قائل ہیں یعنی یہ لوگ کفر و ایمان کے درمیان واسطہ کے قائل ہیں یہ لوگ حدیث باب سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سارق و شارب خمر سے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔

اہل السنۃ والجماعت کا مسلک

اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے بلکہ مؤمن فاسق ہے اور حدیث کی مختلف تاویلات کی گئی ہیں:

(۱) حضرت حسن بصریؒ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ان معاصی کی حالت میں ایمان اس سے علیحدہ کر لیا جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو واپس کر دیا جاتا ہے۔

(۲) حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ان حالات میں مؤمن کا ایمان زائل ہو جاتا ہے۔

(۳) حضرت ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص دائرۂ ایمان سے نکل کر دائرۂ اسلام میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

داخل ہو جاتا ہے، حضرت امام احمدؒ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

(۴) حضرت ابوبکر ابن شیبہؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص کامل مؤمن نہیں رہتا ہے اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے۔

(۵) اس طرح کی روایت کا مصداق وہ شخص ہے جو ان امور کو حلال سمجھے۔

(۶) علامہ تورپشتیؒ کہتے ہیں کہ کلام عرب میں ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ نفی بول کر نہی مراد لیتے ہیں ''لایزنی'' حقیقت میں ''لایزن'' کے معنی میں ہے، اس حدیث کی اور بھی مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔

اہل سنت والجماعت اس قسم کی حدیثوں میں تاویل کیوں کرتے ہیں؟

اس قسم کی حدیثوں میں تاویل اس لئے کرتے ہیں تا کہ دوسرے نصوص قطعیہ اور احادیث مشہورہ کی مخالفت لازم نہ آجائے، جیسا کہ قولہ تعالیٰ: إن اللّٰه لایغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء (۲) حدیث ابوذر غفاری: من قال لا اله إلا اللّٰه دخل الجنة اور حدیث شفاعت وغیرہ جن سے سمجھ میں آتا ہے کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہے کافر یا ایمان سے خارج نہیں ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱/۲۸۸)

قوله ولا ینتهب: نهبة کے معنی مال مغصوب کے ہیں، یہاں مراد وہ مال ہے جو ظلماً لوٹا ہوا یا چھینا ہوا ہے۔

قوله لایغل: غل یغل غلولا، باب نصر سے بمعنی مال غنیمت میں خیانت کرنا، یہاں غلول سے مراد مال حرام ہے سرقہ کے بعد اس کو اس لئے ذکر کیا کہ مسلمانوں کے مال میں سب سے عمدہ مال مال غنیمت ہے۔

قوله التوبة معروضة: اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی رحمت کا اندازہ لگاؤ کہ اس جرم عظیم کے باوجود ایسے شخص کے لئے رحمت کے دروازے کو بند نہیں کیا بلکہ کھلا ہوا ہے۔

(فائدہ)

جب متواتر و مستفیض اور خبر واحد کے درمیان تعارض ہو تو خبر واحد میں تاویل کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضروری ہے اور متواتر و مستفیض کو اپنے حال پر رکھنا ضروری ہے ورنہ بدعت و گمراہی پیدا ہوگی اس لئے کہ قرآن احادیث متواترہ اور احادیث مستفیضہ اور خبر واحد من جانب اللہ ہے جس میں اختلاف ناممکن ہے قرآن واحادیث متواترہ من جانب اللہ ہونا قطعی اور ہر طرح کے شبہ سے بالاتر ہے اور احادیث مستفیضہ بھی اسی طرح ہے اور خبر واحد ظنی ہونے کی وجہ سے اس میں ظنیت پیدا ہوگئی اس لئے اس حدیث کے صحیح ہونے کے باوجود خطأ کی بات خبر واحد میں ہی ہو سکتی ہے، اگر اس میں نسخ نہیں ہے تو تاویل کر کے قرآن واحادیث متواتر ومستفیضہ کے مطابق بنانا ضروری ہے۔ (نعمت المنعم ص ۲۸۹)

مسلم ص ۵۲

عن تميم الدارى أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الدينُ النصيحةُ قلنا لِمن قال لله ولكتابه ولرسوله ولأئمةِ المسلمين وعامَّتِهم.

حضرت تمیم داری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خیر خواہی کرنا دین ہے، ہم نے عرض کیا کس کی؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کی اس کی کتاب کی اس کے رسول کی ائمہ مسلمین کی اور سب مسلمانوں کی۔

نصیحت کے لغوی واصطلاحی معنی

النصيحة: نصح الرجل ثوبه اذا خاطه سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پھٹے ہوئے کپڑے سوئی سے درست کرے، یا نصحت العسل اذا صفيته من الشمع سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب شہد کو موم سے جدا کر لیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ نصیحت کے معنی میں صاف وخالص کرنا اور اصلاح کرنا داخل ہے۔

اور اصطلاح میں نصیحت یہ ہے کہ خیر خواہی وفاداری اور خلوص کے ساتھ اللہ کے حقوق رسول کے حقوق اور ائمہ مسلمین اور مسلمانوں کے حقوق الگ الگ انجام دینا اور ادا کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خدا کے لئے نصیحت

کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات وجلال وجمال میں وحدانیت کا اقرار کرے اور اللہ کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب کرے، محمد بن نصر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نصیحۃ اللہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل۔ فرض یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کے احکام کی بجاآوری میں دل وجان سے کوشش کی جائے، اگر کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو اس کا عزم کرے کہ بھی موقع ملے گا تو اس کی تلافی کروں گا اور نوافل کی پابندی کی جائے، اور شبہات سے احتراز کیا جائے۔

رسول کے لئے نصیحت

حضور کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے اور آپ کی باتوں پر عمل کرے اور آپ کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہے اور ان کے اصحاب واہل بیت سے محبت اور ان کے آداب پورے طور پر ملحوظ رکھے۔

کتاب اللہ کے لئے نصیحت

کہ قرآن کریم کے پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے اور دل وجان سے اس کے معانی کی تصدیق کی جائے اس کے علوم کی نشر واشاعت کی جائے اس کی پیروی کی تمام عالم کو دعوت دی جائے اور اس کے ہر امر ونہی کے سامنے سر تسلیم خم کردیا جائے۔

ائمہ مسلمین کے ساتھ نصیحت

یہ ہے کہ ہر حق معاملہ میں ان کی اعانت کی جائے ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی جائے ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں، جو بیت المال کا حق ہے وہ اس کو ایمانداری کے ساتھ بآسانی پہونچایا جائے اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عام مسلمانوں کے ساتھ نصیحت

یہ ہے کہ دنیاوی واخروی سب مصلحتیں ان کو بتادی جائیں ان کو تکلیف نہ دی جائے ان کو اپنی ذات کے برابر سمجھا جائے۔

مسلم ص۵۶

عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله. صلى الله عليه وسلم. اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كانَ منافِقا خالصا، من كانت فيه خَلةٌ منهن كانتْ فيه خَلةٌ من النِفَاقِ، حتى يَدَعَهَا اذا حدَّث كَذَب، واذا عَاهَدَ غَدَرَ، واذا وَعَدَ خَلَفَ، واذا خَاصَمَ فَجَرَ.

عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ چار چیزیں جمع ہو جائیں وہ پورا منافق ہے اور جس میں کوئی ایک خصلت ان میں سے پائی جائے تو سمجھ لو، اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔ (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب عہد کرے تو توڑ اڈالے (۳) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۴) جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

منافق کے لغوی وشرعی معنی

"منافق" یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب مفاعلہ سے اس کے معنی ہیں دل میں جو کچھ ہے اس کے خلاف ظاہر کرنا، لہٰذا منافق وہ ہے جو دل کی باتوں کے خلاف ظاہر کرتا ہے، شریعت میں منافق وہ شخص ہے جس کے دل میں کفر ہو اور زبان سے اسلام ظاہر کرے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں (۱) نفاق اعتقادی (۲) نفاق عملی۔

نفاق اعتقادی: یہ ہے کہ دل میں کفر ہو اور زبان سے اسلام کا اظہار کرے، جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بہت سے ایسے منافق تھے، نفاق عملی یہ ہے کہ امور دینیہ کی سراً و علانیہ پابندی نہ کرنا، جیسا کہ دور حاضر میں بکثرت مسلمان اس میں واقع ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۳۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا جھوٹ اور وعدہ خلافی کی اجازت ہے؟

اسلام کو یہ بالکل برداشت نہیں کہ زوجین کے درمیان جنگ وجدال کی نوبت آجائے اس لئے بیوی کو خوش کرنے کے لئے بقدر ضرورت خلاف واقعہ بات کہنے کی اجازت دی ہے اسی طرح شریعت جو پوری انسانیت کو اجتماعیت کے سایے میں دیکھنا چاہتی ہے بالکل یہ پسند نہیں کرتی ہے کہ دو مسلمان دست وگریباں ہو، اس لئے اس میں مصالحت کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت دی، وعدہ خلافی وہی مذموم ہے جو وعدہ کرتے وقت ہی خلاف ورزی کرنے کی نیت ہو، لیکن جس وعدہ کو پورا کرنے کی نیت وعزم ہو اور بعد میں کسی مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکا تو وہ مذموم نہیں ہے۔

قولہ اذا حدث کذب یہ زبان کی خرابی کی دلیل ہے۔ واذا وعد خلف یہ دل کی خرابی کی دلیل ہے۔ واذا أوتمن خان: یہ اعضاء وجوارح کے خراب ہونے کی علامت ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے پاس امانت رکھے تو اس کو ہضم کر جائے، خیانت جس طرح مال میں ہوتی ہے اسی طرح بات میں بھی خیانت ہوتی ہے کہ کسی کی بات امانت ہو اس کو ظاہر کر دیا جائے۔

یہ علامتیں اگر مؤمن میں ہوتی ہیں تو کیا وہ منافق ہو جائے گا؟

نفاق کی ذکر کردہ علامتیں بہت سے مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ دائرۂ اسلام سے نکل جانا چاہئے حالانکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ مسلمان ہی رہتے ہیں، بشرطیکہ تصدیق باقی ہو، اس لئے اس کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں۔

(۱) منافق سے اصل منافق مراد ہو، لیکن ان لوگوں پر جن میں یہ خصائل ہیں منافق کا اطلاق بطور مجاز وتشبیہ کے کر دیا ہے خاص طور سے جب ان کو ان خصائل کی عادت ہو جائے۔

(۲) حدیث میں نفاق سے مراد نفاق عملی ہے علامہ قرطبیؒ نے کو اختیار کیا ہے۔

(۳) حضور کا یہ ارشاد تخویف وتوبیخ کے لئے ہے تاکہ مسلمان ان بری خصلتوں سے حتی الامکان پرہیز کریں اور اجتناب کو ضروری سمجھیں۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۳۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۵۷

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أیُّما امرأ قال لأخیه کافِرٌ فقد باء به اَحَدُهُمَا ان کان کما قال وإلا رجعتْ علیه، وفی روایة ابی ذر انه سمعَ رسولَ اللّٰه صلیٰ اللّٰه علیه وسلم یقول لیس من رجل إدَّعٰی لغیر اَبیه هو یعلمُه إلا کَفَرَ، ومن ادَّعٰی مالیس له فلیس منا، ولیتبوَّا مقعدَه من النار ومن دعا رجلا بالکفرِ او قال عدُوَّا اللّٰهِ ولیس کذلک الإحارَ عَلَیْه.

جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پر لوٹ آئیگا جس کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ واقعی ویسا ہی ہے ورنہ کہنے والے پر لوٹ آئے گا، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے عمداً غیر باپ کی طرف اپنی نسبت کی تو وہ کفر کا مرتکب ہوا اور جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم مین بنالے اور جس شخص نے کسی کو کافر کہا یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ باتیں خود کہنے والے پر لوٹ جائیں گی۔

تشریح:

جس طرح نیک اعمال کی وجہ سے کسی کافر کو مسلمان کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح کسی مسلمان کو اعمال بد اور گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا صحیح نہیں، اسلام میں کسی کافر کو مسلمان کہنے یا کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ممانعت یکساں ہے الغرض کسی مؤمن کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے تو اگر واقعی اور نفس الامر میں وہ شخص جس کو کافر کہا جارہا ہے کافر ہے تو کہنا صحیح ہے ورنہ اس کا وبال کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔

کیا مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہوجاتا ہے؟

حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی تکفیر کرنے والا کافر ہوجاتا ہے اور ان معاصی کا ارتکاب کرنے والا کافر ہوجاتا ہے جبکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معاصی کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں ہوتا اس لئے علماء کرام نے حدیث کی مختلف توجیہات کی ہیں:

(۱) حدیث میں تکفیر کرنے والے کو جو کافر کہا گیا ہے یہ اس صورت میں ہے جب وہ تکفیر کو حلال جانے۔

(۲) یہ حدیث ان خوارج کے بارے میں ہے جو مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اسی کو امام مالکؒ نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے یہ جواب کمزور ہے اس لئے کہ اکثر علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک خوارج کافر نہیں بلکہ بدعتی ہیں۔

(۳) کفر لوٹ آئے گا اس سے مراد تکفیر کی معصیت لوٹ آئے گی یہ مطلب نہیں کہ کافر ہو جائے گا۔

(۴) یہ مطلب نہیں ہے کہ کافر ہو گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہو سکتا اس کا یہ قول اس کو کفر تک پہنچا دے۔

(۵) بولنے والے پر کفر نہیں لوٹ آئے گا بلکہ تکفیر اس کی طرف لوٹ آئے گی مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اپنے ہم عقیدہ کی تکفیر کی تو گویا اس نے اپنی تکفیر کی۔ (شرح نووی ص ۵۷/۱ فتح الملہم ص ۲۳۵/۱، ملخصاً)

قوله من ادعى لغير ابيه:

اگر کوئی شخص غیر باپ کو باپ ہونے کا دعویٰ کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس نے کفر کیا ہے، اس میں بھی پہلی تاویل کی جا سکتی ہے دوسری تاویل یہ ہے کہ کفر سے مراد کفران نعمت واحسان ہو یا بطور توبیخ وزجر کے کہا گیا ہے کہ اس نے کافر جیسی حرکت کی۔

ومن ادعى ماليس:

یعنی اگر کسی نے اپنے آپ کو کسی قوم کی طرف منسوب کیا جن میں سے وہ نہیں ہے تو وہ کافر ہے (یہاں بھی تاویلات کی جائیں گی) لیکن امام مسلمؒ کی روایت عام ہے جو ہر قسم کے جھوٹے دعویٰ کو شامل ہے خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا علم سے ہو یا نعمت ولایت سے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فلیتبوأ مقعده

اس میں کئی احتمالات ہیں (۱) یہ بدعائیہ جملہ ہو (۲) یہ امر کا صیغہ بمعنی خبر ہو اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ اگر اس کو سزا دی جائے تو اس کی سزا جہنم ہے۔

مسلم ص۵۷

عن ابی عثمان قال: لما اُدِّعِی زیادٌ، لقیتُ أبابکرة فقلتُ له: ماهذا الذی صَنعتُمُ؟ إنی سمعتُ سعد بن ابی وقاص یقول: سمع أذنای من رسول اللّٰه وهو یقول: من ادَّعیٰ أبا فی الاسلام غیر أبیه یعلم أنه غیرُ أبیه فالجنةُ علیه حرامٌ، فقال ابو بکرة وانا سمعتُه من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

حضرت ابو عثمانؓ سے روایت ہے کہ جب زیاد کے بارے میں (ابوسفیان کے لڑکے ہونے کا) دعویٰ کیا گیا تو ابو بکرہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ تم لوگوں نے کیا کیا، حالانکہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان میرے کانوں نے سنا کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد عمداً غیر باپ کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر جنت حرام ہے اس پر ابو بکرہ نے کہا: کہ یہ ارشاد میں نے بھی حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔

تشریح

زیاد کا اصلی اور مشہور نام زیاد بن عبید ثقفی ہے، حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا تھا زیاد کی ماں سمیہ (کانت من البغایا فی الطائف) طائف میں زانی عورتوں میں سے تھی اس کی شادی عبید سے ہوئی تھی اور زیاد اس کے فراش سے پیدا ہوا عبید غلام تھا، زیاد نے بعد میں اس کو خرید کر آزاد کر دیا، زمانہ جاہلیت میں زانی عورتوں کی اولاد کا الحاق کسی شخص سے کبھی قیافہ (فال) کی بنیاد پر کبھی ان عورتوں کے کہنے پر کبھی زانیوں کے دعوؤں پر اس کا الحاق اس سے ہو جایا کرتا تھا، اسلام نے ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' کا حکم دیا ہے حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہاں صاحب فراش کی طرف سے کوئی دعویٰ نہیں ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قصہ زمانہ جاہلیت کا ہے۔ ابوسفیان نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا ہے اور امیر معاویہ کے سامنے دس آدمیوں نے گواہی دی ہے کہ ابوسفیان نے زیاد کو قبل الاسلام اپنا بیٹا بنایا تھا جس سے ابوسفیان کا زمانۂ جاہلیت میں الحاق ثابت ہو گیا تھا، جب امیر معاویہ نے دیکھا کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے الحاق کو باقی رکھا تو زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا، زیاد نے کہا کہ گواہوں نے اگر صحیح گواہی دی تو ٹھیک ہے اور اگر غلط گواہی دی ہے تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا، بعد میں حضرت معاویہؓ کا اجتہاد بدل گیا، کیونکہ ابوسفیان کی طرف زیاد کی نسبت زمانۂ جاہلیت میں مشہور نہیں ہوئی اور زمانہ اسلام میں اتنے دنوں کے بعد یہ شہادت ہے اور ''الـولـد للفـراش'' کا حکم ہر صورت میں ہے اِلا یہ کہ صاحب فراش اس کی نفی کرے، مگر زانی کی طرف کسی بھی صورت میں منسوب نہ ہوگا جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ نے اس سے رجوع کرلیا ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۹۴)

قوله فالجنة عليه حرام

اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں (۱) اس سے مراد یہ ہے کہ اول وہلے میں جنت میں دخول ممنوع ہوگا (۲) یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس عمل کو حلال جانے وہ چونکہ کافر ہوگا اور جو کافر ہے اس پر جنت حرام ہے۔ (نعمت المنعم ص ۱/۲۹۴، نفع المسلم ص ۱/۲۴۹)

مسلم صـ۵۸ـ

عن جرير قال: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع استنصت الناس، ثم قال: لا تَرْجِعُوا بعدِي كفاراً، يضرب بعضكم رقابَ بعض وفي رواية وَيْحَكُم ،اوقال: وَيْلَكُمْ لا تَرْجِعُوا الخ.

حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ حضور نے مجھ سے حجت الوداع کے موقع پر فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کرو پھر آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کافروں کی طرح ایک دوسرے کو قتل مت کرنا اور ایک روایت میں ویحکم یا ویلکم لا ترجعوا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح

حجت الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت جریرؓ سے فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام اور متعلمین پر علماء کے وعظ و نصیحت کے وقت سکوت لازم ہے کیونکہ یہ وارثین نبی ہیں نیز جس وقت حدیث پڑھی یا پڑھائی جائے اس وقت بھی خاموش رہنا واجب ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ کفار کی طرح آپس میں قتل وقتال مت کرنا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے منیٰ کے اس میدان سے جدا ہونے کے بعد تم لوگ کفار کی طرح آپس میں مت جھگڑنا۔

جریرؓ کون ہیں؟

جریرؓ ایک صحابی اور حضرت ابوزرعہ کے دادا ہیں، علامہ عینی نے ''عمدۃ القاری'' میں لکھا ہے کان جریر سیداً مطاعا، بدیع الجمال، کبیر القدر، طویل القامة یصلی الی أسفان البعیر وکان نعله ذراعاً.

انصات واستماع کے درمیان کیا فرق ہے؟

انصات کے معنی سکوت کے ہیں یہ اس وقت بھی حاصل ہوتا ہے جب آدمی غور سے سن رہا ہو اور اس وقت بھی حاصل ہوتا ہے جب آدمی غور سے نہیں سن رہا ہو، بایں طور کہ وہ کسی کام میں متفکر ہو، اسی طرح استماع بھی سکوت کے ساتھ پایا جاتا ہے اور بھی تکلم کے ساتھ بھی پایا جاتا ہے اس طور پر کہ وہ کلام کو غور سے سن بھی رہا ہو اور دوسرے سے بات بھی کر رہا ہو، اور تکلم مع الغیر کلام کو غور سے سننے سے مانع بھی نہ ہو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول علم استماع ہے پھر انصات ہے اس کے بعد اور اس کو یاد کرنا پھر اس پر عمل کرنا نیز اس کی نشر واشاعت کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے نزدیک استماع انصات پر مقدم ہے جبکہ اصمعی سے منقول ہے کہ انصات استماع پر مقدم ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۲۷)

اعتراض: حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قتل مسلم موجب کفر ہے جیسا کہ معتزلہ وخوارج کا مذہب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جوابات:

علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

(۱) یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو قتلِ مسلم کو حلال سمجھیں،

(۲) اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد حرمت دماء و حرمت مسلمان اور حرمت حقوق والدین کا انکار مت کرنا۔

(۳) تم کافروں جیسا کام مت کرنا کہ بعض بعض کے ساتھ قتل وقتال کرے۔

(۴) کفر کے ایک معنی ہتھیار پہننے کے ہیں اس اعتبار سے مطلب ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار مت پہننا۔

(۵) کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے۔

(۶) بطور زجر و توبیخ کے ان کو کافر کہا گیا ہے۔

(۷) ایک دوسرے کو کافر مت قرار دینا۔

(۸) کفر کے ایک معنی چھپانے کے بھی آتے ہیں، اس معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ میرے بعد ایک دوسرے کے حقوق مت چھپانا۔

قوله ویحکم أوویلکم، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ دونوں لفظ مقام تعجب یا بموقع درد مستعمل ہوتے ہیں۔(فتح الملہم ص ۲۳۸/۱)

مسلم ص ۵۹

عن ابن عباسؓ قال: مُطِرَالناسُ على عهدِ رسولِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم. فقال النبی ﷺ: أَصبَحَ من الناس شاكرٌ، ومنهم كافرٌ،قالوا: هذهِ رحمةُ اللّٰهِ، وقال بَعْضُهُمْ لقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كذا و كذا، قال: فنَزَلَتْ هذه الأية "فلاأقسم بمواقع النجوم" حتى بلغ "وتجعلون رزقكم أنكم تكذبون".

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں بارش ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں نے تو صبح کی خدا کا شکر کرتے ہوئے اور کچھ لوگ ناشکرے ہوئے، شکر گذار بندوں نے کہا: یہ خدا کی رحمت ہے بعض لوگوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کا اثر ٹھیک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ظاہر ہوا تو اس پر یہ آیت اتری فلا اقسم الخ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے و تجعلون رزقکم انکم تکذبون، تک تلاوت فرمائی۔

تشریح

اس حدیث میں ان ستاروں کے بارش کے لئے مؤثر بالذات سمجھنے کے غلط عقیدہ کو باطل کرنا مقصود ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی کمزور طبیعت کا لحاظ کرتے ہوئے قدرت نے عالم اسباب میں مسببات کو اسباب کے ساتھ جوڑ رکھا ہے، اسباب محض ایک واسطہ ہیں انسان کے تسلی کے لئے مسبب کو اس سے وابستہ کر رکھا ہے، مؤثر حقیقی تو اللہ کی ذات ہے اسی لئے معمولی معمولی اور کمزور سے کمزور تر اسباب سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے مسببات کو رونما کر دیتا ہے شریعت نے انسان کو اسباب وسائل اختیار کرنے کی اجازت دی ہے مگر اس بات کی تاکید کر دی گئی ہے کہ مؤثر حقیقی خدا کے سوا کسی کو نہ سمجھے اور اس حقیقت کو اتنا ذہن نشین کرایا ہے کہ اس سے بعض کوتاہ نظر کو یہ شبہ گذرنے لگے کہ اسلام شاید سلسلۂ اسباب ہی کا منکر ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں پر صرف وہم پرستی ہو وہاں ایسا ہی ہونا چاہئے اگر ایسے مقامات پر شریعت تعبیرات میں اتنی شدت اختیار نہ کرتی تو جو قوم مخلوقات کی تاثیر میں الجھ کر رہ گئی ہے وہ مؤثر حقیقی تک کیسے پہونچتی، عرب میں انسانی زندگی کے لئے سب سے بنیادی چیز بارش تھی، اگر اس میں بھی اس کے نزدیک تاثیر ستاروں کی رہے تو اس کے قلب میں اپنے حقیقی خالق کی طرف کیا کشش باقی رہ جاتی ہے اس لئے اس قسم کے مقامات پر مؤثر حقیقی کا اثر ذہن نشین کرانے کے لئے زیادہ سے زیادہ پر زور الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تاکہ جاہلیت کا غلط نظریہ ذہن سے نکل جائے۔

نوء کی تحقیق

امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ابو عمر بن الصلاح فرماتے ہیں کہ نوء نفس ستارہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ باب نصر کا مصدر ہے ناء ینوء نوءاً بمعنی طلع وغاب، اور یہ نوء کوکب کے معنی میں مستعمل ہوا، چاند کی اٹھائیس منزل ہیں ہر منزل پر چاند تیرہ دن رہتا ہے اور ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منزل میں چودہ دن رہتا ہے اسی طرح سال کے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں، چاند جب کسی منزل میں داخل ہوتا ہے تو ایک ستارہ غروب ہوتا ہے اور دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے اس غروب وطلوع ہونے والے ستاروں کو نوء کہتے ہیں اوران ستاروں کے الگ الگ نام ہیں، بارش ہوتی ہے تو اہل نجوم بارش کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں ہندی میں ان ستاروں کو پچھتر کہا جاتا ہے۔

قوله فنزلت هذه الآية:

بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرنے کے سلسلے میں صرف "تجعلون رزقکم انکم تکذبون" کا ٹکڑا نازل ہوا بقیہ حصہ کا شان نزول دوسرا ہے، آپ کے زمانہ کے کفار و مشرکین اور بہت سے اہل نجوم ان ستاروں کو بارش کے لئے مؤثر بالذات جانتے تھے اور بارش کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے، مؤثر بالذات مان کر منسوب کرنا یہ شرک ہے۔ (شرح نووی ص ۵۹/۱، نعمت المنعم ص ۲۹۸، ۲۹۷/۱)

کیا مطرنا بنوء کذا کا قائل کافر ہے؟

نزول بارش کے وقت اس قول کا قائل کافر ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کی رائے مختلف ہیں:

(۱) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بارش کی نسبت ان ستاروں کی طرف کرنے والا ایمان سے خارج ہو جائے گا اور یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرے ان کو مؤثر بالذات مانتے ہوئے، جیسا کہ بعض اہل جاہلیت اور اہل نجوم کا یہی عقیدہ تھا، تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، یہی قول جمہور علماء اور امام شافعی کا ہے اس وقت یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہوگی۔

(۲) بعض لوگ حدیث میں تاویل کرتے ہیں کہ یہاں کفر سے مراد کفران نعمت و احسان ہے اس لئے کہ بارش برسانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے بارش کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کے بجائے ستاروں کی طرف کی ہے، یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرتا ہے لیکن ان کو مؤثر بالذات نہیں مانتا ہے، اس حدیث میں شکر کے مقابلہ میں کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کفر سے کفرِ لغوی مراد ہے۔ (شرح نووی ص ۵۹)

خلاصہ:

یہ ہے کہ اگر بارش کی نسبت ان ستاروں کی طرف ان کو مؤثر بالذات مان کر کی جائے تو یہ صریح کفر ہے، اس کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن اگر بارش کی نسبت ان کی طرف ایک علامت کے طور پر کی جائے تو کفر نہیں ہے لیکن پھر بھی ایسے لفظوں کا استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے جو کفر وغیر کفر دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔

کن اسباب کی طرف شیئ کی نسبت درست نہیں؟

اسباب کی تین قسمیں ہیں (۱) اسبابِ عادیہ جن سے عام طور پر مسبب کا ظہور ہوتا ہے جیسے کہ کھانے سے بھوک کا زائل ہونا، آگ سے کپڑا جلنا۔ (۲) اسبابِ ظنیہ جن اسباب پر اکثر و بیشتر مسبب کا وجود وظہور ہوتا ہے، جیسے کہ دواؤں پر شفا کا ترتب۔ (۳) اسباب وہمیہ، جن سے مسبب کا وجود شاذ ونادر اور اتفاق سے ہو جاتا ہے، جو اسباب وہمیہ کے قبیل سے ہیں ان کی طرف نسبت صحیح نہیں ہوگی، اور ان کی طرف نسبت کرنا کفران نعمت ہوگا، اس لئے کہ اگر ستاروں میں اسباب کے درجہ میں تاثیر مان لی جائے تو اس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لئے کہ ستاروں میں سے اگر بعض ستاروں کی تاثیر کا علم ہو جائے تو کل ستاروں کا علم تو کسی کو بھی نہیں ہوسکتا ہے جب الگ الگ ستاروں کی تاثیر کا علم نہیں ہوسکتا تو ستاروں کے مجموعہ کی تاثیر کا علم بدرجہ اولیٰ نہیں ہوسکتا ہے۔

علم نجوم کا حکم

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "فتح الملہم" میں لکھتے ہیں، ان علم النجوم علم بالأحكام يستدل بها الى معرفة الحوادث الكائنة فى عالم الكون من الصلاح والفساد بالتشكلات الفلكية" علم نجوم ان احکامات کے جاننے کا نام ہے جن کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذریعہ عالم کون میں واقع اور رونما ہونے والا فساد وصلاح کی معرفت تک کی رسائی تشکلات فلکیہ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، علم نجوم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) علم نجوم حسابی قرآن کریم سے اس کا ثبوت ملتا ہے کما قال للّٰه عزوجل: الشمس والقمر بحسبان۔

(۲) طبیعی: جیسا کہ سورج کے بروج فلکیہ میں انتقال ہونے کے ذریعہ گرمی وسردی کے موسم پر استدلال کرنا یہ بھی شرعاً ممنوع نہیں۔

(۳) علم نجوم وہمی: وہ اسباب کے ذریعہ حوادث کونیہ پر استدلال کرنا ہے۔ اس علم نجوم وہمی کا حصول شرعاً ممنوع ہے۔ (فتح الملہم ص ۲۳۹/۲۴۰/۱)

مسلم ص ۶۱

عن سفیان قال: سمعت جابراً یقولُ: سمعتُ النبیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. یقولُ: إن بَینَ الرَّجُلِ وبَینَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکَ الصَّلاۃِ.

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ اور کفر وشرک کے درمیان واسطہ نماز چھوڑ دینا ہے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ آدمی اور اس کے کفر وشرک کے درمیان نماز حائل ہے، کہ نماز پڑھنا کافر ہونے سے بچالیتا ہے اور ترک صلاۃ آدمی کو کافر بنا دیتا ہے، لہٰذا حدیث میں ایک لفظ محذوف ہے۔ تقدیری عبارت:

إن الوصلة بین الرجل وبین الکفر ترک الصلاۃ"

(ای ان الوصلة التی توصل الانسان الی الکفر والشرک ترکُ الصلاۃ، والصلاۃُ تمنع الرجل من وصوله الی الکفر والشرک)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا ترکِ صلاۃ کفر ہے؟

ترکِ صلاۃ اگر اس کے وجوب کے انکار کی وجہ سے ہے تو تمام علماء کے نزدیک یہ کفر ہے اور اگر اس کے واجب ہونے کا اعتقاد ہے مگر تکاسل اور سستی کی بناء پر ترک کر رہا ہے تو اس کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے،

(۱) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی کفر ہے ان کے دلائل یہ ہیں،

(۱) حدیث جابرؓ ان بین الرجل وبین الشرک ترک الصلاۃ (۲) روایة عبداللّٰہ ابن شقیق قال: کان اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یرون شیئا من الأعمال ترکہ کفرغیر الصلاۃ (۳) حدیث بریدۃ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ یقول: العهد الذی بیننا وبینھم الصلاۃ (۴) حدیث أنس عن البی علیہ السلام من ترک الصلاۃ متعمداً فقد کفر جهاراً.

ائمہ ثلاثہ اور ایک روایت امام احمدؒ کی ہے کہ ترک صلاۃ گناہ کبیرہ ہے اور کفر نہیں ہے، ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں کہ یہی امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و اکثر فقہاء کا قول ہے، پھر حضرت حذیفہؓ کا قول نقل کیا "انہ قال یاتی علی الناس زمان لا یبقی معھم من الإسلام إلا قول لا إله إلا اللّٰہ، فقیل له: وما ینفعھم قال تنجیھم من النار. (نعمت المنعم. ص ۱/۳۰۳)

دلائل الجمهور

(۱) قوله تعالیٰ: إن اللّٰہ لا یغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء.

(۲) قوله علیه السلام: من قال لا إله إلا اللّٰہ دخل الجنة.

(۳) قوله علیه السلام حرم اللّٰہ علی النار من قال لا إله إلا اللّٰہ.

فریق اول کے دلائل کے جوابات

وہ احادیث جن سے فریقِ اول و امام احمدؒ نے استدلال کیا ان میں تاویل کی جائے گی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تاکہ حدیثیں نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

(۱) حدیث میں کافر بطور تغلیظ وتشدید کے طور پر ہے بطور حقیقت کے نہیں جیسا کہ "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" ہے۔

(۲) یہ فعلِ کفار ہے جس کی وجہ سے اس کو کافر کہا گیا ہے اور اس فعل کو کفر کہا گیا ہے۔

(۳) اس کا انجام کفر ہوگا۔ نعمت المنعم ص ۱/۳۰۴

(فائدہ):

تارکِ صلاۃ تکاسلاً کی سزا میں جمہور کے درمیان اختلاف ہے حضرت امام مالکؒ و شافعیؒ اور امام احمدؒ تارکِ صلاۃ کو موجبِ قتل قرار دیتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ امام احمدؒ کے یہاں کفر وارتداد کی بنا پر ہے اور امام مالک وشافعی کے یہاں بطور حد قتل کیا جائے گا، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ تارک صلاۃ نہ مرتد ہوگا نہ مستحق قتل ہوگا، ہاں بطور سزا قید کر دیا جائے گا، اگر تین دن کے اندر توبہ کر کے نماز شروع کرے تو فبہا، ورنہ کوڑوں سے لہولہان کیا جائے گا۔ نفع المسلم ص ۱/۲۶۶

مسلم ص ۶۴

عن ابی بکرة قال: کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم. فَقَالَ: أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلاثًا، ألإشراكُ باللهِ، وعُقُوقُ الوالدين، وشهادةُ الزُّورِ، اوقول الزُّورُ وكان رسول الله صلی الله علیه وسلم متكئًا فجَلَسَ فما زَالَ يُكَرِّرُ حتى قلنا لَيْتَه سكتَ.

ابوبکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس تھے، تو آپ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو تین بڑے بڑے گناہوں سے باخبر نہ کروں؟ اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا یا آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور یہ لفظ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگ (دل میں) کہنے لگے کاش آپ خاموش ہو جاتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ الزور کے لفظ فرماتے وقت اٹھ کر بیٹھ گئے اور شہادۃ الزور کے لفظ کو بار بار کہتے رہے، لیتہ سکت یہ لفظ صحابہ نے بطور ترحم کے فرمایا۔

کیا معاصی میں تقسیم ہے؟

یہاں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہوا کہ گناہوں میں تقسیم ہے یا نہیں، تو قاضی عیاضؒ کے قول کے موافق بعض محققین کی رائے ہے کہ گناہ میں کوئی تقسیم نہیں ہے بلکہ سب ہی کبیرہ ہیں اور یہی رائے ابواسحاق اِسفرائنی کی ہے کہ ''کل مانهى الله عنه فهو كبيرة'' وہ ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں نیز قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جلالت کے پیش نظر اس کی نافرمانی بڑی چھوٹی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی ہو اور چھوٹی ہو۔

مگر جمہور سلف وخلف کے نزدیک گناہ میں صغیرہ وکبیرہ ہونے کی تقسیم جاری ہے اور اس پر نصوصِ قرآن وحدیثِ نبویہ اور اجماع وقیاس دال ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے قولہ تعالیٰ: ''إن تجتنبوا كبائر ماما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم'' اس میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو بغیر توبہ محض اعمال صالحہ سے معاف ہوجاتے ہیں، تو پہلے کو کبائر سے تعبیر کیا گیا اور دوسرے کو سیئات سے جو صغائر ہیں۔

(۲) دوسری آیت، ''والذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش الا اللمم''، یہ آیت بھی گناہ کے کبیرہ وصغیرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) باب کی احادیث میں بھی کبائر وصغائر کی طرف تقسیم مذکور ہے۔

(۴) نیز اجماع امت بھی تقسیم بتارہا ہے۔

فریق مخالف نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے جو استدلال پیش کیا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس سے تقسیم کا قول بھی منقول ہے. واذا تعارضا تساقطا. (درس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشکاۃ ۸۷/۱، فتح الملہم ص ۱/۲۵۱)

گناہ کبیرہ کی تعریف

(۱) حضرت ابن عباسؓ و حسن بصریؒ کے نزدیک جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے نار، غضب یا لعنت کے ساتھ وعید سنائی وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ ہے۔

(۲) بعض علماء کے نزدیک جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید سنائی یا دنیا میں حد کا حکم دیا وہ کبیرہ ہے۔

(۳) ہر وہ گناہ جس کے ساتھ وعید یا حد یا لعنت کا تذکرہ ہو وہ کبیرہ ہے۔

لہٰذا جس گناہ کا فساد و خرابی منصوص علیہ کبائر کی خرابی و فساد سے زیادہ ہو یا برابر ہو وہ کبیرہ ہے اور اگر کم ہے تو صغیرہ ہے۔

(۴) بعض حنفیہ فرماتے ہیں کہ جس گناہ پر لفظ فاحشہ کا اطلاق کیا گیا ہے وہ کبیرہ ہے۔

(۵) شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ: ہر وہ کام جو مسلمانوں کے درمیان برا سمجھا جاتا ہے اور اس میں خدا اور دین کی بے حرمتی ہو وہ کبیرہ ہے۔

جامع تعریف

ابوعمرو ابن الصلاحؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ کبیرہ وہ بڑا گناہ ہے جس کو کبیرہ کہا جا سکتا ہے اور اس کے کبیرہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہو، جس پر کتاب و سنت میں جہنم کی وعید سنائی گئی ہو۔ اس کے کرنے والے کو فاسق کہا جا سکتا ہو اور اس پر خدا کی لعنت ہو۔

خلاصۂ کلام

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ''فتح الملہم'' میں لکھتے ہیں کہ علماء کے اقوال و دلائل کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صغیرہ و کبیرہ کا اطلاق دو طرح ہوتا ہے (۱) صغیرہ و کبیرہ حقیقی (۲) صغیرہ و کبیرہ اضافی، ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ ہے اور وہی گناہ اپنے مادون

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے اعتبار سے کبیرہ ہے مثلاً کسی اجنبی عورت کے ساتھ لپٹنا یہ دیکھنے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور زنا کے اعتبار سے صغیرہ ہے اسی طرح کسی مسلمان کا ہاتھ کاٹنا مارنے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور قتل کے اعتبار سے صغیرہ ہے۔ (فتح الملہم ص ۲۵۱، ۲۵۲/۱)

صغیرہ و کبیرہ کے درمیان فرق

مذکورہ تعریفات سے دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو جاتا ہے اس کو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، شیخ ابو محمد بن عبد السلامؒ نے اپنی کتاب ''القواعد'' میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر تم صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق جاننا چاہتے ہو تو ذنوب کی خرابی و فساد کو فساد کبائر منصوص علیہا سے موازنہ کرو، اگر اس کے مفاسد کبائر کے مفاسد سے کم ہیں تو صغیرہ ہے، اور اگر برابر یا اس سے زیادہ ہے تو وہ کبیرہ ہے۔ (فتح الملہم ص ۲۵۱/۱)

ذنوب و سیئات کے درمیان فرق

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ الذنوب لغت میں عیوب کے معنی میں ہے اور خطایا وہ ہیں جو درست نہ ہوں۔

سب سے خطرناک درجہ کے گناہ کو معصیت کہا جاتا ہے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو سیئہ اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو خطأ اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو ذنوب کہا جاتا ہے۔ (العرف الشذی علی الترمذی ص ۴/۱)

قوله ألإشراك بالله

اشراک باللہ اکبر الکبائر میں سے ہے، ابن قیمؒ 'مدارج السالکین'' میں فرماتے ہیں کہ شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) اکبر (۲) اصغر۔ شرک اکبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود یا شریک مان لینا، اور اس سے اللہ سے محبت کرنے کی طرح محبت کرے۔ شرک اصغر جیسا کہ ریاء، تصنع للخلق اور غیر اللہ پر قسم کھانا وغیرہ جیسا کہ آپ ﷺ سے روایت ہے ''من حلف بغير الله فقد اشرك''۔ (فتح الملہم ص ۲۵۴/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله :عقوق الوالدين

''العقوق'' یہ عق سے ماخوذ ہے عق یعق، بمعنی قطع یقطع (کاٹنا) ہے یہ باب نصر ینصر کا مصدر ہے عقوق الوالدین، والدین کی اطاعت ترک کرنا۔

والدین کی اطاعت کب ضروری ہے؟

والدین کا حکم جو معصیت نہ ہو اس کی اطاعت واجب ہے، اولاد کے بعض اقوال و افعال سے والدین کو ایذا و تکلیف ہوتی ہے مگر وہ منع نہیں کرتے، پھر بھی اولاد کو اس سے باز رہنا ضروری ہے اور اگر ترک سنت کا حکم کریں اور یہ حکم دائمی ہے تو یہ حکم معصیت ہوگا جس کی اطاعت جائز نہیں ہے اگر اتفاقاً کسی مصلحت کی بنا پر منع کیا تو والدین کی اطاعت ضروری ہوگی، ماں باپ کو ایذا پہنچانا حرام ہے، الا یہ کہ ان کو ایذا ایسا حق اللہ کی وجہ سے ہو جو واجب ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

قوله: شهادة الزور

زور، غلط باتوں کو اسطرح بیان کرنا کہ سننے والے صحیح باور کریں، شہادۃ الزور کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی شہادت دی جائے تا کہ اس کے ذریعہ کسی کا ناحق مال و جان تباہ و برباد ہو جائے، ظاہر ہے کہ یہ شرک کے بعد سب سے بڑا جرم ہے۔

وفي رواية السحر

السحر: هو علم يستفاد من حصول ملكة نفسانية تقتدر بها على افعال غريبية لاسباب خفية.

سحر کی تعریف: کہ اسباب خفیہ کے ذریعہ ایسے امور کو اپنے قابو میں لے آنا جو خارق للعادت ہو، اور اس کی نسبت خدا کی ذات یا صفات کی طرف نہ کی جائے۔

سحر کی بہت سی قسمیں ہیں: (۱) کسی میں ایسے افعال و اقوال کا ارتکاب ہوتا ہے جو کفر کے قبیل سے ہیں، اسی طرح ایسا اعتقاد ہوتا ہے جو کفر ہے، تو ایسا سحر کفر ہے، (۲) کسی میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

محرمات ومعاصی کا ارتکاب ہوتا ہے ایسا سحر معاصی کے قبیل سے ہوگا (۳) بعض سحر ایسا ہے جس میں نہ اضرار ہے نہ ارتکاب کفر ومعاصی ہے نہ نجاست کا استعمال ہوتا ہے، نہ مفضی الی المعصیۃ ہوتا ہے وہ سحر فی نفسہٖ مباح ہے۔

معجزہ وکرامت اور سحر میں فرق

(۱) سحر میں آلۂ خفیہ کی ضرورت پڑتی ہے، معجزہ وکرامت میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ اتفاقاً ظاہر ہوجاتی ہے۔ (۲) سحر کے لئے خاص زمان ومکان کی ضرورت ہوتی ہے، معجزہ وکرامت میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) سحر میں تعلیم وتعلم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ معجزہ وکرامت میں اس کی ضرورت نہیں۔ جہاں چاہے جس وقت چاہے ظاہر ہوجاتی ہے۔ (۴) سحر کا مقابلہ ومعاوضہ ممکن ہے جبکہ معجزہ وکرامت کا مقابلہ ومعاوضہ ناممکن ہے۔

مسلم ص ۶۵

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایدخُل الجنةَ مَن کان فی قلبِہٖ مِثْقالُ ذَرَّةٍ من کبرٍ، قال رجلٌ: إن الرَّجل یحب أن یکون ثوبُه ونَعلُه حَسَنَةً، قال: إن اللہ جمیل یُحبُّ الجمَالَ، الکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمطُ النَّاسِ.

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک شخص نے کہا: کہ آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کپڑا اور جوتا عمدہ ہو، تو آپ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، کبر تو حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کبر کی تعریف اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

کبر نام ہے کسی کمال دنیوی یا دینی میں اپنے کو با اختیار اور خود کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا، کہ دوسرے کو حقیر سمجھے، اس تعریف میں دو جزء ہیں (۱) اپنے آپ کو بڑا سمجھنا (۲) دوسرے کو حقیر سمجھنا۔ یہ اس کی حقیقت ہے جو حرام و معصیت ہے، اب اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے لیکن دوسرے کو حقیر نہیں سمجھتا ہے تو یہ کبر نہیں ہے بلکہ عظمت ہے لہٰذا عظمت اور کبر کے درمیان فرق بھی واضح ہو گیا ہے۔

خلاصۂ کبر

جس قدر آدمی اپنے آپ کو دوسرے کے اعتبار سے فوقیت اور برتری کا تصور کرے گا، اسی قدر دوسرے کو حقیر و ذلیل جانے گا، جس شخص میں تکبر ہوگا وہ تواضع پر قادر نہیں ہوگا ہمیشہ سچ بولنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا، لوگوں سے حسد کرے گا، کینہ و بغض رکھے گا، غصہ کرے گا غصہ دفعہ کرنے پر قادر نہیں ہوگا، خیر خواہ نہیں ہوسکتا، دوسروں کی نصیحت قبول نہیں کرے گا، لوگوں کی غیبت کرے گا، لوگوں کو حقیر جانے گا، یہ کبر اس کے اور اسلامی اخلاق کے درمیان حجاب بن جائے گا، اور یہی اسلامی اخلاق جنت کے دروازے ہیں۔

متکبر علیہ کے اقسام

تکبر میں تین چیزیں ہوتی ہیں (۱) متکبر (تکبر کرنے والا) (۲) متکبر علیہ (جس پر تکبر کیا جائے) (۳) متکبر بہ (جس کے ذریعہ تکبر کیا جائے) امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ تکبر باعتبار متکبر علیہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) تکبر علی اللہ، جیسا کہ فرعون و نمرود نے کیا (۲) تکبر علی الرسول، جیسا کہ امۂ سابقہ نے کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے انسان کی اطاعت نہیں کریں گے (۳) تکبر علی العباد، تکبر کی پہلی اور دوسری قسم کفر ہے اور تیسری قسم بھی کفر ہوتا ہے کبھی نہیں پھر بھی جرم عظیم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسباب کبر

(۱)علم وفن میں کمال حاصل کرنا(۲)حسد وکینہ(۳)ریا(۴)کثرت مال(۵)جمال۔

اعتراض: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتکب کبر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جوابات: علماء کرام نے اس حدیث کی مختلف تاویلات کی ہیں:

(۱) بعض حضرات نے کہا: کہ حدیث میں تکبر سے مراد تکبر علی اللہ والرسول مراد ہے جس کی وجہ سے ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، لیکن امام نوویؒ نے اس تاویل کو بعید قرار دیا ہے اس لئے کہ حدیث کا سیاق معروف تکبر کے بارے میں ہے اس اعتبار سے حدیث کی مختلف تاویلات کی گئی ہے۔

(۲) کہ غرور وتکبر اپنی اصلیت کے اعتبار سے جنت سے دور کرکے جہنم میں ڈلوانے والی خصلت ہے۔

(۳) مغرور ومتکبر، متقیوں کے ساتھ اول وہلہ میں سیدھا جنت میں نہ جاسکے گا، بلکہ اس کو دوزخ میں اپنے تکبر کی سزا بھگتنی پڑے گی، اس کے بعد جنت میں جاسکے گا۔

(۴) حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرنا چاہے گا تو اس کے دل سے کبر نکال دیگا اور پاک صاف کرکے جنت میں داخل کرے گا۔

(۵) کبر سے پاک نہ ہونے تک جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا خواہ عذاب کے ذریعہ پاک ہو یا معافی کے ذریعہ پاک ہو۔ (شرح نووی ص ۶۵)

قولہ اللہ یحب الجمال

قاموس میں ہے جمال نام ہے ظاہری وباطنی اچھائیوں کا، قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے، "ولکم فیھا جمال" اس کے معنی حسن وخوبی کے ہیں، اس جمال کی دو قسمیں ہیں (۱) صرف اپنے ہی بدن اور اپنی ذات وفعل تک محدود ہو (۲) ان اچھائیوں سے دوسرے لوگ مستفید ہوں، ان اللہ یحب الجمال، میں یہی دوسرے معنی مراد ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فیوض وکمالات سے بندے مستفید ہورہے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۶۷/۶۸

عن اسامة بن زيد قال: بعثنا رسولُ اللّٰه فى سَرِيَّةٍ، فَصَبَّحْنَا الحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَدْرَكْتُ رَجُلاً، فقال: لا إله إلا اللّٰه، فَطَعَنْتُهُ، فَوَقَعَ فى نفسى مِن ذلك فذَكَرْتُهُ لِلنبى. صلى اللّٰه عليه وسلم. فقال رسول اللّٰه: أقال لا إله إلا اللّٰه وقَتَلْتَه، قال: قلتُ: يا رسولَ اللّٰهِ إنما قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلاَحِ، قال: فلا شَقَقْتَ عن قلبِهِ حتى تعلمَ أَقَالَهَا أم لاَ، فمَا زال يُكَرِّرُهَا حتى تَمَنَّيْتُ أنِّى اَسْلَمْتُ يومئذٍ.

اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلۂ حرقہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا، ہم نے صبح صبح ان پر چھاپہ مارا، میں نے ایک شخص کو پایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے، اس کے باوجود میں نے اس کو نیزہ مارا، میرے دل میں شبہ ہوا، تو اس کا تذکرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر ڈالا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا، تو آپ نے فرمایا پھر تم نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟ تاکہ حقیقت حال کا علم ہو جاتا کہ کلمہ اس کے دل میں ہے یا نہیں، اس کلمہ کو آپ بار بار فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا۔

تشریح

حضرت مقداد ابن الاسودؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ دونوں کی حدیث میں مشترکہ طور پر یہ بات ہے کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو جائے کلمہ پڑھ لے تو اس سے پہلے اس نے مسلمان کے ساتھ خواہ جیسا کچھ معاملہ کیا ہو مگر اب اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد اسے قتل کرنا صحیح نہیں ہے، جب اس کی زبان سے کلمۂ اسلام نکلا تو اس کا اعتبار و احترام ضروری ہے، خواہ تلوار کے ڈر سے کہا ہو یا سچ دل سے اقرار کیا ہو، حضرت اسامہؓ نے کہا یا رسول اللہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا مگر آپ نے کوئی عذر نہیں مانا، برابر کہتے رہے: أقتلته بعد ماقال لا اله الا اللّٰه، حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے حزن و ملال کو دیکھ کر مجھے اس قدر ندامت ہوئی کہ دل نے کہا کاش آج کے دن سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا اور آج مسلمان ہوتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت مقدادؓ

حضرت مقدادؓ کی روایت میں ہے "لا تقتله فان قتلته فانه بمنزلتک قبل ان تقتله وإنک بمنزلته قبل ان يقول كلمته التي قال: یعنی جو کچھ بھی ہو، جب اس نے کلمہ توحید کا اقرار کیا پھر قتل مت کرو، اقرار کرنے سے پہلے وہ کافر تھا اور تو مسلمان تھا، لیکن اگر اقرار کے بعد اس کو قتل کر دیا تو وہ تیری جگہ ہو جائے گا اور تو اس کی جگہ۔

اعتراض: حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کافر مخلد فی النار تھا، اب تو کافر مخلد فی النار ہو جائے گا۔ قرآنی آیت: من قتل منكم مؤمنا متعمداً فجزائه جهنم خالداً فبها، وغضب الله عليه ولعنه وأعدله عذاباً عظيما، سے اور احادیث متواترہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ إن الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء اور شفاعت کی احادیث: اخرجوا من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من الإيمان اسی طرح من قال لا اله الا الله دخل الجنة کی وجہ سے قتل کی وجہ سے ایسا کافر نہیں ہوگا جو مذہب وملت سے خارج ہو کر مخلد فی النار ہو اور "ومن قتل منكم" والی آیت میں ان جازاہ محذوف ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں موجود ہے یا خلود سے مکث طویل مراد ہے۔ (نعمت المنعم ص ۳۱۷، ۱/۳۱۸)

قوله إن قتلته فانه بمنزلتك کی صحیح تاویل

مذکورہ وجوہات کی وجہ سے حدیث کو اس کے ظاہر سے پھیر کر یہ تاویل کی جائے گی، انك مثله في مخالفة الحق وارتكاب المعصية، كما انه كان في مخالفة الحق وارتكاب المعصية قبل اقراره هذه الكلمة، وان اختلف انواع المخالفة والإثم فيسمى إثمه كفرا وإثمك معصية وفسقاً.

یعنی حق کی مخالفت اور گناہ کرنے میں تو بھی اس شخص کی طرح ہو گیا جس نے ابھی کلمہ کا اقرار نہیں کیا تھا، اور تجھ سے جنگ کر رہا تھا، البتہ دونوں کی مخالفت اور گناہ میں فرق ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس شخص کا گناہ کفر ہے اور تمہارا گناہ معصیت اور فسق ہے۔

امام شافعی وابن القصار نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ وہ شخص جو تم سے قتال کر رہا تھا کلمہ توحید کا اقرار کرنے سے پہلے غیر معصوم الدم تھا اور تو معصوم الدم تھا لیکن جب تم نے اس کو اقرار توحید کے باوجود قتل کر دیا، تو تو اس فعل کی وجہ سے تو غیر معصوم الدم ہو گیا اور وہ اس کلمہ کے اقرار کی وجہ سے معصوم الدم ہو گیا۔ (فتح الملہم ص ۲۵۹/۱، نعمت المنعم ص ۳۱۸)

اعتراض:

جب اسامہؓ نے اس کو اقرارِ توحید کے باوجود قتل کر دیا تو ان سے قصاص لینا چاہئے تھا، حالانکہ ان سے قصاص نہیں لیا گیا۔

جواب:

ان سے قصاص ان کی تاویل کی وجہ سے نہیں لیا گیا انہوں نے سمجھا کہ اس نے کلمہ توحید کا اقرار جان بچانے کے لئے کیا ہے لہٰذا یہ قتل عمد میں داخل نہیں ہے۔

اعتراض:

جب یہ قتل عمد میں داخل نہیں تو قتل خطاً میں تو ضرور داخل ہے، جب یہ قتل خطاً ہوا تو کفارہ ودیت کا حکم ہونا چاہئے، حالانکہ حدیث میں کفارہ ودیت کا حکم نہیں دیا گیا۔

جواب:

(۱) آیت قرآنی: ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة، والی آیت واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی کفارہ ودیت کا حکم اس واقعہ کے بعد نازل ہوا ہے یا پھر یہ حکم اس واقعہ سے پہلے نازل ہوا تھا اور آپ ﷺ نے کفارہ ودیت کا حکم دیا ہوگا جس کو راوی نے ذکر نہیں کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۷۱

عن ابی ذر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم. ثَلَاثَۃٌ لا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یومَ الْقِیَامَۃِ ولایَنظُرُ إلیھم، ولا یُزَکِّیھِمْ، ولھم عَذَابٌ ألِیمٌ، قال: فقرأھا رسولُ اللّٰہ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قال أبو ذر: خَابُوا وخَسِرُوا مَنْ ھُمْ؟ یارسول اللّٰہ، قال: الْمُسْبِلُ، والمَنَّانُ، والمُنَفِّقُ سَلْعَتَہ، بالحَلَفِ الکَاذِبِ.

حضرت ابوذرؓ حضورﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (رضامندی سے) بات نہیں فرمائیں گے اور ان پر نظر رحمت نہیں ڈالیں گے نہ ان کو گناہوں سے پاک وصاف کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ آپ نے اس آیت کو تین بار پڑھا ہے، حضرت ابوذر نے کہا وہ لوگ تو ناکام ہو گئے، وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا (۱) ٹخنے کے نیچے ازار لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان فروخت کرنے والا۔

تشریح:

اس حدیث میں تین آدمیوں کو وعید سنائی جا رہی ہے، ایک مسبل یعنی ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانے والا، اسی طرح دوسرے لباس کو ٹخنے کے نیچے لٹکانے والا بھی اس وعید میں شامل ہے (یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے) اور اسبال میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ تکبر کی نیت سے ہو تب ہی ناجائز ہوگا بلکہ بغیر نیت کے بھی لٹکانا ممنوع ہے، کیونکہ اس میں متکبرین کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اور جس طرح حقیقت کبر اللہ کو ناپسند ہے صورت کبر بھی عند اللہ مذموم ہے، کیونکہ صورت بھی حقیقت تک پہونچانے کا سبب بن جاتی ہے، البتہ اگر عذر کی بنا پر ہو یا غفلت کی بنا پر ہو تو موجب عتاب نہیں ہے۔

المنان:

احسان کر کے جتلانے والا، احسان جتلانا صدقہ کے ثواب کو باطل کرنے والا ہے، اس ثواب کو باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ احسان نہ جتلائے، ارشاد باری ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یاایها الذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن و الأذی،
اسی طرح
الذین ینفقون أموالهم فی سبیل اللّٰه ثم لا یتبعون ما أنفقوا منا ولا أذی،
لهم أجرهم عند ربهم، ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون.

اس لئے کہ احسان کرنے والا اگر احسان جتلائے گا یا احسان کے بعد جس کے ساتھ احسان کیا ہے، اس کے ساتھ تکلیف دہ عمل کرے گا، تو ثواب بھی باطل ہوگا اور خوف وحزن ہوگا، اور اس کی ایک شکل حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ لطف ومحبت سے کلام نہیں کریں گے اور ان کو پاک وصاف نہیں کریں گے۔

قوله المنفق سلعته:

منفق یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تفعیل سے اس کے معنی ترویج کے ہیں، سلعۃ بمعنی سامان جمع سلع۔ تیسرے نمبر پر وعید کا مستحق وہ شخص ہے جو تجارت میں اپنا مال فروخت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے تاکہ دوسرے لوگ دھوکہ کھا کر اس کا مال گراں قدر قیمت میں خریدیں حالانکہ عام حالات میں بھی سچی قسمیں کھانے سے منع کیا گیا ہے، تاکہ ذاتِ باری کی ہیبت قائم رہے، جبکہ یہ شخص مالی منفعت کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام مبارک غلط استعمال کررہا ہے، اس کا یہ عمل بتلاتا ہے کہ اس کے دل میں جتنی اہمیت دنیاوی سامان کی ہے اتنی اہمیت اسم الٰہی کی نہیں ہے۔

فقرأها رسول اللّٰه:

اس سے سورۂ آل عمران کی آیت مراد ہے اور وہ إن الذین یشترون بعهد اللّٰه وأیمانهم ثمناً قلیلاً ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۶۴)

اِسبال کی حد:

ملا علی قاریؒ مرقات میں لکھتے ہیں کہ اسبال یہ لنگی، پائجامہ، عمامہ سب کو شامل ہے اور اسبال تحت الکعبین اگر کبر کی بنا پر ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر بغیر نیت کبر کے ہے تو مکروہ ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اسبال ہمارے نزدیک مطلقاً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ممنوع ہے۔
حافظ ابنِ حجرؒ نے اسبال کی حد متعین فرمائی ہے کہ مرد کی دو حالت ہیں (۱) ایک حالتِ استحباب (۲) ایک حالتِ جواز، حالت استحباب یہ ہے کہ ازار نصف ساق تک ہو، اور حالت جواز یہ ہے کہ ٹخنے تک ہو، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی دو حالتیں ہیں (۱) حالتِ استحباب (۲) حالتِ جواز۔ حالتِ استحباب یہ ہے کہ نصف ساق سے ایک بالشت نیچی ہو۔ حالت جواز یہ ہے کہ ایک ذراع لمبی ہو (حضرت ابوبکرؓ کے ازار کا حکم عام حکم سے مستثنیٰ ہے)۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۶۴)

مسلم ص۷۵

عن عبدالله قال: قلنا يا رسول الله: أنُؤاخَذُ بما عَمِلْنَا في الجاهلية، فقال: من أَحْسَنَ فِي الاسلامِ لم يُؤاخَذْ بما عَمِلَ في الجاهلية، ومن أَسَاءَ في الاسلام أُخِذَ بالأول والآخر.

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم سے ان اعمال کا مواخذہ ہوگا جن کو ہم نے زمانۂ جاہلیت میں کئے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں نیکی کی اس سے زمانہ کفر کے اعمال کی باز پرس نہیں ہوگی، اور جس نے اسلام خراب کیا اس سے زمانہ کفر واسلام دونوں زمانے کے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث کی تشریح میں علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اسلام مثل توبہ کے ہے جس طرح توبہ میں جس گناہ سے توبہ کی وہی معاف ہوگا۔ اسی طرح اسلام کفر سے توبہ ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام سے کفر معاف ہوگا۔ زمانہ جاہلیت میں کفر کے سوا دیگر جو گناہ کرتا تھا اگر اس سے توبہ نہیں کی اور زمانہ اسلام میں بھی اس کو کر رہا ہے، مثلاً شراب پینا، تو کفر کے زمانہ کے معاصی کا بھی اس پر گناہ ہوگا، جمہور علماء امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ وشافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''من أحسن في الاسلام'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بہترین طریقے سے اسلام قبول کرے بایں طور کہ وہ دل وزبان سے اسلام قبول کرے۔ ومن اساء فی الاسلام، کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اچھی طرح اسلام قبول نہ کرے یعنی زبان سے تو اقرار کرتا ہے، لیکن دل سے وہ اسلام قبول نہ کرے بلکہ دل میں کفر چھپا ہوا ہو، ایسے آدمی سے زمانۂ کفر واسلام دونوں زمانہ کے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔

احسان واساءہ فی الاسلام سے کیا مراد ہے؟

قال الإمام النوويؒ: المراد بالإسائة فی الإسلام، عدم الدخول فی الإسلام بالظاهر والباطن جميعاً، بأن يكون منقادا فی الظاهر، ومظهراً للشهادة غير معتقد للاسلام بقلبه، فهذا منافق باق علی كفره،

والمراد بالاحسان في الاسلام: دخوله فی الاسلام بالظاهر والباطن جميعاً. (نووی ص ۷۵/۱)

ملاعلی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں توبہ کی بحث میں نقل کیا اور وہ محققین کا قول ہے کہ اگر اسلام کے ساتھ گذشتہ گناہوں پر توبہ بھی کی جائے تو ایسا اسلام تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اگر ان معاصی سے توبہ نہ کرے اور اسلام کے بعد اسی طرح کرتا رہا ہے تو اس سے تمام گناہوں کا مواخذہ ہوگا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۹۳)

مسلم ص ۷۶

عن حكيم بن حزام انه قال لرسول الله: أرأيتَ اموراً كنتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَل لِي فِيهَا مِن شيئٍ؟ فقَالَ له رسولُ اللّهِ، أَسْلَمْتَ عَلَىٰ مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ.

حضرت حکیم ابن حزامؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ میرے وہ نیک کام جو میں زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا کیا اس میں مجھ کو اجر ملے گا، تو آنحضور نے فرمایا: جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو ان کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زمانۂ کفر کے اعمال صالحہ اسلام کے بعد معتبر ہیں

ابن بطال اور دوسرے محققین کا مختار قول یہ ہے کہ کافر اگر مسلمان ہو جائے اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تو جو نیک کام کفر کے زمانہ میں کر چکا ہے اس کا ثواب بھی اس کو ملتا ہے اس کی دلیل میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت پیش کرتے ہیں:

قال: قال رسول اللّٰہ: اذا أسلم الکافر، فحسن إسلامه کتب اللّٰہ کل حسنة زلفها، ومحاعنه کل سیئة زلفها، و کان عمله بعد الحسنة بعشر امثالها الی سبع مائة ضعف والسیئة بمثلها إلا أن یتجاوز اللّٰہ تعالیٰ،

دار قطنی نے اس حدیث کو مالک کی غریب حدیثوں میں ذکر کیا ہے، (فتح الملہم ص ۱/۲۷۴)

کیا کافر کی نیکی کا کوئی ثمرہ آخرت میں ظاہر ہوگا؟

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کافر کی عبادات و طاعات اور ہر قسم کی نیکیاں معتبر ہوسکتی ہیں ان کو اسی پر یہاں تک اصرار ہے کہ فقہاء کا قول "لا یصح عبادة الکافر ولو اسلم لم یعتدبها، میں تاویل کرتے ہیں کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی احکام میں ان کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس میں آخرت کے متعلق کوئی بحث ہی نہیں۔ (شرح نووی ص ۱/۷۷)

علامہ کشمیریؒ کی رائے

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں نفع بخش ہو سکتے ہیں گو اس کی صورت صرف تخفیفِ عذاب ہو، کیونکہ ایک منصف اور ایک ظالم کے عذاب میں بدیہی فرق ہے۔ اس فرق کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی کہ منصف کا انصاف ہی اس کے حق میں تخفیفِ عذاب کا باعث ہو ورنہ اصل کفر میں تو دونوں برابر ہیں۔

اعتراض: یہ حدیث بظاہر اصول کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ کافر کی طرف سے تقرب إلی اللہ صحیح نہیں ہے لہٰذا اس کی اطاعت پر ثواب بھی نہیں ملے گا، اس لئے کہ تقرب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے ضروری ہے، کہ متقرِّ ب کو متقرَّ ب الیہ کی معرفت حاصل ہو اور کافر کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے۔

جواب: اس اعتراض کو دفع کرنے کے لئے علماء کرام نے حضور ﷺ کا ارشاد "اسلمت علی ما اسلفت" کی مختلف توجیہات کی ہیں:

(۱) یعنی زمانہ جاہلیت میں نیک کام کر کے جو مزاج بنا ہے، مسلمان ہو کر وہ مزاج باقی رہے گا اور سابقہ عادت سے تم کو اسلام لانے کے بعد فائدہ ہوگا۔

(۲) زمانۂ کفر میں نیکی کر کے جو شہرت حاصل کی ہے اسلام لا کر وہ شہرت ختم نہیں ہوگی بلکہ وہ برقرار رہے گی۔

(۳) زمانۂ کفر میں نیک طبیعت کی وجہ سے نیک کام انجام دیتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد اس طبیعت سے جو کچھ بھی نیک کام کرو گے اس پر دہرا اجر ملے گا۔

(۴) زمانۂ کفر کے نیک کاموں ہی کی بدولت تم کو اسلام نصیب ہوا ہے جو سب سے بڑا فائدہ ہے گویا کہ نیک کام اور نیک طبیعت اسلام کا سبب بنی۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۷۴)

قولہ اتحنث: باب تفعل سے بمعنی تعبد ہے جیسا کہ روایت میں اس کی تفسیر تعبد سے کی گئی ہے اور اس کے معنی تبرر کے بھی ہیں یعنی نیک کام کرنا جیسا کہ دوسری روایت میں التحنث کی جگہ "اتبرر" آیا ہے، تحنث کے لغوی معنی یہ ہے کہ آدمی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے وہ گناہ سے نکل جائے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۷۵)

مسلم ص ۷۲

قال رسول اللّٰہ: مَنْ قَتَلَ نَفْسَہ بِحَدِیْدَۃٍ، فحدیدتہ فِی یَدِہٖ یَتَوَجَّأ بھا فی بطنہ فی نار جھنم خالداً مخلدًا فیھا ابدًا، ومن شرِبَ سَمًّا، فَقَتَلَ نفسہ، فھو یَتَحَسَّاہ فی نارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مخلداً فیھا ابداً، ومن تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ وَقَتَلَ نفسہ فھُوَ یَتَرَدّٰی فِی نَارِ جَھَنَّمَ خَالِداً مخلدًا فِیْھَا ابداً۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو کسی دھاردار آلہ سے ہلاک کرے تو وہ ہتھیار جہنم میں اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کو اپنے پیٹ میں ہمیشہ گھونپتا رہے گا اور جو شخص زہر پی لے اور اپنے آپ کو ہلاک کرلے تو وہ ہمیشہ جہنم میں زہر پیتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کردے تو وہ ہمیشہ جہنم میں گرتا ہی رہے گا۔

تشریح:

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جان اس کو دی ہے وہ انسان کی نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ کی امانت اور مملوک ہے اور خدائی امانت و مملوک کی حفاظت انسان پر ضروری ہے اس لئے انسان کو خودکشی سے کلی طور پر احتراز ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم میں جان کی حفاظت کی تلقین کی گئی ہے اور اس کو ضائع کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

كما قال الله عزوجل: ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة.

اور حدیث باب میں اس کے لئے سخت وعید آئی ہے اور یہ وعید آخرت کے بارے میں ہے باب کی احادیث سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

جہاد اور خودکشی میں فرق

مجاہد اسلام اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے گویا اس نے خدا کی امانت خدا کے حوالہ کردی جبکہ خودکشی میں ایسا نہیں ہے۔

اعتراض: حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوکر ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے کیونکہ خلود فی النار کافر کے لئے ہے نہ کہ مسلمان کے لئے ہے اس سے معتزلہ وخوارج کی تائید ہوتی ہے۔

جواب: حدیث سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے لیکن نصوصِ قطعیہ اور احادیثِ متواترہ کی وجہ سے علماء اہل سنت والجماعت نے اس کی مختلف تاویلات کی ہیں:

(۱) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ خلود فی النار کی سزا اس شخص کے لئے ہے، جو خودکشی کو حرام جانتے ہوئے حلال ہونے کا عقیدہ رکھے، ظاہر ہے کہ حرام کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت محمد بن عجلان نے سعید مقبری سے اور انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اس میں خالداً مخلداً کا لفظ نہیں ہے۔

(۳) یہ حدیث زجر وتوبیخ پر محمول ہے اور اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

(۴) یہ خودکشی کا خاصہ بتلایا گیا ہے اصل سزا تو اس کی یہی ہے کہ خلود فی النار ہو، لیکن ایمان کی صفت آجانے کی وجہ سے اس کی اصل سزا مرتب نہیں ہوگی۔

مسلم ص ۷۸

عن ابی هريرة قال: قال رسولُ اللّهِ. صلى الله عليه وسلم. إن الله تجاوز لأمتی ماحدثت به انفسها مالَم يَتَكَلَّمُوا اَوْ يَعْمَلُوْا به.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے وہ وساوس جو صرف ان کے دلوں میں گزریں۔ معاف کردئے ہیں جب تک وہ اپنی زبان سے اس کو ادا نہ کریں یا عملی جامہ نہ پہنائیں۔

تشریح

ماحدثت بہ انفسہا سے غیر اختیاری وسوسہ مراد ہے۔ دلی خیالات جس پر عمل کرنے کا نفس نے ارادہ نہیں کیا ہے وہ معاف ہے جب تک اس کو خارج میں موجود نہ کرے اور اگر اس کا تعلق زبان سے ہے تو زبان سے کہہ نہ دے اور اگر اعضاء وجوارح سے ہے تو جب تک اعضاء وجوارح سے شروع نہ کرے اس وقت تک مواخذہ نہیں ہوگا۔

وسوسہ اور الہام میں فرق:

ملا علی قاریؒ مرقات میں لکھتے ہیں: الوسوسة هی الخواطر التی تدعوالی الوذائل۔ یعنی وسوسہ وہ دلی خیالات ہیں جو انسان کو برے کاموں کی طرف ابھارتے ہیں۔

الالهام: هو الخواطر التی تدعوا لی الفضائل: الہام وہ دلی خیالات ہیں جو انسان کو اچھے کاموں پر آمادہ کرتے ہیں۔

علامہ سعد التفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں الہام: هو القاء المعنی فی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

القلب بطريق الفيض۔ (مرقات ص۱۳۳/۱، شرح عقائد ص۲۲)

وسوسہ کے اقسام واحکام:

دلی وساوس وخیالات کے باب میں احادیث متعارض نظر آتی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دلی خیالات پر مواخذہ ہے قوله: إن السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا، لكن يواخذكم بما كسبت قلوبكم، ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة، کہ جس کے پاس مال ودولت نہیں ہے مگر کسی ایسے مال ودولت والے کے عمل کی تمنا کرتا ہے جو اپنے مال طرح طرح کے گناہوں میں خرچ کرتا ہے تو اس کو اس تمنا پر گناہ ہوگا، اسی طرح کی آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خیالات وتصورات پر مواخذہ ہے، اور حدیث ابو ہریرہؓ اور اس طرح کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر مواخذہ نہیں ہے، اس لئے وساوس وخیالات کی تفصیل کی ضرورت ہے علماء نے وساوس و خیالات کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) دل میں برے خیالات آئیں اور فوراً نکل جائیں اس کو ہاجس کہتے ہیں۔

(۲) دل میں برے خیالات بار بار آئیں اور نکل جائیں اس کو خاطر کہا جاتا ہے۔

(۳) ان خیالات کی طرف دل کا میلان ہورہا ہو اس کو حدیث النفس کہا جاتا ہے۔

(۴) ان وساوس وخیالات کے بارے میں دل کبھی کرنے اور کبھی نہ کرنے کا حکم دیتا ہے یعنی تذبذب وتردد ہے اس کو ہمّ کہتے ہیں۔

(۵) دل سے تردد ختم ہوجائے اور دل نے اس کے بارے میں حتمی فیصلہ کرلیا ہے اس کو عزم کہتے ہیں۔

ان اقسام خمسہ میں سے قسم اول (ہاجس) تمام امتوں سے معاف ہے اور اس امت سے سوائے اخیر (عزم) کے بقیہ سب معاف ہے، لیکن بقیہ امتوں سے اول کے علاوہ بقیہ پر مواخذہ ہوگا لہٰذا جن آیات واحادیث میں خیالات پر مواخذہ کا حکم ہے وہاں عزم مراد ہے اور جن آیات واحادیث میں خیالات پر عدم مواخذہ معلوم ہوتا ہے وہاں اقسام اربعہ مراد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں کسی نے اقسام خمسہ کو ایک شعر میں جمع کیا ہے۔

مراقب القصد خمس هاجس ذكروا   فخاطر فحديث النفس فاستمعا

يليه همٌّ فعزم كلها رفعت   سوىٰ الأخير ففيه الأخذ قدوقعا

(فتح الملهم ص ۱/۱۷۸، نعمت المنعم ص ۱/۳۴۲،۳۴۱)

مسلم ص۷۹

عن ابی هريرة قال: جاء ناسٌ مِن اَصحابِ النبيِّ إلى النَّبِيِّ. صلى الله عليه وسلم. فسألوه إنا نَجِدُ فى أنْفُسِنا ما يَتَعاظَمُ اَحدُنَا أنْ يَّتَكلَّمَ به، قال اوقد وجَدْ تُّمُوه قالوا: نَعَمْ قال: ذٰلِكَ صَرِيْحُ الإيمان، أَنَّ اباهُرَيْرَةِ قال: قال رسول الله ياتى الشيطانُ اَحَدَكُمْ فيقول مَنْ خَلَقَ كذا و كذا؟ حَتّٰى يقول مَنْ خلقَ رَبُّک؟ فاذا بَلَغَ ذٰلِکَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰه ولْيَنْتَهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ چند صحابہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ ہم اپنے دلوں میں اپنے خطرات محسوس کرتے ہیں کہ زبان سے اداء کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے آپ نے جواب دیا کہ تمہیں ناگواری ہوتی ہے، بولے جی ہاں، آپ نے فرمایا یہ تو صریح ایمان ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے پاس شیطان آجائے پھر تم سے کہے یہ کس نے پیدا کیا، یہ کس نے پیدا کیا، یہاں تک کہتا ہے کہ تمہارے پروردگار کو کس نے پیدا کیا، جب یہاں تک کی نوبت آجائے تو اللہ کی پناہ لینا چاہئے اور اس کے ساتھ سوال وجواب کا سلسلہ ختم کردینا چاہئے۔

وسوسہ دفع کرنے کے طریقے

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ وشیطان میں انسان کے قلب میں تاثیر کی قوت رکھی ہے، ملائکہ کی تاثیر سے قلوب کے اندر انس الٰہی اور نیک کاموں کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اور شیطان کی تاثیر سے وحشت واضطراب اور برے افعال کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے، جب اس قسم کے وسوسے قلوب میں پیدا ہوں تو اس کو چاہئے کہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس کی طرف التجاء کرے اور خدا اور رسول پر یقین کے تصور سے دل شیطان کی طرف سے ہٹ جاتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اوران کے اثر قبول کرنے سے رک جاتا ہے، قولہ تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون ۔یعنی جو ہم سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطانی خیال چھوتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں وہ فوراً خبردار ہو جاتے ہیں، قولہ تعالیٰ :واما ینزعنک من الشیطان نزع فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع العلیم ، یہ علاج ان وساوس کے لئے ہے جو دل میں آتے ہیں اوران کا دل میں استقرار نہیں ہوتا ہے اس علاج سے محفوظ وصحیح سالم ہو جائے گا۔

(۲) جن قلوب میں ان وساوس کا استقرار ہو جائے اور جڑ پکڑ لیں، تو ان کو صرف اس علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ ایسی صورت میں دلیل کے ساتھ ان شبہات کا ازالہ بھی ضروری ہے جیسا کہ خود حضورﷺ نے اس اعرابی کو جس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ صحیح وتندرست اونٹوں میں کوئی خارشی اونٹ آجاتا ہے تو وہ ان سب کو بھی خارشی بنادیتا ہے، اس موقع پر حضور نے اس کو تعوذ اور ایمان باللہ والرسول کو یاد کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دلیل سے آپ نے اس اعتراض کو دفع کرتے ہوئے فرمایا:فمن اعدیٰ الأول۔

خلاصہ: یہ ہے کہ علماء نے وساوس وشبہات کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے (۱) کہ شبہات و وساوس حدیث النفس کے درجے میں ہوں تو اس قسم کے وساوس وشبہات کے ازالہ کی صورت حدیث ابو ہریرہؓ وانسؓ میں مذکور ہے اوراس کے تصوراور غور وفکر کرنے سے باز رہے اور خدا کی طرف التجاء کرے اور اللہ پر یقین کا تصور کرے اس طرح شکوک وشبہات اور وساوس دفع ہو جائیں گے۔ (۲) وساوس وشبہات اس سے آگے بڑھ کر یقین سے مزاحمت کرنے لگیں یا درجہ تکذیب تک پہنچ جائیں اور دل میں پیوست ہو جائیں، تو اس صورت میں اس کو دلیل کے ذریعہ دفع کرنا ضروری ہو جاتا ہے جیسا کہ خود حضورﷺ نے دلیل سے اس اعرابی کے شبہ کو زائل فرمایا۔ (نعمت المنعم:ص ۱/۲۲۸)

یہ وسوسہ شیاطین الانس سے ہے یا شیاطین الجن

ملاعلی قاریؒ مرقات شرح مشکاۃ میں ''یاتی الشیطان احدکم الخ'' حدیث کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ وسوسہ خود ابلیس کی طرف سے ہے یا ان کے متبعین کی طرف سے ہے اور متبعین شیاطین الانس میں سے بھی ہو سکتے ہیں اور شیاطین الجن میں سے بھی ہو سکتے ہیں۔ (مرقات: ص ۱/۱۳۶)

قوله ذلک صریح الایمان:

قال الامام النوویؒ: ذلک ای استعظامکم الکلام به هو صریح الایمان، یعنی ذلک کا مشار الیه: اس کو وسوسہ جاننا اور پھر زبان پر لانے کو گناہ اور اس کو بھاری بات جاننا، یہ ذلک کا مشار الیہ ہے، اور یہ ایمان ہی کے سبب ہے اس لئے یہاں سبب بول کر مسبب مراد لیا ہے۔

(۲) اس کے مشار الیہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مشار الیہ یہ ہو کہ نفس وسوسہ کا آنا اور اس کا وسوسہ سے تجاوز نہ کرنا یہ بھی ایمان کی دلیل ہے، شیطان جب انسان کو اغواء کرنے سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ وسوسہ پر اکتفا کرتا ہے لہٰذا سبب الوسوسۃ محض الایمان ہوا ہے۔ (فتح الملہم: ص ۱/۲۸۰، شرح نووی: ص ۱/۷۹، نعمت المنعم: ص ۱/۳۴۷)

ملا علی قاریؒ مرقات المفاتیح میں لکھتے ہیں کہ وسوسہ کا آنا یہ ایمان کی علامت ہے اس لئے کہ چور اس گھر میں داخل ہوتا ہے جس میں کوئی قیمتی شئے ہو، خالی گھر میں چور داخل ہی نہیں ہوتا ہے، اسی طرح وسوسہ وہاں آئے گا جہاں ایمان ہوگا۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ نماز جس میں وسوسہ نہ آتا ہو وہ تو یہود ونصاریٰ کی نماز ہے۔ (مرقات: ص ۱/۱۳۶)

مسلم ص۸۰

قال: كانت بيني وبين رجلٍ خُصُومَةٌ في بِئرٍ، فَاختَصَمْنَا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم. قال: "شاهداک اویمینه" وفی روايةٍ "قضى رسولُ الله بِشَاهِدٍ ويمِينٍ".

راوی کہتے ہیں کہ میرے اور ایک آدمی کے درمیان ایک کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا تو ہم دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا تو حضور نے کہا کہ تمہارے لئے گواہ پیش کرنا ضروری ہے اور اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے یمین ہے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے ایک شاہد اور یمین کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔

تشریح

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش کرے، اگر شاہد پیش نہیں کر سکا تو مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر وہ قسم کھالے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا، "قضی رسول اللہ بشاھد ویمین" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ میں صرف ایک گواہ پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ مدعی اس گواہ کے ساتھ اپنے دعویٰ کے سچے ہونے پر قسم کھالے۔

اس حدیث کی بنا پر ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مدعی اپنے دعوے پر دو گواہ پیش نہیں کر سکا تو صرف ایک گواہ پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ مدعی اس گواہ کے ساتھ اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھالے، گویا کہ ان کے نزدیک مدعی کا قسم کھانا دوسرے گواہ کے قائم مقام ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مدعی نے صرف ایک ہی گواہ پیش کیا تو صرف تنہا ایک گواہ کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، چاہے مدعی قسم کھانے کو بھی تیار ہو۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

عن ابی ہریرۃ قال: قضی رسول اللہ ﷺ بالیمین مع الشاھد الواحد، وفی روایۃ قضی رسول اللہ بشاھد.

حنفیہ کے دلائل

(۱) قولہ تعالیٰ واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتین.

(۲) واشھدوا ذوی عدل منکم،

ان دونوں آیتوں میں گواہوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہیں، اس بارے کوئی مزید تفصیل قرآن کریم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے بیان نہیں فرمائی۔

(۳)قولہ علیہ السلام: البینة على المدعي واليمين على المدعى عليه.

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے بینہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری اور اس کا وظیفہ قرار دیا اور یمین مدعی علیہ کا وظیفہ قرار دیا ہے، گویا دونوں کے وظائف کی تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب

(۱) جس حدیث سے فریقِ مخالف نے استدلال کیا ہے اس کا کوئی بھی طریق صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

(۲)قضى باليمين مع الشاهد کے معنی ہیں قضى بيمين المدعى عليه مع الشاهد الواحد للمدعی ،اس کا مطلب یہ ہے چونکہ مدعی کے پاس صرف ایک ہی گواہ تھا اس لئے آپ نے مدعی علیہ سے قسم لے کر فیصلہ فرمایا، اس وقت یہ حدیث قضاء عام اصول کے عین مطابق ہوگی۔

(۳) کہ نصابِ شہادت کا ثبوت قرآن کریم کی آیت سے ہے اور یہ احادیث اخبار آحاد ہیں اور اخبار آحاد سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے ان احادیث کو قرآن کریم کی آیات کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۴)زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اصل نصابِ شہادت تو وہی ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں، جن میں پورا نصابِ شہادت مہیا کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔مثلاً جنگل اور بیابان میں ایک معاملہ ہوا، اب ظاہر ہے کہ وہاں نصابِ شہادت کا پورا کرنا مشکل ہے، تو ایسے خاص اعذار کی حالت میں جن کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ وہاں تحملِ شہادت کے وقت ایک سے زائد افراد کو گواہ بنانا ممکن نہیں ہے، ان مقامات پر حضور ﷺ نے قضا بالشاہد والیمین کی اجازت دی ہے، یہ ایک استثنائی صورت ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیثِ باب کے ذریعہ اس صورت کو اصل حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ چنانچہ خود حنفیہ بھی کہتے ہیں کہ بعض مقامات میں ایک مرد کی بلکہ ایک عورت کی گواہی بھی قبول ہے مثلاً ایسے عیوب جن پر عورتوں کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہوتا ہے ان میں ایک عورت کی گواہی قبول ہے۔

اقسام الشہادۃ

والشهادة على مراتب(۱)منها الشهادة فى الزنا يعتبر فيها اربعة من الرجال ولايقبل فيها شهادة النساء (۲)ومنها الشهادة ببقية الحدود والقصاص تقبل فيها شهادة رجلين لقوله تعالىٰ واستشهدو الخ ولا يقبل فيها شهادة النساء (۳)وسوىٰ ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا اوغير مالِ (۴)ويقبل فى الولادة والبكارة والعيوب بالنساء فى موضع لايطلع عليه الرجال شهادة المراة الواحدة لقوله عليه السلام شهادة النساء جائزة فيما لا يستطع الرجال النظر اليه. ترجمہ: یعنی شہادت کی چار قسمیں ہیں (۱)شہادت فی الزنا، اس میں صرف چار مردوں کی شہادت معتبر ہے عورتوں کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں (۲)شہادت فی الحدود والقصاص اس میں دومردوں کی شہادت قبول کی جائیگی نیز عورت کی شہادت اس میں معتبر نہیں ہے۔(۳)مذکورہ چیزوں کے علاوہ دیگر حقوق کی شہادت اس میں دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت معتبر ہے(۴)ولادت، بکارت اور عورت کی ان چیزوں کے بارے میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوسکتا ہے ان میں ایک عورت کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(هداية كتاب الشهادة. ص ۱۳۸، ۱۳۹/ ۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ۸۲

عن حذيفة قال: حدَّثنا رسولُ اللهِ حديثَين، قد رأيتُ احدَهما، وانا انتظرُ الأخرَ، حدَّثنا أنَّ الامانةَ نزلَتْ فِي جَذْرِ قلوبِ الرجالِ، ثم نَزَلَ القرآنُ، فَعَلِمُوا من القرآن وعَلِمُوا من السنةِ: ثم حدَّثنا عن رفع الأَمَانَةِ، قال: يَنَامُ الرَّجلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الامانةُ من قلبه فيَظِلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الوَكْتِ ثم ينامُ النَّوْمَةَ، فَتُقْبَضُ الأَمَانَةُ من قلبه، فيَظِلُّ اثرُها مِثْلَ المَجْلِ لِجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ على رِجْلِكَ فَنَفِطَ، فتراه مُنْتَبِرًا، وليس فيه شيئٌ، ثم اَخَذَ حصى، فدَحْرَجَه عَلٰى رِجْلِهٖ فيُصْبِحُ الناسُ يَتَبَايَعُوْنَ، لايكاد احدٌ يؤدِي الامَانَةَ، حتي يقال إن في بني فلان أميناً حتى يُقالَ للرجل ما أَجْلَدَه، مَا اَظْرَفَه، ماأَعْقَلَه وما فِي قَلْبِه مثقالُ حَبَّةٍ من خَرْدَلٍ من إيمان، ولقداتٰى علَيَّ زمانٌ واما أُبَالِي أَيُّكُم بَايَعتُ، لَئِنْ كَانَ مسلما لَيَرُدَّنَّه عَلٰى دِيْنِه وان كان نصرانيا اويهوديا لَيَرُدَّنَّه عَلَيَّ ساعِيْه، واما اليومُ فماكنتُ لأُبَايِعُ منكم إلا فلانا وفلانا.

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ہم صحابہ کرامؓ سے دو حدیثیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں، آپ نے ہم سے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری، پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن سے علم حاصل کیا اور سنت سے علم حاصل کیا، پھر آپ نے ہم سے امانت کے اٹھائے جانے کے متعلق بیان فرمایا کہ ایک شخص ایک مرتبہ سوئے گا پس اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا نشان بھیگے دھبہ کی طرح رہ جائے گا۔ پھر ایک مرتبہ سوئے گا اور اس کے دل سے امانت اس طرح اٹھالی جائے گی کہ اس کا نشان آبلہ کی طرح رہ جائے گا، تو اسے ابھرا ہوا دیکھے گا، حالانکہ اس میں کچھ نہیں ہے، پھر آپ نے کنکری لی اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکایا اور فرمایا کہ لوگ خرید وفروخت کریں گے ان میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو امانت ادا کرے۔ یہاں تک کہا جائے گا کہ وہ کس قدر بہادر ہے اور کس قدر چالاک اور عقلمند ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا، پھر حذیفہؓ نے کہا کہ میرے اوپر ایک ایسا زمانہ گذر چکا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ میں بے پرواہ ہوکر سب سے معاملہ کیا؛ اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دین اس کو بے ایمانی سے باز رکھتا اور اگر نصرانی یا یہودی ہوتا تو اس کا حاکم اس کو مجھ پر لوٹا دیتا، لیکن آج تو میں فلاں فلاں کے علاوہ تم میں سے کسی کے ساتھ معاملہ نہیں کرتا ہوں۔

الفاظ کی تحقیق

الامـــانة: ایمانداری ودیانت داری، امانت وہ فطری صلاحیت وایمان داری ہے جس کے ذریعہ سے فرائض خداوندی واحکام شرعی کو قبول کرتا ہے اور محرمات اور معاصی سے اجتناب کرتا ہے، جـــذر ذال کے فتح وسکون کے ساتھ بمعنی الاصل یعنی جڑ، الوکت دھبہ معمولی نشان، المجل: چھالہ، کام کرتے کرتے کھال کا سخت ہوجانا آبلہ پڑ جانا، نفط باب سمع سے بمعنی آبلہ ہوجانا، منتبراً اسم مفعول باب افتعال سے بمعنی پھولا ہوا۔

مااجلده یہ تعجب کا صیغہ ہے (باب کرم) جلادۃ سے ماخوذ ہے بمعنی قوت دکھلانا،

أظـــرفـــه، کس قدر ذہین ہے یہ بھی تعجب کا صیغہ ہے ظرف یظرف باب کرم سے چالاک وذہین ہونا۔

تشریح

حدیثِ پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو امانت ودیانت کا خوب دوردورہ ہوگا، پھر آہستہ آہستہ ایسی حالت ہوجائے گی کہ اخیر زمانہ میں امانت ودیانت مرتفع ہوجائے گی، خیانت اور دغابازی آجائیگی، حدیث میں نوم سے اگر حقیقی نوم مراد لی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ لوگ حسب معمول رات کو سوئیں گے لیکن صبح کے وقت خلاف معمول اپنے دلوں کو امانت سے خالی پائیں گے، یا نوم سے مجازی معنی غفلت مراد ہے یعنی مسلمان ایمان و امانت کے تقاضوں سے غفلت برتنے لگیں گے تو امانت داری آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گی اور پورے معاشرہ کا حال برباد ہوجائے گا، یہاں پہلی حدیث نزول امانت کے بارے میں ہے اور دوسری حدیث رفعِ امانت کے بارے میں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امانت سے کیا مراد ہے؟

(۱) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ وہ تکلیف ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مکلّف بنایا ہے۔

(۲) ابوالحسن واحدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کا قول "انا عرضنا الامانة" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد وہ ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر رکھی ہیں۔

(۳) حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد مکمل دین ہے۔

(۴) حضرت ابوالعالیہؒ کی رائے یہ ہے کہ امانت سے مراد اوامر ونواہی ہیں۔

(۵) ملاعلی قاریؒ کا خیال ہے کہ اس سے مراد عہد و پیمان اور ایمانِ فطری ہے۔

(٦) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان کو ایمان اور ایمانیات کا مکلّف بنانا صحیح ہے، اور وہ ایسی فطری صلاحیت و استعداد ہے جس کے ذریعہ انسان طاعات قبول کرسکتا ہے اور معاصی سے اجتناب کرسکتا ہے۔

(فتح الملہم ص ۱/۲۸٦)

مسلم ص ۸۲

قال حذيفة: سمعت رسول الله. صلى الله عليه وسلم. يقول: تُعْرَضُ الفِتَنُ على القلوب كالحَصِيرِ عَوْداً عَوْداً فأيُّ قلبٍ أُشْرِبَها نُكِتَ فِيهِ نكتةٌ سوداءُ وايُّ قلب انْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بيضاءُ، حتى تَصِيرَ عَلى قَلْبَيْنِ عَلى أبْيَضَ مثلِ الصَّفاءِ، فلا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مادامَتِ السَّمَاوَاتُ والاَرْضُ، والآخرُ اسودُ مِرْبَاداً كالكُوزِ مُجَخِّيًا لا يَعْرِفُ معروفا ولا يُنْكِرُ منكراً إلا مَاشَرِبَ هَواهُ.

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فتنے دلوں پر پیش کئے جائیں گے یکے بعد دیگر چٹائیوں کے تنکے کی طرح، جس قلب میں وہ گھل مل جائیں گے اس میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے گا اور جو قلب اس سے بیزار ہوگا، اس میں روشن نشان ہوگا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں تک دو طرح کے قلوب ہوں گے، چکنے پتھر کی طرح صاف و شفاف ایسے دل کو فتنہ کوئی نقصان نہیں پہونچائے گا جب تک آسمان و زمین قائم ہیں، اور دوسری قسم کا قلب راکھ کی طرح سیاہ ہوگا الٹے برتن کی طرح نہ اچھے کام کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو پہچانے گا، صرف انہیں کاموں کو جانے گا جو اس کے خواہش نفسانی کے مطابق ہوں گے۔

تشریح

فتن یہ فتنۃ کی جمع ہے بمعنی ابتلاء و امتحان، انسان کا اچھی حالت سے بری حالت کی طرف آنا، کسی کی طرف میلان، اور خود پسندی، یہ سب معنی آتے ہیں، یہ لفظ خیر و شر دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے، مجخیا یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تفعیل سے اور یہ فعل لازم ہے بمعنی جھکنا، اور مجرد میں متعدی ہے یعنی جھکا دینا۔

حضرت حذیفہؓ کی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ فتنوں کا جال بچھا دیا جائے گا اور فتنے اس طرح گھیر لیں گے جیسے چٹائی بچھانے سے وہ زمین کو ڈھانپ لیتی ہے، عودا عودا اس کو تین طرح پڑھا گیا ہے، (۱) عین کے ضمہ اور واو کے سکون کے ساتھ اس صورت میں مطلب ہوگا کہ دلوں پر فتنے ظاہر ہوں گے اور یکے بعد دیگر اس طرح آتے رہیں گے جیسے چٹائی بننے والا مسلسل ایک تنکا بن کر دوسرا اور تیسرا اسی طرح یکے بعد دیگر لیتا رہتا ہے، اسی طرح دلوں پر یکے بعد دیگر فتنے آتے رہیں گے، (۲) عودا عودا عین کے فتح کے ساتھ اس صورت میں طلب ہوگا کہ فتنے دلوں کے ایک جانب میں اس طرح چپک جائیں گے جس طرح چٹائی سونے والے کے پہلو کے ساتھ چپک جاتی ہے جیسے مسلسل نشانات ہوں اسی طرح مسلسل بار بار فتنے آئیں گے، (۳) عوذاً عوذاً دال کے بجائے ذال کے ساتھ یعنی ان فتنوں سے خدا کی پناہ۔

قولہ ای قلب اشربها

یعنی اس کی محبت دل میں اس طرح پیوست ہو جائے گی جیسے کے پانی میں شکر گھل مل جاتی ہے، ''نکت'' ملا علی قاریؒ مرقات میں لکھتے ہیں کہ نکت اس اثر کو کہتے ہیں جو زمین پر لکڑی وغیرہ مارنے سے پیدا ہوتا ہے۔ (مرقات: ص ۱۰/۱۱۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مثل الصفاء:

صفاء: صاف ستھرے پتھر کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس دل میں فتنہ رچ بس جائے گا اس میں ایک کالا داغ پیدا ہوگا، اور جو دل اس کو نہیں مانے گا اور قرآن وحدیث پر قائم رہے گا اس میں ایک نورانی دھبہ ہوگا، یہاں تک اس طرح دو قسم کے دل ہو جائیں گے ایک خالص سفید دل چکنے پتھروں کی طرح دوسرے کالے ہو جائیں گے۔

مسلم ص ۸۴

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم. قال: أن الإسلام بَدَأَ غريباً وسيَعُوْدُ غريباً كما بَدَأَ وهو يَأْرَزُ بين المَسْجِدَيْن كما تَأْرَزُ الحَيَّةُ في جُحْرِهَا.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام شروع ہوا اجنبی ہو کر، پھر غریب ومسافر ہو جائے گا، جیسا کہ وہ شروع ہوا تھا، اور اسلام دو مسجدوں کے درمیان سمٹ کر آجائے گا، جیسے کہ سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔

تشریح

ابتدا میں اسلام مسافر کی طرح بے یار ومددگار تھا، اسلام کے ماننے والے لاچار اور کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ کہ سرور کائنات ﷺ اور اصحاب رسول کو ہجرت کرنی پڑی اور مدینہ منورہ میں اسلام کو فروغ وعروج نصیب ہوا، پھر خلافت راشدہ کے دور میں اسلام پورے آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ چار دانگ عالم میں پھیل گیا اور ہر طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ آخر حدیث میں حضور اقدس ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، غالبًا یہ حالت قیامت کے قریب خروج دجال کے وقت ہوگی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہے، "ليس من بلد سيطأه الدجال إلا مكة المكرمة"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرب قیامت اسلام کا مسکن

بین المسجدین سے مسجد حرام اور مسجد نبوی مراد ہے۔ مقصود مکہ اور مدینہ ہے۔ ایک روایت میں حجاز کا لفظ ہے، یعنی یہ دین حجاز میں سمٹ کر آجائے گا اور حجاز کا علاقہ مکہ و مدینہ سے زیادہ پھیلا ہوا ہے، اس روایت کی بنا پر شارحین فرماتے ہیں کہ جس روایت میں مکہ یا مدینہ کا ذکر ہے اس سے مراد اطرافِ مکہ و مدینہ ہیں، لہٰذا اب حجاز کو بھی شامل ہوگا، دوسرا مطلب یہ ہوگا، اس سے آخری زمانہ مراد ہے، کہ فتنہ و فساد سے بچتے ہوئے لوگ مکہ و مدینہ ہی آجائیں گے، سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسے سنگین وقت میں مدینہ کی طرف رحلت وروانگی کو سانپ کے بل میں جانے سے کیوں تشبیہ دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سانپ جب کسی مصیبت کو محسوس کرتا ہے، تو وہ علی الفور اپنے بل کی طرف بھاگتا ہے اور پورے طور پر اس میں اس طرح سما جاتا ہے کہ دشمن کو نظر نہ آسکے، اسی طرح مومنین صادقین اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے پورے طور پر ان مقامات مقدسہ میں جاگزین ہوجائیں گے۔ (مرقات: ص ۲۳۴/۱)

مسلم ص ۸۵

عن ابی ھریرۃ قال إن رسول اللّٰہ قال نحن أحقُّ بالشک من ابراھیمَ إذ قال "رب ارنی کیف تحی الموتی قال أولم تؤمن قال بلی ولکنْ لیطمئن قلبی" ویرحمُ اللّٰہ لوطاً لقد کان یَاوِی الی رُکْنٍ شدیدٍ، ولو لَبِثْتُ فی السجن طول لُبْثِ یوسف لَأَجَبْتُ الداعِیَ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ شک کرنے کے مستحق ہیں" جس وقت انہوں نے کہا: اے میرے پروردگار مجھے دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے، ارشادِ باری ہوا کیا تجھے یقین نہیں ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا: یقین تو ضرور ہے، لیکن یہ درخواست اس لئے ہے تاکہ دل کو اطمینان حاصل ہوجائے، اللہ تعالیٰ لوط پر رحم کرے وہ زبردست رکن کی پناہ لیتے تھے، اور اگر میں اتنی مدت قید رہا ہوتا جتنی مدت یوسف رہے تو میں داعی کا پیغام رہائی قبول کر لیتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح

حدیث مذکور سے آنحضورﷺ کا مقصد تین حضرات انبیاء علیہم السلام (ابراہیم، لوط، یوسف) کے متعلق ان تین مطاعن کا ازالہ ودفعیہ کرنا ہے جن سے بظاہر ان حضرات کے نقص شان کا شبہ ہوتا ہے، آنحضور کے ان جملوں کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نبیانہ اخوت دوسرے نبیوں کی عزت واحترام بیان کرنے اور اپنی فروتنی کے اظہار کے لئے بہانہ کی تلاش رہا کرتی تھی، اگر کہیں اپنے جدامجد حضرت ابراہیم کا ذراذکر آ گیا تو عظمت وبرتری کے جتنے زوردار کلمات ہو سکتے ہیں وہ سب ان کے حق میں اور عجز ونیاز کے جتنے کلمات ممکن تھے وہ تمام اپنے حق میں بیان کرنے لگتے ہیں۔

ان کلمات سے آپ کا مقصد کیا ہے؟

ان کلمات سے حضور کا مقصد ان انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو لوگوں کو نقص شان کا شبہ ہوا ہے اس کا ازالہ اور نامناسب الفاظ سے ان کی برأت کا اظہار کرنا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ آپﷺ نے ان کلمات کو بطور تواضع کہا ہے اور یہ رفعت شان کے منافی نہیں ہے۔ (فتح الملہم ص ۱/۲۹۴)

کیا حضرت ابراہیم کو شک تھا؟

تمام انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا اور بے گناہ ہونا عقلاً ونقلاً ضروری ہے، اس لئے احیاء موتی کے بارے میں حضرت ابراہیم سے کسی طرح کا شک وشبہ کا صادر ہونا محال اور ناممکن ہے اس لئے اس حدیث کا ظاہر مقصود نہیں کہ حضرت ابراہیم کو شک ہوا تھا اس لئے میں شک کا زیادہ حقدار ہو، بلکہ حضور علیہ السلام کا اپنے شک کے انتفا سے حضرت ابراہیم کے شک کے انتفاء پر استدلال کرنا مقصود ہے، لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ افضل الانبیاء حضور اقدس کے متعلق صدور شک کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله نحن أحق بالشك

نحن میں دو احتمال ہیں (۱) نحن سے مراد جماعت انبیاء ہو اس صورت میں مطلب ہوگا کہ اگر بالفرض حضرت ابراہیم کو خدا کی قدرت احیاء موتی میں شک ہوتا تو ہم تمام انبیاء کو زیادہ شک ہونا چاہئے مگر معلوم ہے کہ ہم کو شک نہیں ہے تو حضرت ابراہیم کو بدرجہ اولیٰ شک نہیں تھا، شک نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے بارے میں ارشاد باری ہے "کذلک نری ابراهیم ملکوت السماوات والأرض" اسی طرح ارشاد باری ہے، "لقد اتینا ابراهیم رشده" اگر وہ اپنا رشد اور مشاہدہ کے بعد بھی شک کر سکتے ہیں، تو جن کو اس طرح کا مشاہدہ نہیں ہوا ہے وہ بدرجہ اولیٰ شک کریں گے (۲) نحن سے حضور اور حضور کی امت مراد ہو، آپ کو حضرت ابراہیم کی ملت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، اگر متبوع کو شک ہو سکتا ہے تو تابع کو بدرجہ اولیٰ شک ہوگا۔

حضرت ابراہیمؑ کے سوال کرنے کی کیا وجہ ہے؟

حضرت ابراہیمؑ کے سوال کرنے کی وجہ خود انہوں نے بتلا دی ہے "ولکن لیطمئن قلبی"، یعنی یقین تو ضرور ہے لیکن اطمینان قلبی کے لئے سوال کیا ہے، یقین کی تین قسمیں ہیں (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔

(۱) علم الیقین: هو الاعتقاد المطابق للواقع الجازم الثابت،
یعنی ایسا اعتقاد جو واقع کے مطابق ہو اور اس میں اس قدر جزم ہو کہ ذہن میں اس کے خلاف کا احتمال نہ ہو۔

(۲) عین الیقن: خود اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرے۔

(۳) حق الیقین: جس کا اپنے اوپر تجربہ کرے، جیسے آگ کے جلانے کا تجربہ۔

اعتراض:

اس حدیث سے ایمان میں کمی و زیادتی ثابت ہوتی ہے، جبکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں ہیں للہذا یہ حدیث حنفیہ کے خلاف حجت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:

یہ ہے کہ اس حدیث سے ایمان میں کمی وزیادتی ثابت ہوتی ہے۔لیکن یہ زیادتی وکمی کیفیتِ ایمان میں ہے اوراس طرح کی کمی وزیادتی میں علماء کا کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ سبھی حضرات کیفیت کے اعتبار سے کمی وزیادتی کے قائل ہیں، اختلاف تو کمیت کے بارے میں ہے۔(نعمت المنعم:ص ۱/۳۶۹)

قوله: رب ارنی کیف تحی الموتیٰ

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ سوال کسی امر دینی میں شک کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کا یہ سوال کیفیتِ احیاءِ موتی کے بارے میں تھا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے کیفیت احیاء کے بارے میں سوال کیا تھا اور یہ سوال شک پر دلالت نہیں کرتا ہے تو پھر ”اولم تؤمن“ کے ذریعہ جواب دینے کی کیا وجہ ہے، جواب: اَوَلم تؤمن، کے ذریعہ جواب دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے یہاں وجیہ ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں اگر کسی طرح کے شبہات ہوسکتے ہیں اوران کا امکان ہوتو خود اللہ تعالیٰ ان کی برائت ظاہر فرمادیتے ہیں، اس شک کے شبہ کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سوال کرلیا تھا اَوَلم تؤمن.

کیا نفس ایمان کے لئے کیفیتِ احیاءِ موتی کا جاننا ضروری ہے؟

احیاءِ موتی کی قدرت کا یقین ایمان کا جزلاینفک ہے لیکن نفس ایمان کے لئے کیفیتِ احیاءِ موتی کا جاننا ضروری نہیں ہے، اورحضرت خلیل اللہ کوتو یقین پہلے ہی سے حاصل تھا، اسی لئے آپ نے نمرود کے ساتھ مناظرہ میں فرمایا،”رب الذی یحیی ویمیت“ لیکن آپ کے دل میں احیاءِ موتی کی مختلف صورتیں اور کیفیتیں ذہن میں آتی تھیں، کہ نہ معلوم اللہ کے احیاءِ موتی کی کیا صورت ہوگی، اور ذہنی انتشار سکونِ قلب وکمال اطمینان کے لئے خلل انداز ہوتا ہے اس لئے مشاہدہ کی درخواست کی گئی ہے۔(فتح الملہم:ص ۱/۲۹۳، نعمت المنعم :ص ۱/۳۶۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولہ :یرحم اللہ لوطا

قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو پریشان کیا، حضرت لوط نے ہر چند اپنی کوقوم کو سمجھایا یہاں تک فرمایا، ”ھؤلاء بناتي إن کنتم فاعلین“ مگر انہوں مان کر نہیں دیا اس موقع پر مہمانوں کی عزت بچانے کے لئے اور مہمانوں کے سامنے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے فرمایا، ”لو أن لي قوۃ او اٰوی الی رکن شدید“ یعنی اگر ذاتی طور سے میرے اندر قوت وطاقت ہوتی یا خاندانی طور سے تو میں تم لوگوں کو بتلا دیتا، مہمانوں کی عزت بچانے کا حضرت لوطؑ پر اس قدر غلبہ تھا، اور اس وقت اس قدر ضیق میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے اپنی ذاتی طاقت اور خاندانی قوت کا تصور آیا، شاید خدا کا تصور جو سب میں طاقتور اور سب سے زیادہ دفاع کرنے والا ہے اس کو بھول گئے، حالانکہ ان کی حمایت ونصرت حضرت لوطؑ کے شامل حال تھی جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے، ”یرحم اللہ لوطا“ سے حضورﷺ ان کا عذر یعنی ان کے ضیق کو بیان فرمارہے ہیں۔ (نعمت المنعم:ص ا/۱۳۷)

رکن شدید سے کیا مراد ہے؟

رکن شدید سے خاندان مراد ہے لیکن حدیث میں رکن شدید سے مراد اللہ تعالیٰ ہے عام طور سے علماء نے رکن شدید سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی ہے، مگر ابن حزمؒ الملل والنحل میں اس کے خلاف رکن شدید سے اللہ کی مدد جو فرشتہ کی شکل میں تھی اس کو مراد لیا ہے، ابن حزم کہتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کا قوم کو فواحش سے باز رکھنے کے لئے خاندانی قوت کا سہارا لینا یہ اعتماد علی اللہ کے منافی نہیں۔ (نعمت المنعم: ص ا/۱۳۷)

قولہ لو لَبِثْتُ فی السجن

اس میں حضرت یوسفؑ کے صبر وہمت کی داد وثنا مقصود ہے مگر اس میں بھی اپنی فضیلت کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ میں تو عبوریت کے درجہ کمال پر ہوں اور رضا وتسلیم کے اعلیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقام پر ہوں جہاں سوال جواب کی گنجائش نہیں ہے۔ میں اپنے کو قضا وقدر کے حوالہ کر دیتا جب قضاء کا فیصلہ قید خانہ میں جانے کا ہوتا تو بلا چوں و چراں اس کو قبول کر لیتا، اسی طرح قید خانہ سے نکل نے کو بھی قبول کر لیتا، الغرض اس حدیث میں اپنے کمال عبودیت کا اظہار ہے مگر دیگر انبیاءؑ کا ادب بھی ملحوظ رکھا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت یوسفؑ کی جگہ میں ہوتا تو اتنی درازی مدت قید کے پیش نظر اس داعی و قاصد کا پیغام رہائی قبول کر لیتا، اور فوراً جیل سے نکل جانا منظور کر لیتا، مگر یہ یوسفؑ ہی کا عزم و ہمت اور صبر و استقلال تھا کہ آپ نے اپنے موقع پر نہایت پامردی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ (نعمت المنعم: ص ۱/۲۷۰)

مسلم صـ۸۷

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذى نفسى بيده ليُوشِكَنَّ ان ينزِلَ فيكم ابنُ مريم حَكَماً مُقسِطًا، فيكسِرُ الصَّلِيبَ، ويقتل الخِنزِيرَ، ويضعُ الجزيَةَ وَيَفِيضُ المالُ حتى لايقبَلُه.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یقیناً وہ زمانہ قریب ہے جبکہ عیسیٰ ابن مریمؑ تمہارے درمیان عادل و حاکم کی حیثیت سے اتریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے اور مال اس قدر بڑھیگا کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔

تشریح

لیوشکن یہ لیقربن کے معنی میں ہے "فیکم" یہ امت کو خطاب ہے اس سے مراد امت کے وہ لوگ ہیں جو نزولِ عیسیٰؑ کے وقت موجود ہوں گے، "حکما" بمعنی حاکم ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور شریعتِ محمدیؐ کے مطابق فیصلہ کریں گے، ایسا نہیں کہ مستقل نبی بن کر اتریں گے، مقسطا بمعنی عادل یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت برقرار رہے گی حضرت عیسیٰؑ اس کو منسوخ نہیں کریں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله: فیکسر الصلیب

"صلیب" مثلث نما لکڑی ہے جس پر کبھی کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تصویر ہوتی ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب یعنی سولی پر چڑھائے گئے اور اسی کی وجہ سے وہ صلیب کی عبادت کرنے لگے مگر صلیب تو ان کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اذیت رسانی کا ذریعہ ہے تو اس سے تو نفرت ہونی چاہئے تھی، مگر شاید اس کی تقدیس وعبادت کی وجہ یہ ہوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بنے اور یہی صلیب ہمارے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنی۔ (شرح نووی ص ۱/۸۷، نعمت المنعم: ص ۱/۳۹۰)

قوله: یقتل الخنزیر

خنزیر کا کھانا تورات میں ممنوع ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کی تکمیل کرنے آیا ہوں، یہ خنزیر نجس العین ہے اس کو قتل کردیں گے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو بالکل ختم کردیں گے۔

ویضع الجزیة

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمین میں حاکم بن کر اتریں گے تو کافروں سے جزیہ قبول نہیں کریں گے اس وقت اسلام ہوگا یا قتل درمیانی کوئی چیز نہیں رہے گی، کہ جزیہ وٹیکس دے کر امن حاصل کرلیں، عیسیٰؑ کے دور میں حکم شرعی یہی ہوگا کہ اس کو قبول کرو ورنہ قتل، علامہ خطابیؒ نے یہی مفہوم لیا ہے امام نوویؒ نے اس کو اصح اور راجح قرار دیا ہے۔ (شرح نووی: ص ۸۷)

(نوٹ): حضرت عیسیٰؑ کا کافروں سے جزیہ قبول نہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ حضورؐ نے عرب بت پرستوں سے جزیہ قبول نہیں کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله : یفیض المال

مال کی بہتات وفروانی ہونے کی وجہ سے کوئی مال قبول کرنے والا نہیں ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عدل وانصاف ہوگا اس کی برکت کی وجہ سے زمین کی پیداوار میں اضافہ ہوگا، جیسا کہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح زمین اپنے سونے و چاندی اور دیگر خزائن اگل دے گی اس کا بھی احادیث میں تذکرہ ہے، قرب قیامت کے یقینی ہونے کی بنیاد پر لوگوں کے دلوں سے حرص وشح ختم ہوجائے گا اور جہاد وغیرہ دیگر ضروریات میں خرچ کرنے کے مواقع بھی کم ہوجائیں گے اور لوگوں میں رغبت اور رجوع الی اللہ بہت زیادہ ہوجائے گا، جس کی وجہ سے کوئی مال لینے والا نہیں ہوگا، اوران کی نظروں میں ایک سجدہ کی قیمت دنیا ومافیہا سے زیادہ ہوجائے گی۔

مسلم ص۸۷

عن ابن ابی ذئب عن الزهری عن ابی هریرة عن النبی قال: کیف انتم اذا نَـزَلَ فیکم ابنُ مریمُ، فأمَّکم منکم، قال ولید: قلت لإبن ابی ذِئبِ ان الاوزاعی حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هریرة: وإِمَا مُکم منکم: قال ابن ابی ذئب تدری ماأَمَّکم منکم، قلتُ تُخبِرُنی قال: فأمَّکم بکتابِ عزو جل وسنة نَبیِّکم.

ولید اور ابن ابی ذئب کے درمیان اختلاف

اس روایت میں زہری کے تین شاگرد ہیں (۱) ابن ابی ذئب (۲) اوزاعی (۳) یونس

(۱) جو روایت ابن ابی ذئب زہری سے روایت کرتے ہیں وہ روایت محتمل المعنیین ہے یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روایت امامت صغری کے بارے میں ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روایت امامت کبریٰ کے بارے میں ہو، (۲) اور جو روایت اوزاعی زہری سے روایت کرتے ہیں "وامامکم منکم" یہ روایت امامت صغری کے بارے میں ہے چنانچہ ابن ابی ذئب اور ولید بن مسلم کے درمیان ابن ابی ذئب کی روایت میں اختلاف ہوگیا، ولید بن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم کہتے ہیں کہ اس روایت سے امامت صغری مراد ہے اور دلیل میں اوزاعی کی روایت پیش کرتے ہیں وہ روایت ”وامامکم منکم“ ہے یہ روایت امامت صغری کے بارے میں صریح ہے اور ابن ابی ذئب اپنی روایت میں تاویل کرکے یہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے امامت کبریٰ مراد ہے اور دلیل میں کہا ”ماتدری ما أمکم منکم“ تو ولید بن مسلم نے کہا کہ آپ نے بیان کیا تھا کہ اس کے معنی فامکم بکتاب ربکم وسنة نبیکم“ ہیں۔

نزول عیسیٰ کے وقت امام کون ہوگا؟

نزول عیسیٰؑ کے وقت اس امت کے امام کون ہوں گے ”إمامکم منکم فامکم“ دوسری روایت ”فأمکم“ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی امام ہوں گے اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام ہوں گے۔ ان دونوں روایتوں کے درمیان تعارض کو دور کرنے کے لئے مختلف صورتیں ہیں:

(۱) حدیث میں امام سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہوں، تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ اس زمانہ میں امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے کیونکہ ان کا فیصلہ قرآن کے مطابق ہوگا نہ کہ انجیل کے مطابق۔

(۲) اور اگر امام سے مراد حضرت مہدی کو لیا جائے تو اس وقت مطلب ہوگا کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول ہوگا وہ فجر کا وقت ہوگا اور لوگ جماعت کی تیاری میں ہوں گے اور حضرت مہدی امامت کے لئے جا چکے ہوں گے مگر نماز شروع ہونے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا، امام مہدی ان سے امامت کی درخواست کریں گے مگر اس نماز میں حضرت مہدی ہی امامت کریں گے اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ امامت کریں گے، ”امامکم منکم“ سے وہ فجر کی نماز مراد ہے، اور ”امکم“ سے اس کے بعد والی نمازیں مراد ہیں۔

(۳) امامکم سے امام مہدی مراد ہوں اور حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ایسے وقت میں ہوگا جبکہ ہمارے امام خود ہم میں ہی کے ایک شخص ہونگے، اس صورت میں امامت سے مراد امامت کبریٰ ہے اور امامت کے لئے بلانے سے امامت صغریٰ مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۸۸

عن ابی ذر عن النبی. صلی اللّٰہ علیہ وسلم. قال: أتَدْرَوْنَ أین تذْهَبُ هذهِ الشمسُ، قالوا: اللّٰه ورسوله اعلمُ، قال إنَّ هذه تَجْرِی حتی تَنْتَهِیَ الی مُسْتَقَرِّها تحتَ العَرْشِ فَتَخُرُّ ساجدةً، فلا تزال كذلك حتی يقال لها: إرْفَعِیْ وارْجِعِی من حیث جِئْتِ.

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ نے ایک روز فرمایا کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ یہ آفتاب کہاں جاتا ہے؟ تو صحابہ نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم، تو آپ نے فرمایا کہ یہ آفتاب چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے مستقر پر پہونچ جاتا ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتا ہے برابر سجدہ میں رہتا ہے۔ یہاں تک اس کو حکم ملتا ہے کہ جہاں سے آئے ہو وہیں چلے جاؤ۔

تشریح

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز غروبِ آفتاب کے وقت حضورﷺ نے فرمایا، اے ابوذر کیا تم جانتے ہو کہ یہ آفتاب کہاں جاتا ہے یعنی کہاں غروب ہوتا ہے تو ابوذر نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ آفتاب چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اجازت چاہتا ہے۔ اجازت پاکر نیا دور شروع کرتا ہے اور عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ اجازت نہیں ملے گی اور اس کو حکم ہوگا کہ جس طرف سے آرہا ہے اسی طرف لوٹ جا۔ چنانچہ مغرب ہی سے طلوع ہوگا یہ صورت قربِ قیامت میں ہوگی۔

خلاصہ:

یہ ہے کہ آفتاب کا ایک مستقر ہے اور وہ مستقر تحت العرش ہے جہاں پہونچ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرکے اگلے دور کی اجازت مانگتا ہے اور اجازت ملنے پر دوسرا دور شروع کرتا ہے لیکن قیامت کے قریب یہ اجازت ختم ہو جائے گی اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور اسی وقت ایمان وتوبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس روایت پر موجودہ انکشافات سے متعدد اعتراضات:

اعتراض اول:

عام مشاہدہ ہے کہ آفتاب اگر ایک جگہ غروب ہوتا تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اس لئے طلوع وغروب اس کا ہر وقت جاری رہتا ہے پھر بعد الغروب تحت العرش جانے اور سجدہ کرنے کیا معنی ہیں؟

جواب:

روایت میں ہر جگہ کے افق کے اعتبار سے جانا مراد نہیں ہے بلکہ مدینہ منورہ کے افق کے اعتبار سے جانا مراد ہے کہ جب وہ وہاں پر غروب ہوتا ہے تو اس کے بعد اجازت کے لئے تحت العرش جاتا ہے اس وجہ سے کہ یہ حدیث آپ نے مدینہ منورہ میں بیان فرمائی ہے جسکی وجہ سے دیگر افق کے اعتبار سے افق مدینہ کو ترجیح ہوگی۔

اعتراض ثانی:

عرش الٰہی کی جو کیفیت قرآن وحدیث میں سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ عرش الٰہی تمام زمینوں اور آسمانوں کے اوپر محیط ہے یہ زمین وآسمان وسیارات سب کے سب عرش کے اندر محصور ہیں۔ اور عرش تمام کائنات سماویہ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس لئے اس لحاظ سے آفتاب تو ہمیشہ ہر حال میں تحت العرش ہی ہے پھر غروب کے بعد تحت العرش جانے کا کیا مطلب ہے؟

اعتراض ثالث:

آفتاب ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے اور کسی وقت بھی حرکت سے انقطاع نہیں ہوتا ہے اور پھر چونکہ آفتاب کا طلوع وغروب مختلف مقامات کے اعتبار سے ہر وقت ہوتا رہتا ہے تو وقفہ اور سکون ہر وقت ہونا چاہئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آفتاب کی کسی وقت بھی حرکت نہ ہو۔

دوسرے اور تیسرے اعتراض کا جواب:

ان دونوں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ٹھہراؤ وتوقف کے بغیر اس کی رفتار وچال جاری و

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساری ہے آفتاب دوپہر میں اپنے دیگر اوقات کی بہ نسبت عرش سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اپنے محور پر گردش کرتا ہے اور نصف لیل میں جو تصف نہار کے بالکل مقابل ہوتا ہے اس وقت میں دیگر اوقات کی بہ نسبت عرش سے زیادہ دور ہوتا ہے، حدیث میں اسی کو تحت العرش کہا گیا ہے اور ہر چیز کا سجدہ اس کے مطابق ہے جس کی کیفیت ہم کو صحیح معلوم نہیں۔

کما قال اللّٰہ عزوجل "الم تر أن اللّٰہ یسجد له من فی السمٰوات ومن فی الارض" (الحج)، وقوله تعالیٰ "للّٰہ یسجد ما فی السمٰوات والارض" (النمل)، النجم والشجر یسجدان (الرحمٰن).

یہی حال استنذان کا ہے جس کی وجہ سے توقف اور اس کی رفتار رکنا لازم نہیں آئے گا۔

مسلم ص۹۱

عن انس بن مالک أن رسول اللّٰہ. صلی اللّٰہ علیه وسلم. قال: أُتِیتُ بالبُراقِ وهو دابّةٌ أَبیَضُ طَوِیلٌ فوق الحِمَارِ ودون البَغلِ، یضعُ حَافِرَہ عند مُنتَهی طَرفِه قال، فرَکِبتُه حتی أَتَیتُ بیتَ المَقدِسِ.

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا، اور وہ ایک سفید لمبا جانور ہے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہے جو اپنا قدم انتہاء بصر پر رکھتا ہے حضورؐ نے فرمایا پھر میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا۔

تاریخ معراج:

مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء اور مسجد اقصیٰ سے لے کر آگے تک کے سفر کو معراج کہا جاتا ہے اور کبھی دونوں کے لئے اسراء یا دونوں کے لئے معراج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ تاریخ معراج کے بارے میں علماء کے دس اقوال ہیں لیکن راجح قول یہ ہے کہ ۲۷ رجب ۱۱ھ نبوی کو ہوئی۔ یہی علامہ ابن القیمؒ کی تحقیق ہے، مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر نص قطعی سے ثابت ہے کما قال اللّٰہ عز و جل، "سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی الخ" اس حصہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منکر کافر ہے، البتہ معراج یعنی بیت المقدس سے لیکر اوپر تک کے سفر کا ثبوت خبر مشہور سے ہے لہٰذا اس کا منکر کافر نہیں ہوگا بلکہ فاسق کہلائے گا، اور آسمان سے عرش یا فوق العرش تک کے سفر کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے۔ (شرح عقائد: ص ۱۴۳)

کیا معراج اور اسراء دونوں الگ ہیں

بعض رُوات نے صرف قصہ اسراء کو بیان کیا اور بعض نے قصہ معراج کو بیان کیا جس سے بعض لوگوں میں یہ وہم پیدا ہوا کہ اسراء اور معراج دونوں الگ الگ ہیں ایک ہی رات میں نہیں ہوئے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ دونوں ایک ہی رات کا قصہ ہے اکثر روات دونوں کو ایک ساتھ بیان کرتے ہیں اور اسراء ومعراج ایک ہی مرتبہ ہوئی ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۴۲۶/۱)

کیفیت معراج

تمام صحابہؓ وتابعین اور سلفِ صالحینؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جسد اطہر کے ساتھ بحالت بیداری معراج ہوئی ہے۔ صرف دو تین صحابہؓ وتابعینؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت معاویہؓ اور حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء ومعراج بحالتِ نوم بطور عجیب وغریب خواب تھا، لیکن ان حضرات کے قول کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ معراج جسمانی سے پہلے کئی بار حق تعالیٰ نے آپ کو روحانی ومنامی معراج سے سرفراز فرمایا تاکہ بالتدریج معراجِ جسمانی کی استعداد پیدا ہوجائے۔

جمہور علماء کے دلائل

(۱) قوله تعالیٰ: سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام"
اس میں لفظ سبحان ہے اس لفظ کا استعمال عام طور پر آیات عظیمہ کے موقع پر ہوتا ہے اگر یہ منامی واقعہ ہوتا تو کوئی خاص بات نہیں تھی۔

(۲) اور لفظ اسراء کے معنی رات میں جسد مع روح کے چلنے کے ہیں، حضرت لوطؑ کے قصہ میں "فاسر باهلک بقطع من اللیل" حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہے "واوحینا إلی موسیٰ ان اسر باهلک"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) عبد کا لفظ جسد مع روح پر بولا جاتا ہے۔

(۴) کفار قریش کا انکار کرنا اور اس کے آثار ونشانات دریافت کرنا یہ خود دلالت کرتا ہے کہ آپ نے بیداری کے عالم میں جسد مع روح کے جانے کو بیان کیا اور انہوں نے ایسا ہی سمجھا جس کی بنا پر تکذیب وانکار کیا اور آثار وعلامات دریافت کیں اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا آپ دیکھ دیکھ کر ان کا جواب دیتے رہے۔

فلاسفہ ومعتزلہ کا مسلک

فلاسفہ اور معتزلہ جسمانی معراج کے منکر ہیں، فقط روحانی ومنامی معراج کے قائل ہیں، لیکن قرآن نے اس واقعہ کو لفظ سبحان الذی سے اس لئے بیان کیا تاکہ کوئی کوتاہ نظر بدعقل اور تاریک خیال اسکو ناممکن اور محال نہ سمجھے اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ضعف اور عجز سے منزہ اور پاک ہے۔ ہماری محدود اور ناقص عقلیں اگر چہ کسی شیٔ کو کتنا ہی مستبعد سمجھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت اور مشیت کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے، پھر مخالفین اور مشرکین کا اس شدت کے ساتھ انکار واستہزاء کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ واقعہ معراج کی نوعیت خواب یا روحانی کی نہ تھی۔

مشرکین نے بھی واقعہ معراج کو جسمانی سمجھ کر بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات دریافت کرنے لگے۔ تو ان فلاسفہ اور معتزلہ کی سفاہت اور بدعقلی ان مشرکین سے بھی گئی گذری، اور ان سفیہوں نے یہاں سے راہ لی کہ ان لوگوں نے حضورؐ کی ذات مقدسہ اور جسم عنصری پر ساری محنت وعقل خرچ کر دی حالانکہ قرآن کریم کے الفاظ میں غور وفکر کرتے تو ذرہ برابر بھی اشکال نہ ہوتا۔

کیا آسمان میں خرق والتیام ممکن ہے؟

بعض ظاہر پرست اور فلاسفہ نے معراج کا اس بنا پر انکار کیا کہ کسی کا آسمان پر جانا اس کے خرق کو مستلزم ہے نیز آسمان سے پہلے کرۂ نار ہے جو اس میں داخل ہونے والی ہر چیز کو جلا دیتا ہے اس لئے کسی کا اس کو پار کر کے آسمان تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب:

یہ ہے کہ تمام اجسام خواہ علوی ہوں جیسے آسمان یا سفلی ہوں جیسے زمین، سب متماثل اور متحد الحقیقت ہیں، کیونکہ سب اجزاء لا یتجزیٰ سے مرکب ہیں لہٰذا ایک پر جو ممکن ہوگا دوسرے پر بھی ممکن ہوگا۔ چنانچہ زمین پر خرق طاری ہونا اور اس کا پھٹ جانا ممکن ہے تو آسمان پر بھی خرق طاری ہونا اور اس کا پھٹ جانا ممکن ہے، اسی طرح کرۂ نار کے محرق ہونے کے باوجود امر خداوندی کے تحت آپ کے حق میں محرق نہ ہونا بھی ممکن ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں نار امر خداوندی کے تحت برداً وسلاماً ہوگئی تھی۔

(شرح عقائد: ص ۱۴۳ مع حاشیہ)

دوسرا جواب: آج کے جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ چاند و آسمان میں ٹوٹ و پھوٹ بھی ممکن ہے، اس کے اندر جانا بھی ممکن ہے، یہ لوگ تو چاند میں زمینیں الآٹ کر رہے ہیں، کہ وہاں جا کر رہیں گے، اگر خرق والتیام محال ہوتا تو یہ تصور بھی محال ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام سے ملاقات

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی ارواح ان کے اجسام کی صورتوں میں متشکل ہو گئی ہوں جیسے شہداء کی روحوں کا سبز پرندوں کی شکل میں متشکل ہونا حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام اس رات آسمان پر حاضر کیے گئے ہوں تاکہ سب سے آپ کی ملاقات ہو جائے، اس میں آپ کا اعزاز و اکرام مقصود تھا، اس کی تائید عبدالرحمٰن بن ہاشم کی روایت سے ہوتی ہے، جو انس بن مالکؓ کے حوالہ سے منقول ہے الفاظ یہ ہیں "وبعث له آدم فمن دونه من الانبياء" ("هكذا في فتح الباري".)

مسلم ص ۹۹۔

عن ابي ذر قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيتَ رَبَّك قال نورٌ اَنّٰى اَراه.

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تو ایک نور ہے میں اس کو کیسا دیکھ سکتا۔

اس روایت کے ضبط میں اختلاف ہے

(۱) نورٌ أنّی اراہ، راء کے تنوین کے ساتھ ہمزہ کے فتح کے ساتھ اور نون کی تشدید کے ساتھ، مطلب یہ ہوگا کہ پرودگار عالم نور ہیں، نور کی وجہ سے میں دیکھ نہیں سکا کیونکہ جب نور بہت ہوتا ہے تو نور کی بہتات کی وجہ سے آنکھیں چکا چوندھ ہو جاتی ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔

(۲) "نُورَانِیٌّ اراہ" راء کے فتح کے ساتھ اس کے بعد الف کے ساتھ اور نون کے کسرہ کے ساتھ اور یاء کے تشدید کے ساتھ، اس صورت میں مطلب ہوگا کہ پروردگار نورانی ہیں، میں نے ان کو دیکھا ہے۔

شب معراج میں باری تعالیٰ کی رؤیت ہوئی یا نہیں؟

رویت باری کا مسئلہ دور صحابہ سے لے کر مختلف فیہ چلا رہا ہے ایک جماعت رویت باری کے قائل ہے، دوسری جماعت عدم رؤیت کے قائل ہے پھر جو لوگ رؤیت باری کے قائل ہیں ان کے درمیان کیفیت رؤیت میں اختلاف ہوا ہے۔

(۱) حضرت عائشہؓ، ابن مسعودؓ وابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں حضور ﷺ کو حق تعالیٰ کی رؤیت حاصل نہیں ہوئی ہے۔ یہ حضرات سورۂ نجم کی آیات "ماکذب الفؤاد مارای، ولقد راہ نزلۃ اخریٰ" میں راہ کی ضمیر کے مرجع حضرت جبرئیلؑ کو قرار دیتے ہیں اور اس آیت کو رؤیت جبرئیلیہ پر محمول کرتے ہیں اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "من زعم ان محمداً رای ربہ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ۔ (۳) حضرت عائشہؓ استدلال کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر" کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں اور اللہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت میں مخلوق کے لئے حصول ادراک باری کی نفی ہے، نیز ذات باری کو لطیف وغیر محسوس قرار دیا گیا ہے، معلوم ہوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ اس کا ادراک ناممکن ہے۔ (۴) حضرت عائشہؓ کی چوتھی دلیل "قولہ تعالیٰ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ إلا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ"

رؤیت باری کے قائلین

حضرت ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حسن بصریؒ، ابن شہاب زہریؒ، ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے متبعین رویتِ باری کے قائل ہیں۔ یہ حضرات آیتِ نجم کو رویت باری پر محمول کرتے ہیں، پھر ان حضرات کے درمیان رویت کی کیفیت میں اختلاف ہوا۔

ان میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ شبِ معراج میں حضور علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی رؤیت بصری حاصل ہوئی ہے۔ لیکن بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حضور کو رؤیت عینی و بصری حاصل نہیں ہوئی بلکہ رؤیت قلبی حاصل ہوئی ہے اور رؤیت قلبی سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جس طرح اوروں کے لئے رؤیت آنکھ کے ذریعہ ہوتی ہے اسی قسم کی رؤیت ونظر خاص حضور کے لئے شب معراج میں آپ کے قلب انور میں پیدا کر دی گئی ہے یعنی آپ کے قلب مبارک میں بالکل آنکھ کی بصارت کی قابلیت وصلاحیت ثابت وحاصل ہوگئی تھی۔

رؤیت باری کے قائلین کے دلائل

(۱) عن ابن عباس قال: أتجعلون ان تکون الخلۃ لابراهیم والکلام لموسی، والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (۲) عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم راہ مرتین بفوادہ، ومرۃ ببصرہ (۳) قال الحسن البصری حلفا لقدرای محمد ربہ۔

دفع تعارض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اہل تحقیق علماء اور ائمہ کے نزدیک راجح مذہب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا ہے، وہ بھی محض قلبی نہیں بلکہ بصری ہے بظاہر حدیث ابن عباسؓ اور عائشہؓ کی روایت کے درمیان تعارض معلوم ہوتا ہے اس تعارض کو دفع کرنا ممکن ہے، اس لئے ممکن ہے کہ حضرت عائشہ وغیرہ جس رؤیت کے منکر ہیں اس سے رؤیت بصری مراد ہو اور حضرت ابن عباس وغیرہ کی مراد رؤیت سے رؤیت قلبی ہو اور یہ رؤیت حصول علم کے طور پر نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک میں بالکل آنکھ کی طرح بصارت کی صلاحیت پیدا کر دی ہو۔ (فتح الملہم ص ۳۳۷، ۳۳۸/۱، بالحذف والزیادۃ)۔

کیا حضور کو خدا کی رؤیت اس دنیا میں ہوئی ہے؟

تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ کو بھی اس دنیا میں باری تعالیٰ کا دیدار آنکھوں سے نہیں ہوا، عالم بالا میں دیدار ہوا یا نہیں اس میں اختلاف ہے جیسا کہ تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اختلاف کی ایک وجہ سورہ نجم کی آیات میں جو ضمائر ہیں ان کے مرجع میں اختلاف ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۴۹۵/۱)

مسلم ص ۱۰۰

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: جنتان من فضةٍ آنیتهما وما فیهما، وجنتان من ذهبٍ آنیتهما وما فیهما، وما بین القوم وبین أن یَنظُروا الی ربهم إلا رداءَ الکبریاءِ علی وَجْهِهِ فی جَنَّةِ عَدنٍ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو جنت ہیں جن کے برتن اور کل سامان چاندی کے ہیں اور دو جنت ہیں جن کے برتن اور کل سامان سونے کے ہیں، جنت میں جنتی اور ان کے رب کے درمیان صرف اس کی بے پایاں عظمت حائل ہوگی۔

دفع تعارض

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے تمام سامان چاندی کے ہوں گے یا سونے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ہوں گے، اس کے علاوہ کے نہیں ہوں گے، لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے، "لبنة من ذهب ولبنة من فضة" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی ایک اینٹ چاندی کی ہوگی دوسری اینٹ سونے کی ہوگی، دونوں میں تعارض ہوگیا۔

جواب:

یہ ہے کہ پہلی روایت میں جنت کے اندر کی چیزوں کا بیان ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت جنت کی دیوار کے بارے میں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے اندر کی چیزیں چاندی کی ہوں گی یا سونے کی ہوں گی، رہی بات دیوار کی تو اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہوگی اور دوسری اینٹ سونے کی ہوگی۔ (فتح الملہم: ص ۱/۳۴۲)

رؤیت کا مفہوم ومعنی

یہاں تین الفاظ ہیں: (۱) رؤیت (۲) معرفت (۳) علم۔

(۱) کسی شیٔ کا انکشاف جزئی وتشخصی طور پر ہو اس کو رؤیت کہتے ہیں، (۲) کسی شیٔ کا انکشاف کلی طور پر ہو مگر وہ تشخص واحد کا عنوان ہو اس کو معرفت کہتے ہیں، (۳) کسی شیٔ کا انکشاف کلی طور پر ہو اور وہ تشخص کثیرہ کا عنوان ہو اس کو علم کہتے ہیں۔

یہاں رؤیت سے مراد انکشاف تام بالبصر ہے۔ "قال سعد الدين في كتابه شرح العقائد المراد بالرؤية ههنا هو الانكشاف التام بالبصر" یعنی اللہ تعالیٰ کا انکشاف بلیغ حاسۂ بصر کے واسطے سے ہو، جس کو ما قبل میں انکشاف جزئی تشخصی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا باری تعالیٰ کی رؤیت دنیا میں ممکن ہے

باری تعالیٰ کی رویت اس دنیا میں عقلاً ممکن ہے لیکن شرعاً ممکن نہیں، اس لئے کہ مسلم شریف کی ایک روایت ہے: تعلموا انه لا یری احدمنکم ربه حتی یموت.

(مسلم شریف: ص ۹۹/۶/۳، نعمت المنعم: ۱/۴۴۹)

رؤیت باری کے مدعی کا حکم

اگر کوئی شخص بلا تاویل دنیا میں اپنی ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعویٰ کرے تو علماء کے نزدیک ایسا شخص گمراہ ہے، کیونکہ جب حضرت موسیٰؑ کو اس دنیا میں رویتِ باری حاصل نہیں ہوئی تو اور کسی کو ہوسکتی ہے بلکہ ایسے شخص کے بارے میں بعض علماء نے کفر تک کا فتویٰ دیا ہے۔

آخرت میں خدا کی رؤیت

تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ خدا کی رؤیت آخرت میں تمام مؤمنین کو بذریعہ حاسۂ بصر ہوگی۔

دلائل

(۱) قوله تعالیٰ "وجوه یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة. (۲) للذین احسنوا الحسنی وزیادة. (یونس)

امام مسلمؒ نے حضرت صہیب سے مرفوعاً "زیادۃ" کی تفسیر دیدار خداوندی نقل کیا ہے، اسی طرح یہی تفسیر حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حذیفہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

(۳) ولدینا مزید (سورة ق)

اس کی تفسیر بھی دیدار خداوندی سے کی جاتی ہے، اور حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ سے یہی منقول ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون. (سورة المطففين)
حضرت امام مالکؒ نے رؤیت باری پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا، لولم یرا المؤمنون ربهم يوم القيامة لم يعيرا الكفار بالحجاب، امام شافعی نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "لما ان حجب هؤلاء في السخط كان هذا دليل على أن اولياء ه يرونه في الرضا.

(۵) حضرت موسیٰ کا "رب ارني انظر اليك" سے درخواست کرنا دلالت کرتا ہے کہ رویت خداوندی ممکن ہے ورنہ حضرت موسیٰ کا محال کو طلب کرنا لازم آئے گا، جس سے حضرت موسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام محفوظ ہیں۔ نیز حضرت موسیٰ کے سوال کا جواب میں اللہ تعالیٰ نے انکار نہیں فرمایا، جیسا کہ حضرت نوحؑ کی درخواست پر انکار فرمایا بلکہ جواب میں "لن تراني" فرمایا، "أني لا أرى" نہیں کہا، یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ دیدار خداوندی ممکن ہے، مگر اس وقت حضرت موسیٰ میں اس کے تحمل کی طاقت نہیں ہے۔

(۶) قوله عليه السلام إنكم سترون ربكم كما ترون القمر ليلة البدر.
محشر و جنت میں رؤیت باری کا ثبوت احادیث متواترہ سے ہے، چنانچہ اس حدیث کی روایت کرنے والے رواۃ کی تعداد بیس سے زائد ہے۔

(۷) تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخرت میں مومنین کو رؤیت باری حاصل ہوگی۔ (نعمت المنعم: ص ۴۵۰، ۴۵۱/۱)

(۸) رؤیت باری پر عقلی دلیل

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعیان واعراض دونوں کی رؤیت ہوتی ہے اس لئے کہ ہم دو جسموں کے درمیان دیکھ کر فرق کرتے ہیں کہ مثلاً یہ لکڑی ہے اور وہ لوہا ہے اسی طرح دو عرضوں کے درمیان دیکھ کر فرق کرتے ہیں کہ یہ سیاہی ہے اور وہ سفیدی ہے، بہر حال یہ رؤیت بمعنی دکھائی دینا اعیان واعراض دونوں کے لئے مشترکہ طور پر ثابت ہے اور جو حکم دو چیزوں کے درمیان مشترک ہو اس کی علت بھی ایسی ہونی چاہئے جو دونوں کے درمیان مشترکہ طور پر موجود ہو، اور تلاش و تتبع سے ہم کو معلوم ہوا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اعیان و

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعراض کے درمیان مشترک ہیں۔ (۱) پہلا تو یہ ہے کہ دونوں ممکن ہیں، لہٰذا امکان دونوں میں مشترک ہوا، (۲) دوم یہ ہے کہ اعیان و اعراض دونوں حادث ہیں، لہٰذا حدوث بھی دونوں میں مشترک ہوا۔ (۳) تیسری یہ ہے کہ دونوں موجود ہیں لہٰذا وجود بھی دونوں میں مشترک ہوا، ان میں سے اول الذکر دونوں چیزیں یعنی امکان و حدوث علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں، کیونکہ امکان کے معنی کسی چیز کے وجود اور عدم کا ضروری نہ ہونا اور نہ ہونا امر عدمی ہے اسی طرح حدوث کا معنی وجود بعد العدم یعنی معدم رہنے کے بعد موجود ہونا، تو اس کے مفہوم میں عدم داخل ہے۔ لہٰذا حدوث بھی عدمی ہوا عدمی کسی چیز کی علت نہیں بن سکتا ہے کیونکہ علت اس کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے وجود میں مؤثر ہو اور جو چیز خود ہی عدمی ہو وجود سے عاری اور محروم ہو وہ دوسری چیز کے وجود میں کوئی رول ادا نہیں کرسکتی۔ بہر حال جب امورِ ثلاثہ مشترکہ میں سے امکان اور حدوث بوجہ عدمی ہونے کے علت نہیں بن سکتی ہیں تو تیسرا احتمال ہو علت بننے کے لیے متعین ہے اور وہ وجود ہے کہ اعیان و اعراض کی رؤیت بمعنی دکھائی دینے کی علت وجود ہے جو ذات باری میں بھی محقق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف موجود نہیں بلکہ وہ تو واجب الوجود ہے تو اس کی رویت بھی ممکن ہوگی کیونکہ کسی حکم کی علت جہاں پائی جاتی ہے حکم بھی وہاں پایا جاتا ہے۔ (شرح عقائد: ص ۷۰، ۷۱)

معتزلہ وخوارج کا مذہب

یہ فرقۂ باطلہ یہ کہتے ہیں کہ آخرت میں باری تعالیٰ کی رؤیت بذریعہ حاسۂ بصر نہیں ہوگی، بلکہ قلب کے ذریعہ باری تعالیٰ کی رویت ہوگی، آنکھوں سے نہیں۔

دلائل معتزلہ وخوارج

(۱) کسی چیز کے دیکھنے کے لئے چند شرطیں ہیں: (۱) مرئی کا آنکھ کے مقابل جہت و مکان میں ہونا، (۲) ایک خاص مسافت پر ہو نہ زیادہ دور ہو نہ زیادہ قریب ہو، (۳) بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہو، (۴) حد درجہ باریک ولطیف نہ ہو، (۵) ایسی جگہ ہو جہاں روشنی موجود ہو، (۶) دیکھنے والے کی آنکھ امراض سے محفوظ ہو۔ اللہ کے اندر یہ شرائط موجود نہیں ہیں لہٰذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کی رؤیت محال ونا ممکن ہے۔

۲. قولہ تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر

اس آیت کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ اس آیت میں ابصار سے ادراک کی نفی کی گئی ہے اور اس کی دلیل اس کا لطیف ہونا بیان کیا گیا ہے اور ادراک کے معنی رویت کے ہیں۔ (شرح عقائد: ص ۷۳، ۷۴، نعمت المنعم: ص ۴۵۰)

مسلم صـــ ۱۰۲

حدیث ابی سعید الخدری فیہ: حتی اذا لم یَبْقَ إلا مَنْ کان یعبدُ اللّٰہَ من بَرٍّ وفاجرٍ أتاھُم رَبُّ العالمین فی ادنی صورةٍ من الّتِی رَاَوْا فیھا، قال: فما ذا تنتظرون. تَتْبَعُ کلُّ أمّةٍ ما کانت تَعْبُد قالوا یاربنا فَارَقْنا الناسَ فی الدنیا اَفْقَرَ ما کُنّا إلیھم ولم نُصَاحِبْھُمْ، فیقول: أنا ربُکم فیقولون نعوذُ باللّٰہ منک لا نُشْرِکُ باللّٰہ شیئاً مرتین او ثلاثا حتی ان بَعْضَھم لیکادُ یَنْقَلِبُ.

ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ جب صرف وہ لوگ باقی رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ وہ نیک ہوں یا فاجر تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس ان کی دیکھی ہوئی صورت سے ادنیٰ صورت میں آئے گا پھر ان سے کہے گا کہ تم لوگ کس کا انتظار کر رہے ہو جبکہ ہر جماعت اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی، تو لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم دنیا میں ان سے الگ تھلگ رہے جبکہ وہاں ہم ان کے زیادہ محتاج تھے اور ان کے ساتھ نہیں رہیں، تو اللہ تعالیٰ کہے گا میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں تجھ سے، ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں دو یا تین مرتبہ کہیں گے، یہاں تک کہ بعض پھسلنے کے قریب ہو گئے۔

تشریح:

جب میدان محشر میں صرف مسلمان اور منافق رہ جائیں گے تو اللہ ایک تجلی فرمائیں گے جس کو وہ پہچان نہیں سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کہے گا کہ یہاں سے سب لوگ چلے گئے تم لوگ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیوں نہیں جاتے ہو، جاؤ، وہ لوگ کہیں گے وہ لوگ چلے گئے تو اچھا ہوا، کیونکہ ہم دنیا میں اطاعت خداوندی کی وجہ سے ان سے الگ رہے جبکہ وہاں پر ہم اپنی معاش اور دیگر دنیاوی ضروریات کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ رہنے کے زیادہ محتاج تھے تو اب کیوں ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ ہم نے اعلان سنا ہے کہ جو جس کی عبادت کرتا ہے اس کے ساتھ جائے، اس لئے ہم کو اپنے اللہ کا انتظار ہے وہ فرمائے گا میں تم لوگوں کا رب ہوں، وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح تین بار سوال و جواب ہوگا، جس سے قریب تھا کہ بعض بھٹک جاتے اور اس کے رب ہونے کا اقرار کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ ان کو جما دے گا، وہ برابر کہتے رہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے انتظار میں ہیں جب وہ آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے اور اس کے ساتھ جائیں گے، تب ان سے سوال کرے گا کہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے تم لوگ پہچان سکو وہ لوگ کہیں گے ہاں فرمائے گا وہ علامت کیا ہے وہ لوگ کہیں گے وہ علامت ساق کا انکشاف (وانكشاف الساق هو من المتشابهات) اس وقت اللہ تعالیٰ ساق کھولیں گے اور اس کو ظاہر کریں گے اور جانی پہچانی صورت میں تجلی فرمائیں گے، جس کو وہ پہچان لیں گے، پھر اس کے ساتھ جائیں گے۔

پہلی صورت کا انکار اور دوسری صورت پر ایمان کی وجہ کیا ہے؟

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ بوادر النوادر میں لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی توحید اور شرک سے بیزاری کا امتحان لینا تھا، اس لئے اللہ ان کی جانی پہچانی صورت سے اعلیٰ صورت میں تجلی نہیں فرمائیں گے اس لئے کہ ہر مؤمن کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اعتقاد سے کم نہیں ہے اور یہ کسی کا اعتقاد نہیں ہوتا ہے کہ میرے اعتقاد سے فوق بھی نہیں ہے پس اگر اس سے اعلیٰ صورت میں تجلی فرماتے تو ان لوگوں کو یہ احتمال ہوتا کہ شاید یہ تجلی ربانی ہے اور اس کی نفی و انکار نہ کرتے اور امتحان حاصل نہ ہوتا اور جب پہلی مرتبہ ایسی صورت میں تجلی فرمائیں گے جو اس صورت سے ادنیٰ ہوگی جس صورت سے پہلے معرفت حاصل تھی تو انکار کریں گے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے انکار کی وجہ شاید یہ ہے کہ جس وصف سے حق تعالیٰ کی ان کو دنیا میں معرفت حاصل ہوئی وہ بھی تجلی مثالی ہی ہے جو اذہان مختلفہ میں اوضاع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مختلفہ پر ہے اور یہ تجلی مثالی ذہنی اس وقت کی تجلی مثالی محشری پر منطبق نہیں ہوگی جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد دال ہے، "فی ادنی صورة راؤا فیھا" اور اس تغایر کی حکمت شاید امتحان ہو۔ (شرح نووی: ص ۱۰۰/۱)

قوله حتی ان بعضهم لیکاد ان ینقلب اس سے کون لوگ مراد ہیں؟

بعض جو پھسلنے کے قریب ہو گئے وہ کون لوگ تھے تو ممکن ہے وہ منافقین ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ عوام مسلمین میں سے جن کو ایمان میں رسوخ نہیں تھا وہ ہوں۔

کیا پہلی صورت کا انکار سب نے کیا؟

عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب نے انکار کیا مگر محی الدین ابن العربیؒ اور سیدی عبدالعزیز الدباغ کی رائے یہ ہے کہ خواص پہلی تجلی میں بھی خدا کو پہچان گئے تھے مگر خدا کی منشا اس کو اپنا عنوان بنانا نہیں تھا بلکہ امتحان لینا تھا اس لئے وہ لوگ خاموش رہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ "أنا ربکم" انہوں نے سنا ہی نہ ہو، کیونکہ قیامت کے دن سب امور خرق عادت کے طور پر ہوں گے ایک کو آواز سنائی دے گی اور وہیں پر موجود دوسرا شخص اس کو وہ آواز سنائی نہیں دے گی۔ یہی حال دیکھنے کا بھی ہوگا، شاہ اسماعیل شہیدؒ نے مدلل طور سے بیان کیا ہے کہ خواص کو معلوم ہوگا مگر بتانا ممنوع ہوگا اس لئے نہیں بتائیں گے۔

کیا اس سے پہلے خدا کا دیدار ہوا تھا؟

فیاتیهم اللّٰه فی ادنیٰ صورة من التی راؤه فیها، یہ کلام تو بظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے خدا کو دیکھا ہے، مگر اس باب میں کوئی روایت نہیں ملتی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ "ألست بربکم" کے جواب میں جب اقرار کیا تھا اس وقت خدا کا بھی دیدار ہوا تھا، مگر جب دنیا میں آئے تو ان کے ذہنوں سے محو کر دیا گیا اب محشر میں یاد آئے گا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ جب حساب و کتاب کے لئے آیا تھا اس وقت دیکھا تھا، بعض علماء کہتے ہیں کہ دنیا میں جن اوصاف سے ان کو خدا کی پہچان حاصل تھی وہ مراد ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۱۰۴

عن ابی سعید الخدری أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: یُدْخِلُ اللّٰہ اھلَ الجنةِ الجنةَ یُدْخِلُ مَنْ یشاءُ برحمة ویُدْخِلُ اھلَ النار النارَ، ثم یقول: انظروا من وجدتم فی قلبه مثقالَ حبةٍ من خَرْدَلٍ من إیمان، فأخْرِجُوه فَیخْرُجُوْنَ حَمَماً قد اِمْتَحَشُوْا فیُلْقَوْنَ فی نھرِ الحیاة او الحیا، فَینْبُتُوْنَ فیه کما تَنْبُتُ الحَبَّةَ إلی جَانِبِ السَّیْلِ، أَلَمْ تَرَوْھَا کیفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِیَةً.

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہیں گے جنت میں داخل کریں گے اور جہنم میں داخل کریں گے، اس کے بعد حق تعالیٰ فرمائیں گے جاکر دیکھو جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو نکال لاؤ، تو وہ لوگ اس سے کوئلہ کی طرح نکلیں گے چہرہ جل کر صاف ہڈیاں باقی رہ گئی ہوں گی، پھر ان کو نہر حیات یا حیا میں ڈالا جائے گا تو اس کے بدن پر گوشت پوست پیدا ہوگا، جیسا کہ سیل کے رو میں بہتا ہوا دانہ اگ جاتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا وہ کس طرح پیلا مڑا ہوا نکلتا ہے۔

شفاعت کے معنی واقسام

شفاعت کے معنی معونت ومدد کے ہیں اور اصطلاح میں عذاب کو اٹھالینا اور گناہوں کو درگزر کرنا شفاعت ہے۔ شفاعت کی دو قسمیں ہیں (۱) شفاعت مالکانہ (۲) شفاعت بالاذن۔

شفاعت مالکانہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق کو جو اس کا مقرب ہو نفع وضرر اور شفاعت کی قدرت مستقلہ عطا کردے کہ وہ اگر کسی موافق یا مخالف کو نفع وضرر پہونچانا چاہے یا سفارش کرانا چاہے تو بذات خود ایسا کرسکے اور الگ سے خدا کی اذن کے محتاج نہ ہو ویسے خدا اس سے اگر یہ اختیار لینا چاہے تو لے سکتا ہے، شفاعت کی یہ قسم مخلوق کو حاصل نہیں ہے اور قرآن وحدیث میں جہاں شفاعت کی نفی کی گئی ہے اس سے مالکانہ شفاعت کی نفی مراد ہے۔ اور قرآن سے شفاعت بالاذن کا ثبوت ملتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنه. (۲) ما من شفیع الا من بعد اذنه.
(۳) کم من ملک فی السمٰوات والأرض لاتغنی شفاعتهم إلا من بعد ان یأذن اللّٰه لمن یشاء ویرضیٰ. (۴) لا یشفعون إلا لمن ارتضیٰ وھم من خشیة مشفقون.

ان تمام آیتوں سے شفاعت بالاذن کا ثبوت ملتا ہے۔

شفاعت بالاذن کے اقسام

(۱) شفاعت کبریٰ (لقوله تعالیٰ عسی ربک ان یبعثک مقاماً محموداً) یہاں مقام محمود سے مراد شفاعت عظمیٰ، شفاعت کبریٰ ہے، تمام لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے اور حساب وکتاب کے انتظار میں ہوں گے، لیکن انبیاءؑ میں سے کوئی ہمت نہیں کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں کے حساب وکتاب لینے کی درخواست کرے آخر میں آپ اس کے لئے تیار ہوں گے اور خدا سے درخواست کریں گے تو اللہ تعالیٰ حضورؐ کی درخواست قبول فرما کر حساب وکتاب شروع فرمائیں گے۔ (۲) ایک جماعت کو بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل کرنے کی شفاعت، (۳) ایک جماعت جن کا حساب وکتاب ہوگیا اور وہ جہنم کے مستحق ہوگئے ان کے لئے شفاعت کریں گے کہ ان کو بغیر عذاب جنت میں داخل کردیا جائے۔ (۴) موحدین گنہگار جو جہنم میں داخل ہو چکے ہیں، ان کو جہنم سے نکالنے کی شفاعت۔ (۵) جو لوگ جنت میں داخل ہو چکے ہیں ان کی ترقی درجات کے لئے شفاعت۔

(۶) اپنے چچا ابوطالب کے لئے تخفیف عذاب کی شفاعت۔

شفاعت میں معتزلہ کا اختلاف

اہل سنت والجماعت شفاعت بالاذن کے تمام اقسام کے قائل ہیں اور شفاعت کا حق انبیاء اور صالحین کو دیا جائے گا اور یہ لوگ اہل کبائر کو جہنم سے نکالیں گے۔

معتزلہ وخوارج، شفاعت کی دوسری تیسری اور چوتھی قسم کے منکر ہیں اور ان کا انکار اپنے اصول کی بنا پر ہے کہ خدا کے ذمہ ثواب وعقاب واجب ہے اس کو معاف کرنا جائز نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معتزلہ وخوارج کے دلائل

(۱) فما تنفعهم شفاعة الشافعين. (۲) وما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع، (۳) واتقوا يوماً لا تجزى نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة.

ان آیتوں کا جواب یہ ہے کہ یہ آیات ان کفار کے بارے میں ہیں جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور کفر کی حالت میں مرے ہوں۔

شفاعت کی کون سی قسم حضور کے ساتھ خاص ہے؟

(۱) شفاعت کبری، (۲) اپنے چچا ابوطالب کے لئے تخفیف عذاب کی شفارش، (۳) پہلی دونوں قسمیں آپ کے ساتھ خاص ہیں لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تیسری قسم بھی آپ کے لئے خاص ہے۔

کیا جہنم میں موت آئے گی؟

قوله فأماتهم الله. امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اماتت حقیقی ہے جہنمی کے لئے جو مدت ان کے عذاب کی مقرر کی گئی ہے اس کو کاٹنے کے بعد ان پر موت طاری ہو جائے گی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جہنم جاتے ہی مر جائیں گے ان پر عذاب، ان کا جلنا اور جلدی جنت میں جانے سے رکنا یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے قیدیوں کا حال ہوتا ہے۔ ہاں کفار نہ ان پر موت طاری ہوگی تا کہ ان کو تکلیف کا احساس ہوتا رہے اور نہ انکو لطف اندوز زندگی میسر ہوگی جیسا کہ ان کے حق میں ہے۔ "لايموت فيها ولا يحيى"۔

(۲) بعض اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے حقیقی موت مراد نہیں ہے بلکہ یہ کنایہ ہے تکلیف کے احساس نہ ہونے سے۔ (۳) بعض کہتے ہیں یہ اماتت نوم سے کنایہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نوم کو وفات کا نام دیا ہے اور حدیث میں النوم الموت آیا ہے۔

(نوٹ) حدیث میں ایک لفظ صبائر ہے، یہ صبارۃ کی جمع ہے، یہ جماعت کے معنی میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب البیوع

مسلم صـ۲

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع المُلامَسةِ والمنابذة.

معنی البیع لغةً واصطلاحاً

معنی البیع فی اللغة المبادلة مطلقا وفی الاصطلاح: مبادلة المال بالمال علی سبیل التراضی، وأمارکنه فالایجاب والقبول، وأما شرطه فأهلیة المتعاقدین، وأما محله فهو المال المتقوم، وأما حکمه فهو ثبوت الملک للمشتری فی المبیع وللبائع فی الثمن اذا کان تاماً وعند الاجازة اذا کان موقوفاً.

تعریف الملامسة والمنابذة

ملامسہ اور منابذہ یہ دونوں باب مفاعلہ کے مصدر ہیں مادہ لمس (یعنی چھونا) اور نبذ (یعنی پھینکنا) ملامسہ اور منابذہ یہ دونوں زمانہ جاہلیت کی بیوع میں سے ہیں جو بلا اختلاف ائمہ فاسد اور باطل ہیں۔"لانعلم بین الفقهاء خلافا فی هذین البیعین"۔ان دونوں بیع کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

ملامسہ کی تعریف

(۱) مبیع مستور ہو یا اندھیرے میں ہو اور مالک یہ کہے کہ میں تم سے یہ چیز فروخت کر رہا ہوں اس شرط پر کہ تمہارا چھونا ہی دیکھنے کے قائم مقام ہوگا دیکھنے کے بعد تمہیں کوئی اختیار نہیں رہے گا،هذا منقول عن الشافعیؒ ۔(۲) دونوں میں سے ہر ایک کا اپنے کپڑے کے بدلے دوسرے کے کپڑے کو بغیر تامل کے خریدنا، اور یہ کہنا کہ جب میں تیرا کپڑا چھولوں گا اور تو میرا کپڑا چھولے گا تو بیع منعقد ہو جائے گی، تو اس صورت میں نفس لمس ہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایجاب اورقبول کے قائم مقام ہوگا۔وھذا منقول عن ابی ھریرۃان یجعل نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمستہ فھو بیع لک۔(۳) کسی چیز کواس شرط پر فروخت کرنا کہ مشتری جب اس کو چھولے گا تو خیار مجلس ختم ہوجائے گا۔(۴) بائع کا کہنا کہ میں تجھ سے یہ چیز اتنے درہم کے بدلے میں فروخت کررہاہوں تو میں جب تجھ کو چھولوں گا تو یہ بیع منعقد ہوجائے گی،ھذا منقول عن ابی حنیفۃ۔

منابذہ کی تعریف

(۱) نفس نبذ کو بیع قرار دے (یعنی بائع ومشتری ہرایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینکیں اوراس پھینکنے ہی کو بیع شمار کریں، حالانکہ کسی نے کسی کے کپڑے کو نہیں دیکھا اور نہ وہاں ایجاب وقبول ہوا) یہی تعریف امام شافعیؒ سے مروی ہے۔

(۲) بائع کا کہنا کہ میں تجھ سے یہ چیز فروخت کررہاہوں جب میں اس کو تیری طرف پھینک دوں گا تو بیع لازم ہوجائے گی اور تیرا کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ یہاں نبذ سے مراد نفس مبیع کو پھینکنا نہیں ہے بلکہ علیحدہ طور پر کنکری پھینکنا مراد ہے جس کو بیع الحصاۃ کہتے ہیں۔(شرح نووی:ص۲/۲)

حکم بیع الشیئ الغائب

فی روایۃ ابی سعید الخدری "والمنابذۃ ان ینبذ الرجل الی الرجل بثوبہ وینبذ الآخر الیہ ثوبہ ویکون ذلک بیعھما من غیر نظر ولاتراض.

اس روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جب بیع منابذہ باطل ہے تو ضرور شئی غائب کو بیچنا بھی باطل ہوگا،لہٰذا کسی چیز کو دیکھے بغیر خریدا جائے تو یہ عقد صحیح نہیں ہوگا یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ، محمدؒ وغیرہم فرماتے ہیں کہ یہ عقد مطلقا صحیح ہے البتہ دیکھنے کے بعد مشتری کو خیار ہے امام احمدؒ واسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اگر شئی غائب کی صفات بیان کردی جائے تو بیع صحیح ہوگی اب اگر مبیع کو ان صفات کے ساتھ پائے تو بیع لازم ہوجائے گی اور دیکھنے کے بعد مشتری کو کوئی اختیار نہیں ہوگا،ہاں اگر بیان کردہ صفات کے خلاف اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو پایا تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا اور یہی امام مالکؒ وشافعیؒ کی ایک روایت ہے۔
امام شافعیؒ وغیرہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جس کو بحث کے شروع میں میں نے ذکر کر دیا ہے حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ بیع منابذہ میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ منابذہ میں دیکھنے کے بعد مشتری کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ ناجائز ہے اور یہاں تو دیکھنے کے بعد خیار رویت حاصل ہوتا ہے لہٰذا یہ ناجائز نہیں ہوگا، حنفیہ کی دلیل حدیث ابی ہریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اشتری شیئالم یره فهو بالخیار اذا راه۔

مسلم ص۳

عن ابی هريرة أن رسول الله قال: لا يُتَلَقّى الركبانُ لبيع، ولا يبيع بعضُكم على بيع بعضٍ، ولا تناجشوا ولا يبيع حاضرٌ لِبادٍ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تجارتی قافلہ سے شہر سے نکل کر ملاقات نہ کی جائے اور تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع نہ کرے، اور نجش مت کرو اور کوئی شہری دیہاتی کے لئے نہ فروخت کرے۔

قوله: لا يتقلى الركبان

تلقی یہ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی ملنا، استقبال کرنا، آگے بڑھ کر لے آنا، رکبان یہ راکب کی جمع ہے بمعنی قافلہ، یعنی وہ شخص جو تجارتی سامان لے کر شہر میں آتا ہے اب تلقی الرکبان کا مطلب یہ ہوگا کہ باہر سے کوئی تجارتی قافلہ مال تجارت لے کر شہر میں آرہا ہو تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے کوئی آدمی جا کر وہ مال خرید لے تو اس کی ممانعت ہے اور اس کو تلقی جلب بھی کہتے ہیں۔ اس کی ممانعت کی دو وجہ ہیں (۱) بائع کا نقصان ہے کیونکہ شہر میں پہونچنے اور اس مال کے بھاؤ جاننے سے پہلے اگر بائع اس مال کو راستے ہی میں فروخت کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دے تو دھوکہ کھانے کا اندیشہ ہے کہ خریدنے والا اسے کم قیمت میں خرید لے۔ (۲) شہر والوں کا نقصان ہے، کیونکہ آگے بڑھ کر خریدنے والا یہ مال خریدنے کے بعد شہر میں لے جا کر گراں قیمت میں بیچے گا۔

حکم تلقی الرکبان

تلقی جلب کے عدم جواز وکراہت میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ ائمہ ثلاثہؒ یہ کہتے ہیں کہ تلقی رکبان و تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے۔ لیکن امام الائمہ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس میں بھاؤ کا اشتباہ اور شہر والوں کا نقصان نہ ہو تو یہ بلا کراہت جائز ہے اور اگر بھاؤ کا اشتباہ یا شہر والوں کا نقصان ہو تو ممنوع ہے۔ (شرح نووی: ص ۴/۲)

حکم البیع المنعقد بطریق التلقی

تلقی رکبان وجلب کی صورت میں منعقد ہونے والی بیع عند الجمہور نافذ ہو جائے گی اگرچہ متلقی گنہگار ہوگا اور اہل ظاہر کے نزدیک یہ بیع باطل ہے، پھر شوافع وحنابلہ کے نزدیک جالب یعنی بائع کو شہر میں پہونچنے کے بعد خیار فسخ حاصل ہوگا، احناف کے نزدیک اس میں تفصیل ہے کہ اگر اس مشتری نے جالب کو دھوکہ دیا (کہ شہر میں زیادہ دام ہے اس نے کم دام سے خرید لیا) تو اس غرر کی دو صورتیں ہیں (۱) غرر قولی کہ اس نے کہا کہ شہر میں اتنا ہی دام ہے جس سے خرید رہا ہوں، حالانکہ شہر میں اس سے زیادہ ہے تو بائع کو قضاءً خیار فسخ حاصل ہوگا۔ (۲) اور اگر غرر فعلی ہے کہ کچھ نہیں کہا اور کم دام سے خرید لیا تو اس وقت بائع کو دیانۃً خیار فسخ حاصل ہوگا قضاءً نہیں۔

قولہ: لایبیع بعضکم علی بیع بعض

اس کا مطلب یہ ہے کہ بائع ومشتری کسی ثمن معین پر راضی ہو گئے صرف لینا دینا باقی ہے اس پر دوسرا ایک شخص آ کر مشتری سے کہتا ہے کہ میں اس قسم کا مال اس سے کم قیمت میں تجھے دوں گا۔ یا اس دام میں اس سے اچھا مال دوں گا تو ظاہری بات ہے کہ اس میں بائع کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نقصان ہے اس لئے مکروہ ہے اور یہ فعل حرام ہے۔ (نووی: ص ۴/۲)

قوله: ولا تناجشوا

تناجش باب تفاعل کا مصدر ہے مادہ نجش ہے نجش کے لغوی معنی ابھارنا، برانگیختہ کرنا وفی اصطلاح الفقهاء: هو ان يزيد في ثمن السلعة لا لرغبة بل ليخدع غيره یعنی آدمی کا کسی سامان کے ثمن کو خواہ مخواہ بڑھانا خریدنے کی خواہش سے نہیں بلکہ دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے تاکہ دوسرا شخص اس کو زیادہ قیمت سے خریدے۔

حکم النجش

یہ نجش بالاتفاق حرام ہے۔ اگر ناجش نے یہ کام اپنی طرف سے کیا نہ بائع کو اس کا علم ہے اور نہ اس نے حکم دیا تو گناہ صرف ناجش کو ہوگا اور اگر دونوں کی موافقت سے نجش ہوا تو دونوں گنہگار ہوں گے البتہ اگر ایسا ہو کہ بائع اپنی بیع میں دھوکہ کھاتا ہے لوگ اس کے مال کو اصلی قیمت سے کم دیکر لے لیتے ہیں تو اس صورت میں اس قدر نجش کرنا جائز ہے کہ یہ مال اپنی اصلی قیمت پر فروخت ہو جائے بلکہ اس صورت میں یہ نجش کرنے والا عنداللہ ماجور ہوگا کیونکہ اس نے دوسرے کا نقصان کئے بغیر اپنے ایک مسلمان بھائی کو فائدہ پہونچایا ہے۔ (هكذا في فتح القدير)

حکم البيع المنعقد بطريق النجش

جو بیع نجش کے طریقہ سے منعقد ہو وہ عندالحنفیہ والشافعیہ صحیح ہو جائے گی۔ اگر چہ نجش کی وجہ سے گناہ ہوگا، لیکن اہل ظاہر کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور یہی امام مالکؒ واحمدؒ سے ایک روایت ہے ان کی دوسری روایت کے مطابق بیع صحیح ہو جائے گی لیکن غبن فاحش کی صورت میں مشتری کو خیار فسخ حاصل ہوگا۔ لیکن عندالحنفیہ گناہ ختم کرنے کے لئے اس قسم کی بیع فسخ کرنا دیانۃً ضروری ہے۔

قوله: لايبيع حاضر لباد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیہاتی آدمی شہر میں اپنا مال لے کر آتا ہے کہ آج کے بھاؤ سے بیچ کر چلا جائے گا تو کوئی شہری آدمی اس کے پاس جا کر کہتا ہے کہ میں تم سے زیادہ جاننے والا ہوں لہٰذا یہ مال مت فروخت کرو بلکہ یہ مال میرے پاس چھوڑ دو اور تم چلے جاؤ میں اس کو زائد و گراں قیمت سے فروخت کروں گا اس صورت میں حدیث میں **لبــاد** کا لام توکیل کے لئے ہوگا مطلب ہوگا کہ کوئی شہری دیہاتی کا وکیل بن کر نہ بیچے۔

حکمه: اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بیع جمہور کے نزدیک مطلقا مکروہ ہے لیکن اس میں حنفیہ کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر اس سے شہر والوں کو نقصان پہونچتا ہے تو مکروہ ہے ورنہ بلا کراہت جائز ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ حدیث کا حکم معلول بعلۃ ہے اور وہ علت اضرار اہل بلد ہے چنانچہ حضرت جابرؓ و مجاہدؒ کی احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا یبیع حاضر لباد دعوا الناس یرزق اللّٰہ بعضهم من بعض،

(۲) عن مجاهد قال انما نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان یبیع حاضر لباد لانه اراد ان یصیب غرتهم فاما الیوم فلا بأس.

(نوٹ) صاحب ہدایہ **بیع الحاضر لباد** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ **بیع الحاضر لبــــاد** کا مطلب یہ ہے کہ شہری تاجر صرف دیہاتی سے سامان فروخت کرے تاکہ وہ دیہاتیوں سے زیادہ قیمت لے سکے کیونکہ دیہاتی شہری کے مقابلہ میں سادہ ہوتا ہے اور شہر والوں سے بالکل فروخت نہ کرے، اگر شہر والوں کو اس سے نقصان نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن پہلی تفسیر جو ہم نے ذکر کی ہے وہ راجح ہے صاحب ہدایہ کی یہ تفسیر مرجوح ہے اب صاحب ہدایہ کی تفسیر کے موافق **لباد** میں لام بمعنی من ہوگا۔

اب اگر کوئی شخص ممانعت کے باوجود صرف دیہاتی سے فروخت کرتا ہے تو یہ بیع حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور امام احمد کی ایک روایت کے موافق صحیح ہو جائے گی، لیکن امام احمد کی دوسری روایت اور ابن حزم اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک یہ عقد ہی منعقد نہیں ہوگا۔

مسلم ص۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابتاع شاۃ مصراۃ فھو فیھا بالخیار ثلاثۃ ایام، ان شاء امسکھا وان شاء ردھا، ورد معھاصا عًامن تمر.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی شاۃ مصراۃ کو خریدے تو اس کو اس میں تین دن کا اختیار ہے چاہے تو اس کو اپنے پاس رکھے، چاہے تو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور واپس کرے۔

معنی المصرّاۃ لغۃً واصطلاحاً

مصراۃ یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب تفعیل سے، اور مصدر تصریہ ہے صرّی یصرّی بمعنی روکنا وجمع کرنا، جیسا کہ کہا جاتا ہے صریت الماء ای حبستہ و جمعتہ۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ مصراۃ یہ صرٌّ بمعنی شد (باندھنا) سے ماخوذ ہے باب تفعیل میں جا کر مصررۃ ہونا چاہئے لیکن ایک کلمہ میں تین راء جمع ہونے کی وجہ سے آخری راء کو یاء سے بدل دیا گیا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اصطلاح فقہاء میں تصریہ (ھی ان یجمع اللبن فی ضرع الشاۃ عند ارادۃ بیعھا حتی یعظم ضرعھا قال الامام الشافعی التصریۃ ان یربط اخلاف الناقۃ او الشاۃ ویترک حلبھا الیومین والثلاثۃ حتی یجتمع لبنھا فیزید مشتریھا فی ثمنھا بسبب ذلک لظنہ انہ عادۃ لھا تصریہ یہ ہے کہ دودھ کے جانور کے تھن میں دودھ روک لے جب فروخت کرنے کا ارادہ ہو تا کہ اس کا تھن بڑا ہو جائے اور خریدنے والا اس کو زیادہ دودھ دینے والی خیال کرے، لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کہ تصریہ ہے کہ دودھ کے جانور کو دو تین دن نہ دوہ کر دودھ روکا جائے تا کہ اس کا تھن بڑا نظر آئے اور مشتری اس کو زیادہ ددھ دینے والی گمان کر کے زیادہ قیمت دے کر خریدے۔ (شرح نووی: ص ۲/۴)

(نوٹ) امام نووی کی تعریف زیادہ راجح ہے اس لئے کہ وہ ایام کے ساتھ مقید نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ اگر دودھ دینے والے جانور کا دودھ دو تین دن نہ دوہا جائے تو دودھ ختم ہو جاتا ہے اور تھن خشک ہو جاتا ہے چونکہ اہل عرب زیادہ تر اونٹ اور بکری پالتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے اس لئے حدیث میں ان کا تذکرہ آیا ہے ورنہ گائے کا بھی یہی حکم ہے۔

حکم بیع المصراة

حدیث میں بیع مصراۃ سے ممانعت آئی ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے مگر اس کی ممانعت کے باوجود اگر کسی نے بیع کر لی تو چونکہ بیع کے تمام ارکان وشرائط پائے گئے اس لئے جمہور کے نزدیک یہ بیع منعقد ہو جائے گی لیکن مشتری کو جو دھوکہ ہوا ہے اس پر مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق ہوگا یا ردمبیع کا اس بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

اختلاف القفهاء

(۱) ائمہ ثلاثہؒ اور ہمارے قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ دودھ دوہنے کے بعد اگر مشتری اس پر راضی ہو تو مصراۃ کو روک لے گا ورنہ اس کو واپس کر دے، اس لئے کہ تصریہ ایک عیب ہے جس کی وجہ سے مبیع کو واپس کیا جائے گا یہاں تک ان کا اتفاق ہے باقی تفصیل میں ان کا اختلاف ہے، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مشتری پر ایک صاع کھجور ادا کرنا واجب ہے اس نکالے ہوئے دودھ کے بدلے میں خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ۔

بعض مالکیہ فرماتے ہیں کہ شہر میں جو کھانا غالب ہے اس سے ایک صاع ادا کرنا واجب ہے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دودھ کی قیمت ادا کرنی ہوگی خواہ اس کی قیمت کتنی ہی ہو۔

دلیلهم

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ابتاع شاة مصراة فهو فيها بالخيار ثلاثة ايام إن شاء امسكها وان شاء ردها وردمعها صاعاً من تمر .

حدیث مذکور میں دو جزء ہیں: (۱) ثبوت الخیار للمشتری بعیب التصریۃ (۲) رد صاع التمر مکان ما حلب من اللبن، تو امام شافعیؒ دونوں جزء میں حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں، اور امام مالکؒ وابو یوسفؒ جزء اول میں حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں اور جزء ثانی میں تاویل کرتے ہیں چنانچہ امام مالک فرماتے ہیں کہ تمر چونکہ اس زمانہ میں غالب قوت بلد تھا اس لئے حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے ورنہ حکم غالب قوت بلد پر ہی ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ درحقیقت مشتری کو دودھ کی قیمت دینی ہے اور چونکہ اس زمانہ میں اس دودھ کی قیمت غالباً ایک صاع کھجور کے برابر ہوا کرتی تھی اس لئے حضورؐ نے صاع من التمر کی تعیین کی ہے ورنہ مدار قیمت پر ہے کہ مشتری قیمت ادا کرے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ ومحمدؒ فرماتے ہیں کہ تصریہ کوئی عیب نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے مبیع کو رد کیا جائے البتہ مشتری رجوع بالنقصان کرسکتا ہے کہ زیادہ دودھ سمجھ کر جو قیمت زیادہ دی تھی اس زائد قیمت کو واپس لیلے، اس لئے کہ ثمن ذات کے مقابلہ میں ہوتا ہے اوصاف کے مقابلہ میں نہیں اور دودھ وصف ہے ذات نہیں۔ اسی طرح اگر شاۃ مصراۃ کو واپس کردے تو جو دودھ نکالا ہے اور پی لیا ہے اس کے مقابلہ میں کچھ دینا نہیں پڑے گا، اس لئے کہ یہ جانور مشتری کے ضمان میں تھا لہٰذا اس کے منافع کا مالک مشتری ہی ہوگا، لیکن امام ابوحنیفہ ومحمد حدیث کے دونوں جزء میں تاویل کرتے ہیں اور حدیث کے ظاہر پر عمل نہیں کرتے ہیں، اس وجہ سے کہ یہ حدیث قرآن، سنت مشہورہ، اجماع اور قیاس سے ثابت شدہ اصول اور قواعد کلیہ کے خلاف ہے۔

(۱) قرآن: قولہ تعالیٰ: فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم

وقولہ تعالیٰ: وجزاء سیئة سیئة مثلها،

وقولہ تعالیٰ: وإن عوقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به.

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ضمان میں مثلیت اور مساوات شرط ہے اور ہمارے اس مسئلہ میں مساوات ممکن ہی نہیں ہے۔

(۲) حدیث: حدیث مصراۃ دوسری دو حدیثوں کے معارض ہے۔

(ا) الخراج بالضمان یعنی چیز جس کے ذمہ داری میں ہوگی منافع اس کے ہوں گے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) انه علیہ السلام نھی عن بیع الکالی بالکالی یعنی حضور نے بیع الکالی بالکالی ای بیع الدین بالدین سے منع فرمایا کہ مایجب فی الذمۃ کو مایجب فی الذمۃ کے بدلے میں بیچنا یہ ممنوع ہے (یعنی جو چیز کسی شخص کے ذمہ واجب ہے اس کو اس چیز کے بدلے میں بیچنا جو اس کے ذمہ میں واجب ہوگی)۔ ان دونوں حدیثوں کے ساتھ حدیث مصراۃ کے معارض ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ مشتری نے شاۃ مصراۃ سے جو دودھ نکالا ہے اس کا بعض بائع کی ملک میں تھا اور بعض مشتری کی ملک میں آنے کے بعد پیدا ہوا، اب مشتری پر جو صاع واجب کیا جارہا ہے یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مجموع اللبن کے بدلے میں ہوگا (یعنی عندالشراء جتنا دودھ تھا اور بعد الشراء جتنا پیدا ہوا ان سب کے بدلے میں ہوگا) یا تو صرف اس دودھ کے بدلے میں ہوگا جو عندالشراء موجود تھا، پہلی صورت یعنی مجموع اللبن کا بدلہ ماننے میں یہ ''الخراج بالضمان'' کے خلاف ہے کیونکہ کل دودھ میں سے جو حصہ مشتری کے ضمان میں آنے کے بعد پیدا ہوا ہے اس کا مالک تو مشتری ہے، لہٰذا اس کا بدلہ دینا مشتری پر کیوں واجب ہے؟ دوسری صورت میں یعنی صاع من تمر کو صرف اس دودھ کے بدلے قرار دینے میں جو عندالشراء موجود تھا بیع الکالی بالکالی لازم آئے گی کیونکہ یہ دودھ مشتری کی ملکیت میں نہیں تھا نہ بیع کی بنا پر کیونکہ بیع تو فسخ ہوگئی اور نہ الخراج بالضمان کی بنا پر کیونکہ یہ دودھ تو اس کے ذمہ میں آنے سے پہلے پیدا ہوا ہے، اب مشتری نے جب اس دودھ کو استعمال کرلیا تو نقض بیع کی وجہ سے یہ دودھ اس کے ذمہ واجب ہوگیا۔ اب اگر اس دودھ کے بدلہ اس پر ایک صاع تمر واجب کیا جائے تو یہ ''بیع اللبن دیناً'' ہوجائے گی کہ یہاں ماوجب فی الذمہ (لبن) کو ماوجب فی الذمہ (تمر) سے فروخت کیا جارہا ہے یہی تو بیع الکالی بالکالی ہے، الغرض دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث کو ترک کرنا لازم آتا ہے، یہ جواب امام طحاوی نے دیا ہے۔

(۳) اجماع: تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضمان دو قسم پر ہے (۱) مثلی (۲) معنوی اور یہاں دودھ کے بدلہ جو ایک صاع تمر دیا جارہا ہے یہ دودھ کا نہ ضمان مثلی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہ معنوی ہے مثلی نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ دودھ ایک چیز ہے اور کھجور اور چیز ہے اور معنوی نہ ہونا اس لئے کہ حدیث میں ایک صاع تمر کو خاص کر دیا گیا ہے خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ لہٰذا یہاں دودھ کی قیمت کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔

(۴) قیاس: یہ ہے کہ ہم یہاں شاۃ مصراۃ کو رد کرنے کی اگر اجازت دیں تو دودھ کا فیصلہ کیا ہوگا؟ دودھ کا فیصلہ کرنا تو ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ جو دودھ مشتری نے استعمال کیا ہے اس کا بعض عند الشراء تھنوں میں موجود تھا اور بعض عقد کے بعد پیدا ہوا ہے پہلے حصہ کا حق دار بائع ہے اور دوسرے حصہ کا حق دار مشتری ہے، اب اگر ہم مشتری پر کل دودھ کی قیمت واجب کریں تو مشتری کا نقصان ہے، اور اگر مشتری پر بالکل قیمت واجب نہ کریں تو بائع کا نقصان ہے، البتہ اگر ہم اتنے دودھ کی قیمت واجب کریں جو عند الشراء شاۃ مصراۃ کے تھن میں موجود تھا تو یقیناً بائع و مشتری میں سے کسی کا نقصان نہیں ہوگا لیکن اس مقدار کی تعیین کیسے ہوگی کہ کتنا دودھ عند العقد موجود تھا اور کتنا بعد العقد پیدا ہوا یہ تو ممکن نہیں ہے، تو جب تینوں صورتیں باطل ہیں تو تصریہ کی وجہ سے رد کرنا بھی ممنوع ہے اور رجوع بالنقصان کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۳۴۳/۱، نعمت المنعم: ص ۳۱/۲)

الجواب عن حديث الشاة المصراة

(۱) حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ندب پر محمول ہے (۲) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دیانت پر محمول ہے (۳) حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں خیار عیب مراد نہیں ہے بلکہ خیار شرط مراد ہے کہ اگر مشتری شرط لگائے تو اس کو خیار حاصل ہوگا خیار شرط کی بنا پر نہ کہ خیار عیب کی بنا پر اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضور نے خیار کو تین دن کے ساتھ مقید فرمایا، حالانکہ خیار عیب تو کسی مدت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا ہے مدت تو خیار شرط میں ہوتی ہے البتہ تمر یا طعام سے دودھ کا ضمان مقرر کرنا یہ صلح کے طریقہ پر ہے نہ کہ قضاء کے (۴) علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام المسلمین مناسب و مصلحت سمجھے تو حدیث مصراۃ پر عمل کر سکتا ہے تا کہ تاجروں کا نزاع ختم ہو جائے۔

(تکملہ فتح الملہم: ص ۳۴۴/۱، نعمت المنعم: ص ۳۲/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هل التصرية مختصة بالإبل و الغنم ام لا؟

جمہور علماء کے نزدیک تصریہ عام ہے اونٹنی، بکری، گائے سب کو شامل ہے لیکن داؤد ظاہری کے نزدیک تصریہ کا یہ حکم گائے کو شامل نہیں ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ حکم ہر مصراۃ کو شامل ہے چاہے وہ اونٹنی ہو یا بکری یا گائے، اور اس کا حکم کا عام ہونا نص اور قیاس دونوں سے ثابت ہے اور چونکہ اہل عرب کے اکثر مویشی ابل و غنم ہوتے تھے اس لئے ان دونوں کا ذکر آیا ہے ورنہ بقرہ کا حکم بھی یہی ہے، چنانچہ ہم بقرہ کو ابل و غنم پر قیاس کرتے ہیں اس لئے کہ ان سب کا مقصد ایک ہے اور نص سے بھی ثابت ہے۔ ''عن ابن عمر من اشترى محفلة''۔ (نعمت المنعم: ص۲/۳۶)

ما اسم الخيار المذكور في الحديث؟

حدیث میں جس خیار کا تذکرہ ہے اس کو خیار تغریر والتدلیس کہتے ہیں اور تصریہ فعلی کے قبیل سے ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ تدلیس حرام ہے چاہے تدلیس فعلی ہو یا تدلیس قولی ہو۔ (شرح نووی: ص۲/۳، نعمت المنعم: ص۲/۲۸)

مسلم ص۵

عن ابن عباس ان رسول اللّٰه قال: من ابتاع طعاما فلا يَبِعْهُ حتى يستوفِيَه .قال ابن عباس: واحسِبُ كلَّ شيئٍ بمنزلةِ الطعامِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غلہ خرید ے اس کو فروخت نہ کرے جب تک اس پر پورا پورا قبضہ نہ کرے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ہر چیز کو غلہ کے مثل خیال کرتا ہوں۔ (قبل القبض بیع کے باطل ہونے میں)

مذاهب الأئمة في بطلان البيع قبل القبض

(۱) امام شافعیؒ، سفیان ثوریؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی بیع قبل القبض حرام ہے چاہے وہ غلہ ہو یا غلہ کے علاوہ ہو خواہ منقولی ہو یا غیر منقولی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲)امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ان کی اظہر روایت کے مطابق بیع قبل القبض طعام میں ناجائز ہے اور دوسری چیزوں میں جائز ہے۔

(۳)امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بیع قبل القبض طعام میں سے صرف مکیلات و موزونات میں ناجائز ہے باقی میں جائز۔

(۴)امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تمام منقولات میں ناجائز ہے البتہ اس عقار میں جائز ہے جس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

دلائل الشافعیؒ و محمدؒ

(۱)عن حکیم بن حزام قال: قلت یا رسول اللّٰہ إنی ابتاع هذه البیوع، فما یحل لی منها، وما یحرم علی؟ قال یا ابن أخی لا تبیعن شیئا حتی تقبضه، (۲)عن زید بن ثابت ان النبی نهی ان تباع السلع حیث تباع. حتی یحوزها التجار إلی رحالهم، (۳)عن عبد اللّٰہ بن عمرو ان رسول اللّٰہ قال لا یحل سلف و بیع ولا شرطان فی بیع ولا ربح مالم یضمن ولا بیع مالیس عندک.

ان تمام احادیث میں نہی عام ہے۔

جو ہر بیع کو شامل ہے، یہی دلائل امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کے بھی ہیں البتہ یہ دونوں حضرات عقار (زمین و جائداد) کو عموم نہی سے استثناء کرتے ہیں اس لئے کہ عقار میں علت نہی موجود نہیں ہے اور بیع المنقول قبل القبض سے نہی کی علت غرر انفساخ عقد ہے جب یہ علت بیع العقار قبل القبض میں محقق نہیں ہے اس لئے کہ بائع اول کے پاس رہتے ہوئے اس عقار کا ہلاک ہو جانا ایک شاذ و نادر معاملہ ہے جس کا اعتبار نہیں ہے۔ زائد دلیل، ان عثمان باع ارضا ما رآی هامن طلحة بن عبید اللّٰہ. (فتح القدیر: ص ۵/۳۶۲، ہدایہ: ص ۳/۵۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل الامام احمدؒ

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حدیث میں صرف طعام کی تخصیص ہے اس لئے طعام کے علاوہ باقی چیزوں میں بیع قبل القبض کو جائز قرار دیتے ہیں۔

دلیل الامام مالکؒ

امام مالک فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں من ابتاع طعاما فلا یبیعه حتی یقبضه کی جگہ حتی یکتاله آیا ہے اس لئے امام مالک نہی کو مکیلات وموزونات کے ساتھ خاص کر لیتے ہیں۔

قوله احسب كل شيئ مثله او بمنزلة الطعام

حدیث باب اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غلہ کی بیع قبل القبض جائز نہیں اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہر چیز کو یہ حکم شامل ہے یعنی کوئی بھی چیز قبل القبض بیچنا جائز نہیں ہے چاہے وہ طعام ہو یا غیر طعام، منقولی ہو یا غیر منقولی اور ابن عباس اپنے قول پر دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیع قبل القبض میں ربا کا احتمال ہے اور یہ احتمال ہر چیز میں موجود ہے خواہ وہ طعام ہو یا غیر طعام، منقولی ہو یا غیر منقولی۔ اور استدلال کرتے ہوئے فرمایا، ألا تراهم يتبايعون بالذهب والطعام مرجا" دوسری روایت میں ہے "ذلک دراهم بدراهم والطعام مرجاً"۔ ابن عباس کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع قبل القبض بیع الذہب بالذہب متفاضلاً کو شامل ہے وہ اس طور پر کہ مثلاً ایک آدمی نے غلہ خریدا سو درہم کے بدلہ میں اور سو درہم بائع کے حوالہ کر دیا لیکن اب تک مبیع پر قبضہ نہیں کیا پھر وہ مشتری اس طعام غیر مقبوض کو کسی دوسرے شخص سے ایک سوبیس درہم کے بدلے میں بیچتا ہے اور ایک سوبیس درہم پر قبضہ کر لیتا ہے حالانکہ مبیع ابھی تک بائع کے قبضہ میں ہے گویا کہ وہ سو درہم کو ایک سوبیس درہم کے بدلے میں بیچ رہا ہے اس لئے کہ اس نے بائع اول کو سو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درہم دیئے ہیں اور اس کے عوض میں غلے پر قبضہ نہیں کیا بلکہ اس مشتری ثانی سے ایک سو بیس درہم لئے ہیں ان سو درہم کے عوض میں جو مشتری کو دیئے تھے، لہٰذا درہم میں کمی وزیادتی پائی گئی ہے اور وہ ربا ہے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص۳۵۴/۱)

صورة قبض المبيع

امام شافعیؒ کے نزدیک مبیع پر قبضہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ مشتری مبیع کو بائع سے اپنے پاس منتقل کرلے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں مختلف الفاظ آئے ہیں بعض میں "يستوفيه" بعض میں ينقله اور کسی میں "يكتاله" ہے اس میں قبضہ کی مختلف صورتوں کی طرف اشارہ ہے، کسی میں ہاتھ رکھنے سے ہوگا کسی میں نقل سے ہوگا اور کسی میں صرف تخلیہ سے ہوگا کہ بائع اس چیز سے اپنا اختیار اٹھالے، تو امام شافعی نے تو صرف ایک پر عمل کیا لیکن امام ابوحنیفہ نے سب پر عمل کیا۔

مسلم صـ۵

عن ابي هريرة انه قال لمروانَ: احللت بيعَ الرِّبَا، فقال مروان مافعلت، فقال أبو هريرة : احللت بيعَ الصِكاكِ؟ وقد نهى رسول اللّٰه عن بيع الطعام حتى يَسْتَوْفِيَ الخ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے مروان سے کہا کہ تم نے بیع الربا کو حلال قرار دیا تو مروان نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا تو حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ نے تم صک کی بیع کی اجازت دی حالانکہ حضور نے قبضہ کرنے سے پہلے غلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

معنى الصكاك

صکاک یہ صک کی جمع ہے اس کے لغوی معنی: الكتاب والورقة المكتوبة بدين اومال یعنی ایسا ورقہ (کاغذ) جس میں قرض یا مال کا وعدہ لکھا ہوا ہو، اصل میں یہ فارسی لفظ، چک سے معرب ہے اور حدیث میں صکاک سے مراد (الورقة التى تخرج من ولي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الامر بالرزق لمستحقه بان یکتب فیها للانسان کذا و کذامن طعام اوغیرہ) یعنی رزق کا وہ ورقہ جو سرکار کی طرف سے اس کے حقدار کے لئے لکھ دیا جاتا ہے (بایں طور کہ اس میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کے لئے اتنا اتنا کھانا وغیرہ ہے، ان صکاک میں سے بعض تو سرکاری کام کے بدلے میں دئے جاتے ہیں جیسا کہ قاضی اور دوسرے سرکاری عملہ کا وظیفہ اور بعض تو مفت دیئے جاتے ہیں جیسا کہ حاجت مندوں کا عطیہ)۔(شرح نووی:ص ۵/۲)

حکم بیع الصکاک

مذاهب الأئمة فی بیع الصکاک

اب سرکاری حزانہ سے اس میں لکھے ہوئے طعام وغیرہ قبضہ اور وصول کرنے سے پہلے اس صک کو دوسرے کے پاس فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۱) حنفیہ کے نزدیک اس صک کی بیع جائز نہیں ہے اور حدیث ابو ہریرہ جو مذکور ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ بیع الصکاک کی حرمت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ یہ بیع قبل القبض یا بیع مالیس عند الانسان ہے، نیز صاحب الصک تو قبض کرنے سے پہلے اس عطیہ کا مالک ہی نہیں بن سکتا لہٰذا وہ اس کو کیسے فروخت کرے گا؟

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک ان کے اصح قول کے مطابق بیع الصکاک جائز ہے، البتہ صاحب الصک سے خریدنے والا مشتری اس صک کو دوبارہ کسی کے پاس فروخت نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ وہ اس کے اندر لکھے ہوئے طعام وغیرہ پر قبض کر لے، تو ان کے نزدیک بیع اول جائز ہے بیع ثانی ناجائز ہے۔ امام شافعی حدیث ابو ہریرہ کو بیع ثانی پر محمول کرتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل ٹھیک نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت بیع الصکاک کے مطلقا حرام ہونے میں صریح ہے۔

(۳) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس صک کا غلہ یا طعام کسی عمل کے عوض واجرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے طور پر نہ ہو تو اس کو قبل القبض فروخت کرنا جائز ہے اور اگر اجرت کے طور پر ہو تو وہ جائز نہیں لیکن امام مالک کا یہ قول بلا دلیل ہے اور حدیث النهي عن البيع قبل القبض کے خلاف ہے۔

حکم بیع تذاکر الطعام

طلبہ کا ٹکٹ طعام فروخت کرنا یہ بھی بیع الصکاک کے حکم میں داخل ہے لہٰذا طلبہ عزیز کے لئے ٹکٹ طعام فروخت کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ عدم جواز کی علت صکاک اور ٹکٹ طعام دونوں میں متحد ہے اور وہ مال ہے، بیع الصکاک میں مقصود وہ طعام وغیرہ ہوتا ہے جو ان اوراق میں لکھا ہوا ہوتا ہے اسی طرح ٹکٹ طعام کی بیع میں مقصود وہ کھانا ہوتا ہے جو اس ٹکٹ سے ملتا ہے اور ان میں سے ہر ایک مال ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۲/۴۴)

مسلم ص۶

عن ابن عمران رسول الله قال: البيّعان كلُ واحدٍ منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا إلا بيع الخيار.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مشتری اور بائع دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار حاصل ہوگا جب تک دونوں متفرق نہ ہوں مگر خیار بیع (یعنی ایسی بیع جس میں خیار کی شرط ہو)۔

تشریح:

حدیث میں تفرق سے تفرق بالاقوال مراد ہے نہ کہ تفرق بالابدان متعاقدین یعنی بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی ایک کے ایجاب کے بعد دوسرے کو قبول کرنے اور نہ کرنے کا حق ہے اسی طرح ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے لہٰذا بائع اور مشتری ہر ایک کو خیار حاصل ہے جب تک دوسرے نے قبول نہ کیا ہو، جب دوسرے نے قبول کر لیا تو تفرق بالاقوال ہو جائے گا اور ان کا خیار ختم ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله إلا بیع الخیار

اس جملہ کی تفسیر میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ہر ایک نے اپنے مذہب کے موافق تفسیر کی ہے:

(۱) حنفیہ کہتے ہیں کہ یہاں خیار سے مراد خیار شرط ہے اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ جب بائع اور مشتری دونوں متفرق ہو جائیں تو اختیار ساقط ہو جائے گا اور بیع لازم ہو جائے گی۔ لیکن اگر متعاقدین میں سے کوئی اختیار کی شرط لگائے تو تفرق کے بعد بھی اختیار باقی رہے گا، بعض شوافع نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۲) بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ یہ امتداد خیار الی التفرق سے استثناء ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ تفرق سے پہلے پہلے دونوں نے بیع نافذ کر دی تو بیع لازم ہو جائے گی اور خیار ساقط ہو جائے گا اور تفرق کا اعتبار بھی نہیں ہوگا، اس وقت تقدیر عبارت ہوگی ''إلا البیع الذی فیہ التخایر'' اور ان کی تفسیر کے مطابق تخایر کی صورت یہ ہوگی کہ ایجاب وقبول کے بعد متعاقدین میں سے ایک شخص دوسرے سے کہے إختر اختیار کرلو دوسرے نے کہا 'إخترتُ' میں نے اختیار کر لیا، تو عقد تام ہو گیا اور خیار مجلس ختم ہو جائے گا اور کسی ایک کو بھی فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا اگرچہ تفرق ابدان نہ ہو۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۱/۳۷۳، ۱/۳۷۴)

المذاهب فی ثبوت خیار المجلس

(۱) امام شافعیؒ واحمدؒ خیار مجلس کے ثبوت کے قائل ہیں کہ ایجاب وقبول کے بعد مجلس سے جدا ہونے سے پہلے پہلے ہر ایک کو عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

(۲) احناف اور مالکیہ کے نزدیک کسی کے لئے خیار مجلس کا حق حاصل نہیں، ان کے نزدیک ایجاب وقبول کے بعد بیع تام ہو جاتی ہے کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا الا بشرط اوعدم رؤیۃ المبیع او العیب۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل الامام الشافعیؒ واحمدؒ

حديث ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم البيعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا إلا بيع الخيار.

یہ حضرات ”مالم یتفرقا“ سے تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں یعنی بدن کے اعتبار سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے تک ان کو اختیار حاصل ہوگا، اور یہی خیار مجلس ہے۔

دلائل الحنفية والمالكية

(۱) قوله: ياايها الذين آمنوا اوفوا بالعقود، عقد ایجاب وقبول کا نام ہے جس کو پورا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور خیار مجلس اس ایفاء کے منافی ہے۔ (۲) قوله تعالیٰ: يا ايها الذين آمنوا لا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل إلا ان تكون تجارة عن تراض منكم، تجارت بالتراضی ایجاب وقبول سے پوری ہوجاتی ہے اور مال کا استعمال حلال ہوجاتا ہے لہٰذا متعاقدین میں سے کسی کو اس بات کا حق نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس کو فسخ کرے۔

(۳) قوله تعالیٰ: واشهدوا اذا تبايعتم، تبایع یہ ایجاب وقبول کا نام ہے اس کو اشہاد کے ذریعہ مضبوط کرنے کا حکم دیا ہے اب اگر بیع ایجاب وقبول سے تام نہ ہوتی اور خیار مجلس باقی رہے تو اس حکم کا کیا فائدہ؟

(۴) عن ابن عباس ”من ابتاع طعاما فلا يبيعه حتى يستوفيه، اس حدیث میں طعام خریدنے کے بعد قبل القبض فروخت کرنا ناجائز قرار دیا، اور مشتری کا قبضہ تفرق ابدان سے پہلے بھی ہوسکتا ہے، تو معلوم ہوا کہ تفرق ابدان سے پہلے (یعنی مجلس باقی رہنے کے باوجود) اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا تو اس کو فروخت کرسکتا ہے اب اگر خیار مجلس ثابت ہوتا تو محض قبضہ سے حق بیع حاصل نہ ہوتی بلکہ مجلس ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑتا۔

(۵) عن ابی هريرة قال قال رسول الله لايجزى ولد والداً الا ان يجده

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مملوکا فیشتریه فیعتقه ، (رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ) اس حدیث کی بنا پر تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی لڑکا اپنے باپ کو غلام پا کر خریدے گا تو خریدنے کے ساتھ ہی فوراً اس کا باپ آزاد ہو جائے گا۔ آزاد کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی تو حضور نے یہاں تفرق ابدان کی شرط کے بغیر فقط خریدنے ہی پر عتق کو ثابت کیا اگر خیار مجلس ثابت ہوتا تو تفرق سے پہلے باپ آزاد نہ ہوتا۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۱/۳۷۱)

الجواب عن حديث ابن عمر

(۱) تفرق کی دو قسمیں ہیں: (۱) تفرق بالابدان (۲) تفرق بالاقوال، حدیث میں "مالم یتفرقا" سے تفرق بالاقوال مراد ہے نہ کہ تفرق باالابدان۔ اور تفرق بالاقوال سے مراد ایک کا بعت کہنا اور دوسرے کا اشتریت کہنا ہے اور حدیث خیار قبول پر دلالت کر رہی ہے نہ کہ خیار مجلس پر حدیث کا مطلب یہ ہے متعاقدین میں سے کسی کے ایجاب کے بعد دوسرے کو قبول کرنے نہ کرنے کا حق ہے اسی طرح ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے رجوع کا حق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک کو خیار قبول حاصل ہے جب تک دوسرا قبول نہ کرے جب دوسرے قبول کرلے تو تفرق بالاقوال ہو جائے گا اور خیار قبول ختم ہو جائے گا۔ یہی تفسیر امام ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے منقول ہے۔

(۲) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں حدیث مذکور میں تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہی مراد ہے لیکن خیار سے مراد خیار قبول ہے نہ کہ خیار مجلس یعنی متعاقدین میں سے ایک کے ایجاب کرنے کے بعد تفرق ابدان سے پہلے پہلے دوسرے کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے، تفرق ابدان ہوتے ہی وہ ایجاب باطل ہو جائے گا لہٰذا اب دوسرے کو اس ایجاب پر قبول کرنے کا حق باقی نہیں رہے گا بلکہ جدید ایجاب کی ضرورت ہے۔

(۳) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہی مراد ہو لیکن یہ تفرق بالابدان کنایہ ہے تفرق بالاقوال اور فراغ عن العقد سے یعنی ایجاب و قبول کے بعد عموماً مجلس ختم ہو جاتی ہے اور تفرق بالابدان ہو جاتا ہے تو یہاں تفرق بالابدان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مکنی بہ اور تفرق بالاقوال مکنی عنہ ہے یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تفرق بالابدان یہ تفرق بالاقوال کا عنوان ہے۔

خلاصہ: ان تمام جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مذکور میں خیار سے خیار قبول مراد ہے، علماء کرام نے اس کی تائید میں دو دلیلیں پیش کی۔

اسباب الترجیح

ا۔ حدیث میں البیعان کا لفظ آیا ہے جو صیغہ صفت ہے، ایجاب وقبول کرتے وقت بائع ومشتری پر اس لفظ کا اطلاق حقیقۃً ہوا کرتا ہے، کیونکہ بائع فی الحال بیچ رہا ہے اور مشتری خرید رہا ہے اور عقد کے بعد ان کو بیعان کہنا مجازاً ماکان کے اعتبار سے ہوگا اور اگر خیار قبول مراد ہو تو اس کا اطلاق حقیقت کے اعتبار سے ہوگا والحقیقۃ اولیٰ من المجاز۔

۲۔ عن عمرو بن شعیب عن جدہ انہ علیہ السلام قال: المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا، إلا ان تکون صفقة خیار ولایحل له ان یفارق صاحبه خشیة ان لیستقیله. (رواه الترمذی وابوداؤد)

حضور کا قول لایحل لہ، یعنی اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھی سے جدائی اختیار کرے اس ڈر سے کہ اس کا ساتھی اس سے اقالہ کا سوال کرے، یہاں حضور نے مجلس میں بیع فسخ کردینے کو اقالہ قرار دیا ہے اور اقالہ بیع تام ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے اگر بیع تام نہ ہوتی تو اقالہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب اگر ایجاب وقبول کے بعد خیار مجلس باقی رہتا بیع تام نہ ہوتی تو حضور اس کو اقالہ نام نہ دیتے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۱/۳۷۱، ۱/۳۶۷)

مسلم ص۷

عن ابن عمران رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثِمار حتی یَبْدُوُ صَلاَحُها نہی البائع والمبتاع.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور بائع ومشتری دونوں کو منع فرمایا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی بدو الصلاح

بـدا یبدو، بَدُواً، وبُدُوًّا بمعنی ظھر، یظھر، ظھوراً، صلاح یہ فساد کی ضد ہے، بـدو صـلاح الثمار یعنی پھلوں کے صلاح کا ظاہر ہونا بدو صلاح کی مراد میں علماء کے درمیان اختلاف ہوگیا ہے۔

(۱) بـدو الـصـلاح: ھو ان تأمن الثمرۃُ العاھۃ و الفساد، یعنی پھلوں کا تمام آفات وفساد سے مامون ومحفوظ ہوجانا، یہ تفسیر حنفیہ کے نزدیک ہے۔(کـمـا فی الھدایۃ فی کتاب البیوع)

(۲) شوافع کے نزدیک بـدو الـصـلاح ھو ظھور مبادی النضج و الحلاوۃ، یعنی مٹھاس اور پختگی کے مبادیات کا ظاہر ہوجانا، مثلاً سرخی زردی وغیرہ ظاہر ہوجانا۔

شوافع استدلال کرتے ہیں یحییٰ بن سعید کی حدیث "قـال یـبـدو صـلاحھـا حمرتـہ وصـفـرتـہ، حـدیث جابر "نھانا رسول اللّٰہ عن بیع الثمر حتی یطیب، حدیث ابن عباس "نھی رسول اللّٰہ عن بیع النخل حتی یاکل منہ أویؤ کل" وغیرہ روایات سے۔

احناف فرماتے ہیں کہ تمام احادیث کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدو صلاح سے مراد پھلوں کا آفات وفساد سے مامون ہونا ہے اور استدلال کرتے ہیں حدیث ابن عمرؓ "عن السـنـبـل حتـی یبیض ویامن العاھۃ" وحدیث یحییٰ بن سعید "حتـی یبـدو صـلاحہ وتذھب عنہ الآفۃ" سے۔

حکم بیع الثمار قبل بدو الصلاح

بیع الثمار قبل الظہور بالاجماع باطل ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ بیع معدوم ہوگی اور بیع معدوم باطل ہے اور بیع الثمار بعد الظہور قبل بدو الصلاح (یعنی پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع کرنے) کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) بیع الثمار قبل بدو الصلاح بشرط القطع ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) بیع الثمار قبل بدو الصلاح بشرط الترک (یعنی پکنے تک درخت پر رکھنے کی شرط ہو)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتو یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

(۳) بیع الثمار قبل بدو الصلاح مطلقا (کہ اس میں نہ قطع کی شرط ہو نہ ترک کی) اس کے جواز میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تیسری صورت بھی دوسری صورت کے مانند ناجائز ہے اور ان کی دلیل حدیث باب "ان رسول اللّٰہ نھی عن بیع الثمر حتی یبدو صلاحھا، کہ حضور نے بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع سے مطلقا منع کیا ہے اور اس میں تیسری صورت بھی داخل ہے، البتہ پہلی صورت یعنی شرط القطع اس حدیث سے مستثنیٰ ہے اس وجہ کہ قطع کی شرط ہونے کی وجہ سے یہ بیع الثمرۃ المقطوعہ ہوگئی ہے اور حدیث کا تعلق بیع الثمر المعلق سے ہے۔ لیکن احناف کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، کیونکہ مطلقا کی یہ صورت درحقیقت بشرط القطع کی صورت میں داخل ہے کیونکہ یہاں صرف لفظ میں اطلاق ہے، چنانچہ اگر بائع حکم کرے تو مشتری پر فی الحال قطع واجب ہوگا لہٰذا یہ شرط القطع کے مانند ہوگیا، ہاں اگر مشتری کو بائع قطع کا حکم نہ کرے تو مشتری پر قطع واجب نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تیسری صورت پہلی صورت کے مانند ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

اس تیسری صورت کے جواز پر امام طحاوی نے ابن عمر کی حدیث "ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من باع نخلا قد ابرت فثمرتھا للبائع إلا ان یشترط المبتاع" سے استدلال کیا، وجہ استدلال یہ ہے کہ تابیر نخلہ بدو صلاح سے پہلے ہوا کرتا ہے اور یہاں حضور نے بعد التابیر متصلا بیع کی اجازت دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھل کو قبل بدو الصلاح بیچنا جائز ہے۔

الجواب عن حدیث ابن عمر

(۱) علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ حدیث ابن عمر سے استدلال نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ وہ حضرات بیع الثمار قبل بدو الصلاح بشرط القطع کے جواز کے قائل ہوکر اس حدیث کے ظاہر کو ترک کیے ہوئے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) امام طحاوی نے یہ جواب دیا کہ حدیث ابن عمر میں جس بیع کا ذکر ہے اس سے مطلق بیع مراد نہیں بلکہ بیع سلم مراد ہے اور اس بیع سلم میں احناف کے نزدیک بھی بدو صلاح واجب ہے تاکہ معقود علیہ عقد کے وقت سے لے کر ادا کے وقت تک بازاروں میں موجود رہے، اور اس حدیث کو بیع سلم کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ صحیحین میں ہے، ''انہ علیہ السلام لما دخل المدینة وجد الناس یسلمون الی سنة وسنتین، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیسلم احدکم الی أجل معلوم فی کیل معلوم فی عدد معلوم فی وزن معلوم'' یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ بیع سلم میں بدو صلاح شرط ہے اس لئے کہ جس اجل معلوم تک بیع سلم ہوگا اس میں معقود علیہ کا بقاء ضروری ہے اور بقا بعد البدو ہوگا۔

(۳) امام طحاوی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اگرچہ حدیث کو بیع مطلق پر ہی حمل کیا جائے لیکن یہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ یہ ارشاد و مشورہ ہے اس کی دلیل زید بن ثابت کی روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے یہ تصریح کر دی کہ یہاں نہی بطور تحریم نہیں بلکہ بطور مشورہ ہے۔ (۴) علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمر بیع الثمار بشرط الترک پر محمول ہے اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کے عموم پر تو یہ حضرات بھی عمل نہیں کرتے ہیں۔

(فتح القدیر: ص۱۰۲/۵، التعلیق الصبیح: ۳/۳۱۸)

حکم بیع الثمار بعد بدو الصلاح

بیع الثمار بعد بدو الصلاح کی بھی تین صورتیں ہیں (۱) بشرط القطع (۲) بشرط الترک (۳) مطلقا، بغیر شرط القطع والترک، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ تینوں صورتیں جائز ہیں، اور اگر بیع بغیر شرط کے مطلقا ہو تو مشتری پھل پکنے تک اس کو درخت پر رکھنے کا حقدار ہوگا، یہ حضرات حدیث ابن عمر کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں کہ یہاں حضور نے بیع قبل بدو الصلاح سے منع فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ بعد بدو الصلاح بیع ممنوع نہیں ہے۔

لیکن حنفیہ فرماتے ہیں کہ بیع الثمار بعد بدو الصلاح بشرط القطع اور مطلقا جائز ہے مگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بشرط الترک کی صورت جائز نہیں ہے اور مطلقا کی صورت میں اگر مشتری سے بائع مطالبہ کرے تو مشتری پر قطع ثمار واجب ہے، لہٰذا احناف کے نزدیک بشرط الترک مطلقاً ناجائز ہے۔خواہ قبل بدوصلاح ہو یا بعد بدوصلاح چونکہ احناف کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر و حجت نہیں ہے لہٰذا حدیث ابن عمر بعد بدوصلاح کے بارے میں ساکت ہے اور بعد بدوصلاح کا حکم مسکوت عنہ ہے اور بشرط الترک کی صورت میں بیع کے عدم جواز پر ایک دوسری حدیث دلالت کررہی ہے،"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع وشرط".

مسلم ص۸

عن سالم بن عبدالله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: لا تَبْتَاعُوا الثَمَرَ حتى يَبْدُوَ صلاَحُه، ولا تَبْتَاعُوا الثَمَر بالثمر وقال سالم واخبرني عبدالله عن زيد بن ثابت عن رسول الله انه رَخَّصَ بعد ذلک في بيع العَرِيَّة بالرُطَبِ اوبالتَمرِ ولم يُرَخِّصْ في غير ذلک.

ترجمہ: سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا پھلوں کو بدوصلاح سے پہلے مت فروخت کرو اور ثمر کو تمر کے بدلے مت بیچو، اور سالم بن عبداللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ نے اور وہ زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کے بعد عریہ کی بیع کی رخصت دی، رطب یا تمر کے بدلے میں اس کے علاوہ میں رخصت نہیں دی۔

حكم بيع الرطب بالتمر

رطب تازہ خرما کو کہا جاتا ہے اور تمر خشک خرما کو کہا جاتا ہے، اب بیع الرطب بالتمر کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) بيع الرطب المعلق على الشجر بالثمر المجذوذ، یعنی درخت پر موجود رطب کو تمر مقطوع کے بدلہ فروخت کرنا، جس کا نام مزابنہ ہے یہ بالاجماع حرام ہے البتہ عریہ کی اجازت ہے لیکن عریہ کی تفسیر میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

(۲) بيع الرطب المقطوع بالتمر المقطوع ، یعنی رطب مقطوع کو تمر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقطوع کے بدلے فروخت کرنا اس کے جواز و عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۱/۴۰۰، ۱/۴۰۱)

اختلاف الائمہ

(۱) ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیع الرطب المقطوع بالتمر المقطوع جائز نہیں ہے خواہ متساویا ہو یا متفاضلاً۔

(۲) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیع الرطب المقطوع بالتمر المقطوع یداً بید اور متساویا ہو تو جائز ہے اور متفاضلا یا نسیئۃ (ادھار) ہو تو ناجائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

(۱) عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی عن بیع الثمر حتی یبدو صلاحه وعن بیع الثمر بالتمر، یہاں حضور نے بیع الثمر بالتمر سے منع فرمایا اور یہاں ثمر سے مراد رطب ہے اور تمر سے مراد تمر یابس ہے۔ (۲) عن سعد بن ابی وقاص قال: سمعت رسول اللّٰہ یسأل عن اشتراء التمر بالرطب فقال رسول اللّٰہ أینقص الرطب اذا یبس قالوا نعم فنهاه عن ذلک. (رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه) یہاں حضور سے تمر کو رطب کے بدلے خریدنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے پوچھا کہ کیا رطب خشک ہونے کے بعد گھٹتا ہے تو صحابہ کرام نے کہا ہاں۔ تو حضور نے اس سے منع فرمایا۔

دلیل الامام الاعظمؒ

(۱) قوله تعالیٰ: احل اللّٰہ البیع وحرم الربا، (۲) وقوله تعالیٰ یا ایها الذین اٰمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل إلا ان تکون تجارة عن تراض منکم.

اب ان ظاہر نصوص سے جن بیوع کی دلیل کی بنا پر تخصیص کی گئی ان کے علاوہ تمام بیوع کا جواز معلوم ہوتا ہے اور جو بیوع متفاضلا ہوں ان کو تخصیص کر کے ناجائز بتایا گیا، لہٰذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جو بیوع متساؤ یا ہوں وہ ظاہری عموم کی بناپر جائز ہوں گی۔

(۳) حدیث مشہور سے بھی بیع الرطب بالتمر کا جواز ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ ابوسعید خدریؓ اور عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ہے:

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبُربالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء“

یہاں تمر کو تمر کے بدلہ میں مثلا بمثل کر کے بیع کو جائز قرار دیا جیسا کہ حنطہ وشعیر کا ہر قسم کے حنطہ وشعیر پر اطلاق کیا جاتا ہے اگر چہ انواع واصناف مختلف ہو ایسا ہی تمر کا اطلاق ہر قسم کے تمر پر ہوگا خواہ وہ رطب ہو یا یابس۔

(۴) عامل خیبر نے جب حضورؐ کی خدمت میں رطب ہدیہ دیا تو حضور نے فرمایا ”أکل تمر خیبر هکذا“ یہاں بھی حضورؐ نے رطب پر تمر کا اطلاق کیا ہے، لہٰذا رطب بھی تمر ہوا اور بیع التمر بالتمر حدیث مشہور کی بناپر جائز ہے لہٰذا بیع الرطب بالتمر بھی جائز ہوگی۔

الجواب عن حدیث ابن عمر

(۱) حدیث ابن عمر کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ثمر سے رطب مقطوع مراد نہیں بلکہ جو رطب درخت پر ہو وہ مراد ہے اور رطب معلق کو تمر مقطوع کے بدلہ فروخت کرنا یہ تو عین مزابنہ ہے جو بالاتفاق حرام ہے اور حدیث میں ثمر معلق مراد ہونے کی دلیل یہ ہے: (۱) کہ حدیث میں بیع الثمر بالتمر سے منع کر کے عرایا کا استثنا کیا گیا ہے اور عریہ تو ثمر معلق ہی میں ہوتا ہے کہ ایک طرف رطب معلق ہوتا ہے دوسری طرف تمر مقطوع۔

(۲) خود حضور نے بیع الثمر بالتمر ہی کو مزابنہ قرار دیا ہے چنانچہ بخاری میں رافع بن خدیج کی روایت ہے ”ان رسول اللّٰہ نهی عن المزابنة بیع الثمر بالتمر إلا أصحاب العرایا فاذن لهم“ تو حضور نے یہاں مزابنہ کی تفسیر بیع الثمر بالتمر سے کی ہے اور مزابنہ کہتے ہیں رطب معلق کو تمر مقطوع کے بدلے خریدنا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ابن عمر میں ثمر سے رطب معلق مراد ہے نہ کہ رطب مقطوع۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب عن حدیث سعد بن ابی وقاص

(۱) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابن ابی وقاص کی حدیث بیع التمر بالتمر نسیئہ پر محمول ہے۔

(۲) جب یہ حدیث امام اعظم کے سامنے پیش کی گئی تو فرمایا کہ یہ حدیث زید بن عیاش پر دائر ہے وہ مجہول ہے، لایقبل حدیثہ۔ (بذل المجہود: ص ۴/۲۴۸، فتح القدیر: ص ۵/۲۹۲، العلیق: ص ۳۰۹)

معنی العریا لغةً واصطلاحا

عرایا یہ عریہ بروزن فعیلۃ کی جمع ہے اور فعیلۃ کبھی فاعل کی معنی میں ہوتا ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عریۃ یہ عاریۃ کے معنی میں ہے اور عرِیَ یعری باب سمع بمعنی تجرد، چونکہ عریہ والا نخل کا حکم دوسرے نخل سے الگ ہوتا ہے اس لئے اس کو عریہ کہا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ عر ایعرو باب نصر سے ہے بمعنی پیش آنا چونکہ عریہ والا درخت کے پاس اس کا مالک یا موہوب لہ آتا ہے لہٰذا وہ درخت جس کے پاس آیا جاتا ہے وہ معروۃ ہوا تو اس صورت میں عریہ بمعنی معروۃ ہوگا۔

أقوال الفقهاء فی تفسیر العرایا

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک عرایا کی تفسیر یہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں کچھ لوگ فقیر تھے، جن کے پاس دینار و درہم نہ تھے لیکن رطب یعنی تازہ خرما کھانے کا شوق رکھتے تھے، ادھر ان کے پاس خشک خرما موجود تھے تو جب رطب کا موسم آیا تو انہوں نے حضور سے اس کی شکایت کی تو حضور نے ان کو خشک خرما دیکر اندازہ کر کے تازہ خرما خریدنے کی اجازت دی، چونکہ یہ حاجت پانچ وسق میں پوری ہو جاتی ہے اس لئے خاص طور سے اس کا ذکر کیا (چنانچہ امام شافعی کے نزدیک یہ عریہ اسی مقدار میں جائز ہے اس سے زائد میں جائز نہیں ہے)۔

(۲) امام مالکؒ سے عرایا کے بارے میں دو تفسیر منقول ہیں (۱) کہ کسی آدمی کے باغ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں دوسرے ایک شخص کے دوتین درخت ہیں اب جب خرما پکنے کا زمانہ آیا تو اہل عرب کی عادت کے مطابق صاحب النحل الکثیر باغ میں مع اہل وعیال مقیم ہو گیا اور دوسرا شخص بھی اپنے درخت دیکھنے کے لئے آتا جاتا ہے جس سے صاحب نخل کثیر کو ایذاء وتکلیف ہوتی ہے تو وہ اس دوسرے شخص کو کہتا ہے کہ تم اپنے درخت میں جو تازہ خرما ہے اس کے عوض مجھ سے اندازہ کر کے تمر مقطوع لے جاؤ اور باغ میں آیا مت کرو، امام مالک کے اس قول کے مطابق۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے قول ثانی کے مطابق عرایا کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کا بہت بڑا باغ ہے تو اس نے ان میں سے دو ایک درخت کسی غریب کو بطور ہبہ دے دیے اور اب وہ آدمی پھل کے لئے باغ میں آنے جانے لگتا ہے جس سے واہب کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے واہب اس تکلیف سے بچنے کے لئے اس کو اس درخت کے پھل کے عوض تمر مقطوع دے دیتا ہے۔

(۴) امام احمدؒ کے نزدیک عرایا کی تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی کو کسی درخت کی کھجور ہبہ کی گئیں۔ اب اس موہوب لہ کا ان پھل کا غیر واہب سے بیچ دینا، ان کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں یہ معاملہ جائز ہے۔

العرية هبة ام بيع

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عریہ بیع ہے جس کو حضور نے بیع مزابنہ کی حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عرایا درحقیقت بیع نہیں بلکہ وہ استبدال موہوب بموہوب آخر ہے البتہ صورۃ بیع ہے، لہٰذا بیع مزابنہ سے عرایا کا استثنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک متصل ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک منقطع ہے۔

تاويل الامام الاعظم راجح

امام ابوحنیفہ نے عرایا کی جو تفسیر کی ہیں وہ تفسیر لغۃً روایۃً ودرایۃً ہر اعتبار سے راجح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لغت کے اعتبار سے راجح ہونا

تمام اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عریہ اسم لہبۃ ثمرۃ النخیل ہے اس پر صاحب قاموس بھی احناف کے موافق ہو کر عریہ بمعنی الہبہ کہتے ہیں حالانکہ وہ متعصب شافعی المذہب ہیں اور اہل عرب ہر چیز کے ہبہ کا الگ الگ نام رکھتے ہیں چنانچہ دودھ کے جانور ھبہ کرنے کو منیحہ کہتے ہیں اور ھبۃ الثمار کو عریہ۔

روایت ودرایت کے اعتبار سے راجح ہونا

احادیث کثیرہ امام ابوحنیفہ کی تفسیر پر دلالت کرتی ہیں (۱) زید بن ثابت کی روایت، ''ان رسول اللہ رخص فی العریۃ یاخذھا اھل البیت بخرصھا تمراً یأکلونھا رطبا'' اس روایت میں صراحت ہے عریہ کو لینے والے اہل بیت ہیں جو لوگ خشک خرما دے کر اس کے بدلے میں تازہ خرما کھانے والے ہیں اور یہ بات صرف امام ابوحنیفہ و مالک کی تفسیر پر صادق آتی ہے کیونکہ شافعی کی تفسیر میں کھجور کھانے والے اہل بیت نہیں بلکہ فقراء ومساکین ہیں۔ (۲) بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ لوگوں کے باغات میں اندازہ لگا کر اس پر واجب ہونے والا صدقے کی مقدار متعین کرنے کے لئے حضور عامل بھیجا کرتے تھے اس عامل کو حکم دیتے تھے کہ وہ اس حساب سے عرایا کو علیحدہ رکھے اور اس پر صدقہ واجب نہ کرے۔ اب عرایا کو علیحدہ رکھنے کا فائدہ صرف اس صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے جبکہ اس کی وہی تفسیر کی جائے جو امام ابوحنیفہ و مالک نے کی ہے کیونکہ ان کی تفسیر کے مطابق عرایا مساکین کا ھبہ ہے، لہٰذا اس سے صدقہ وصول کرنے کی ضرورت نہیں (۳) عرایا یہ اہل مدینہ کی عادات میں سے ہے اور امام مالک اہل مدینہ کے عرف وعادات کے بارے میں زیادہ واقف ہیں، لہٰذا عرایا کی تفسیر میں ان کا قول معتبر ہوگا، لان صاحب البیت ادری بمافیہ۔ تکملہ: ص ۱/۴۱۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هل العرايا مختصة بالتمر ام لا؟

(۱) امام احمد بن حنبل، لیث اور اہل ظاہر کے نزدیک تمر کے علاوہ میں عرایا جائز نہیں ہے ہاں اگر یہ پھل اشیاء ربویہ میں نہ ہو تو عرایا جائز ہے۔

(۲) امام شافعی کے نزدیک ان کے مشہور قول کے مطابق کھجور و انگور میں عرایا جائز ہے باقی میں نہیں۔

(۳) امام مالک کھجور کے ساتھ ہر ایسے پھل کو شامل کرتے ہیں جس کا ادخار ممکن ہو لہٰذا ان کے نزدیک ان میں عرایا جائز ہے۔

(۴) احناف کے نزدیک چونکہ عرایا نہ بیع ہے اور نہ مزابنہ لہٰذا ہر قسم کے پھلوں میں اس کا جائز ہونا ہی ظاہر ہے۔

مسلم ص ۱۰

مَن ابتَاعَ نخلا بعد ان تُؤَبَّر فَثَمَرَتُها لِلَّذِىْ بَاعَهَا إلا أن يَشْتَرِطَ المُبْتَاعُ ومن ابتَاعَ عبداً فَمَالُهُ للذى بَاعَه إلا أن يشترِطَ المُبْتَاعُ.

ترجمہ: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص کھجور کے ایسے درخت خریدے جس کی تابیر کی گئی تو اس کا پھل بائع کے لئے ہوگا۔ مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط لگائے اور جو شخص ایسا غلام خریدے جس کے پاس مال ہو تو اس کا مال بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط لگائے۔

معنی التابیر

تابیر یہ باب تفعیل کا مصدر ہے (بمعنی التلقیح) تابیر یہ ہے کہ نر درخت کے شگوفہ سے کچھ لے کر مادہ درخت کے شگوفہ کے اندر اس وقت رکھ دینا جب وہ پھٹ جائے، ہندی میں اس کو گابھا دینا کہتے ہیں اور آج کل کی زبان میں قلم کاٹنا کہتے ہیں، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تابیر اگر خود بخود ہو جائے تو وہ بھی تابیر کرنے کے حکم میں ہے (یعنی آدمی کے تابیر کرنے کے حکم میں ہے)۔ (شرح نووی: ص ۲/۱۰، تکملہ: ص ۱/۴۲۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذاهب الأئمة فی هذه المسئلة

حدیث مذکور کی وجہ سے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نخل مؤبر کو فروخت کیا گیا تو اس کا پھل بائع کے لئے ہوگا مگر یہ کہ مشتری عند العقد اس کی شرط لگائے، تو پھر مشتری کا ہوگا اور اگر قبل التابیر کھجور کے درخت کو بیچا جاوے تو اس کے پھل کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی مشتری کا ہوگا مگر یہ کہ بائع اس کی شرط لگائے اور حدیث ابن عمر سے استدلال کرتے ہیں، "من ابتاع نخلا بعد ان تؤبر فثمرتها للبائع إلا ان یشترط المبتاع" کہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بعد التابیر فروخت کیا گیا تو پھل بائع کا ہے اس سے بطریق مفہوم مخالف معلوم ہوا کہ اگر نخل غیر مؤبر ہو تو اس کا پھل مشتری کا ہوگا۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی پھل بائع کا ہوگا، ان کے نزدیک قبل التابیر اور بعد التابیر دونوں کا حکم یکساں ہے اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر ہی نہیں ہے امام صاحب کا استدلال (۱) روی محمد عن النبی صلی اللّٰہ عیہ وسلم، "من اشتری ارضا فیها نخل فالثمرة للبائع إلا ان یشترط المبتاع" یہاں مؤبر و غیر مؤبر کا کوئی فرق نہیں کیا بلکہ بہرصورت پھل بائع کا قرار دیا ہے۔

الجواب

انہوں نے جو مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کے یہاں مفہوم مخالف غیر معتبر ہے، (۲) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تابیر سے ظہور ثمرہ کی طرف کنایہ ہے اور مراد یہ ہے کہ قبل الظہور بیع ہو تو پھل مشتری کا ہوگا بعد الظہور بیع ہو تو پھل بائع کا ہوگا۔ (بذل المجہود: ص ۴/۲۶۴، التعلیق الصبیح: ص ۳/۳۳۱)

هل العبد یملک شیئا أم لا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولہ: من ابتاع عبداً فماله للذی باعه إلا ان یشترط المبتاع.

(۱) یہاں عبد کی طرف جو مال کی اضافت کی گئی ہے امام مالکؒ واہل ظاہر کے نزدیک یہ اضافت تملیک کے لئے ہے یعنی غلام بھی کسی چیز کا مالک بن سکتا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ اور بقول ابن ہمامؒ جمہور کے نزدیک غلام کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا ہے کیونکہ وہ خود مولیٰ کا مملوک ہے لہٰذا اس کے پاس جو مال ہے وہ مولیٰ کا مملوک ہے اور حدیث میں عبد کی طرف اضافت باعتبار اختصاص و انتفاع اور ظاہری اتصال و قبضہ کے ہے نہ کہ باعتبار تملیک۔ (شرح نووی: ص ۲/۱۰، حاشیۃ الترمذی: ص ۱/۱۴۹)

حکم مال العبد عند البیع

قولہ علیہ السلام: من ابتاع عبداً الخ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غلام کے پاس جو مال ہے عندالبیع یہ مال مولیٰ کا ہوگا (بائع کا ہوگا) لیکن اگر مشتری عندالعقد اس مال کی شرط لگائے تو اس صورت میں مال مشتری کا ہوگا، لیکن مشتری کے شرط لگانے کی تفصیل میں اختلاف ہے۔

(۱) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرط لگانا مطلقا جائز ہے چاہے غلام کا مال جنس ثمن میں سے ہو یا نہ ہو اور وہ مال غلام کی قیمت سے کم ہو یا زائد ہو لاطلاق ہذا الحدیث۔

(۲) امام شافعیؒ و ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شرط لگانا اس وقت جائز ہے جب اس سے ربا لازم نہ آئے چنانچہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر غلام کے پاس جو مال ہے وہ درہم ہے تو غلام اور اس کے پاس موجود درہم کو درہم کے بدلہ بیچنا جائز نہیں البتہ دنانیر کے بدلہ جائز ہے اور اگر غلام کے پاس دینار ہیں تو اس غلام کو مع دینار سونے کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ غلام کے پاس جو مال ہے اگر وہ جنس ثمن کا غیر ہو تو شرط لگانا مطلقا جائز ہے اور اگر جنس ثمن سے ہے مثلاً غلام کے پاس درہم ہے اور اس کو درہم کے بدلے فروخت کیا جا رہا ہے تو اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ وہ مال ثمن سے کم ہو تا کہ ثمن کی یہ مقدار اس مال کے مقابلہ میں ہو اور باقی غلام کے مقابلہ میں ہو اور اگر غلام کے پاس موجود مال ثمن کے برابر یا اس سے زائد ہے تو ربا کہ وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔ (تکملۃ الملہم: ص ۱/۴۲۴، شرح نووی: ص ۲/۱۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۱۴

عن ثابت بن الضحاک ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نهی عن المُزَارَعَةِ وعن ابن عمر ان رسول اللّٰہ علیه السلام عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخرُجُ مِنهَا مِن ثَمَرٍ اوزَرْع.

ترجمہ

حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور نے اہل خیبر کے ساتھ پھل یا کھیت کی نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔

معنی المزارعة

مزارعۃ مفاعلہ کا مصدر ہے یعنی آپس میں کھیتی کا معاملہ کرنا، وفی الشریعة هی عقد علی الزرع ببعض الخارج، یعنی زمین کے بعض پیداوار پر کھیتی کا معاملہ کرنا۔

اختلاف العلماء فی المزارعة

۱۔امام احمد اور صاحبین فرماتے ہیں کہ مزارعت جائز ہے۔

۲۔امام ابوحنیفہ وزفر کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

۳۔امام شافعی کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، (۱) مزارعت مساقات کے ضمن میں ہو (۲) دونوں کا عامل ایک ہو (۳) عقد میں مزارعت کو مساقات پر مقدم نہ کرے (۴) درخت کی اصلاح اور زمین کی زراعت الگ الگ کرنا دشوار ہو (۵) اور بیج مالک کے ذمہ ہو۔

۴۔امام مالک فرماتے ہیں کہ مزارعت مساقات کے ضمن میں ہو تو جائز ہے بشرطیکہ مزارعت کی زمین مساقات کی زمین کے ثلث سے زائد نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلاصہ:

مزارعت امام احمد وصاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہ وشافعی ومالک کے نزدیک جائز نہیں ہے البتہ شافعی ومالک کے نزدیک مزارعت مساقات کے ضمن میں جائز ہے۔

مجوزین کی دلیل (امام احمدؒ وصاحبینؒ)

(۱)عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عامل اهل خيبر بشطر مايخرج منها من ثمر او زرع، (۲)عن ابى هريرة قال: قالت الانصار للنبى صلى الله عليه وسلم اقسم بيننا وبين اخواننا النخيل قال لا فقالوا تكفونا المؤنة ونشرككم في الثمرة فقالوا سمعنا واطعنا.

مانعین کی دلیل

(۱)عن ثابت بن الضحاك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزارعة (۲)عن جابر ان رسول الله نهى عن المخابرة وهى المزارعة.

ان حضرات کی طرف سے حدیث ابن عمر کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ خیبر کا معاملہ مساقات کے ضمن میں تھا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وہاں مزارعت کی زمین ارض مساقات سے کم تھی، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہود کے ساتھ حضور کا یہ معاملہ مزارعت نہیں یہ خراج مقاسمہ تھا (لیکن امام صاحب کی یہ تاویل واقعہ خیبر میں چل نہیں سکتی ہے کیونکہ خراج وہاں ہوتا ہے جہاں زمین کے مالک کفار ہوں اور یہاں تو خیبر کی زمین مسلمانوں کی ملکیت میں تھی)۔ (شرح نووی: ص ۱۴/ ۲)

اور صاحبین کی طرف سے ثابت بن الضحاک کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جبکہ زمین ایک کی ہو اور عمل دوسرے کا ہو اور عقد میں ماخرج من الارض میں سے وزن مسمی یا کیل مسمی کی شرط ہو۔ اس کو تو ہم بھی ناجائز کہتے ہیں (۲) یہ نہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تنزیہ یا شفقت پر محمول ہے۔

(نوٹ) مشائخ احناف نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا۔

مسلم ص ۱۶

عن جابر بن عبداللّٰہ یقول رسول اللّٰہ: لو بعتَ من أخیک ثمراً فاصابته جائحةٌ فلاَ یحِلُّ لک ان تاخذ مِنه شیئا بِمَ تأخُذ مَالَ أخِیک بغیر حَقٍّ.

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے اپنے بھائی کے پاس پھل بیچا ہے پھر اس پھل پر آفت آگئی تو تیرے لئے جائز نہیں ہے اس سے کچھ لینا تم کس چیز کے عوض اپنے بھائی کا مال لوگے ناحق۔

تشریح:

جائحہ وہ مصیبت ہے جو پھلوں پر آتی ہے یہاں بیع کی چند صورتیں ہیں (۱) بدوصلاح سے پہلے پھل کی بیع درخت پر باقی رکھنے کی شرط پر ہو اور اس پھل پر آفت آگئی تو یہ آفت بالاتفاق بائع کے ضمان میں سے ہے مشتری سے ثمن کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ بیع فاسد ہے۔

(۲) بدوصلاح سے پہلے یا بعد میں قطع کی شرط پر بیع ہو اور بائع اس کو مشتری کے حوالہ نہ کرے اور نہ مشتری نے اس پر قبضہ کیا یہاں تک کہ اس پر آفت آگئی تو اس کا ضمان بھی بالاتفاق بائع پر ہوگا، اور اگر مشتری کے حوالہ کر دیا لیکن مشتری نے اب تک قطع نہیں کیا اور اس پر آفت آگئی تو ضمان بالاتفاق مشتری پر ہوگا۔

(۳) بدوصلاح سے پہلے یا بعد میں بیع ہوئی تھی پھر پھل توڑنے کا وقت آیا لیکن پھل توڑنے سے پہلے آفت پہونچی اس صورت میں بھی ضمان مشتری پر ہوگا اور بائع مشتری اپنا ثمن کا مطالبہ کرے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف العلماء

بدو صلاح کے بعد بشرط قطع بیع ہوئی اور بائع نے مشتری کے حوالہ بھی کر دیا اس کے بعد آفت پہونچی تو ضمان کس پر ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق یہ مطلقا مشتری کے ضمان میں سے ہے اور اس کو پورا ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

(۲) امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر ثلث سے کم ہلاک ہو تو مشتری کے مال سے اور ثلث یا اس سے زائد ہلاک ہو تو بائع کے مال میں سے جائے گا۔

(۳) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جتنا بھی ہلاک ہوگا بائع کے مال سے جائے گا۔

دلیل الامام مالکؒ واحمدؒ

قوله عليه السلام : فاصابته جائحة فلا يحل لک ان تاخذ منه شيئا.

یہاں حضور نے مشتری سے مطلقا کچھ لینے سے منع کیا۔ قلیل وکثیر کا کوئی فرق نہیں کیا، البتہ امام مالک قلت کی بنا پر ثلث کا استثناء کرتے ہیں کیونکہ شریعت نے بہت سی جگہوں میں ثلث کا اعتبار کیا۔

دلیل الاحناف والشوافع

(۱) عن ابی سعيد الخدری قال: اصيب رجل في عهد رسول الله فی ثمار ابتاعها فكثر دينه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقوا عليه فتصدق الناس عليه فلم يبلغ ذلک وفاء دينه فقال رسول الله لغرمائه خذوا ما وجدتم وليس لكم إلا ذلک.

یہاں حضور نے قرضخواہوں کا قرض چندہ کر کے ادا کرایا اور بائع سے اس کا ثمن واپس نہیں لیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ثمر مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان بائع پر نہیں آتا ہے۔

(۲) عن عمرة بنت عبدالرحمن ابتاع رجل ثمر حائط فی زمان رسول الله

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلى الله عليه وسلم فعالجه وقام فيه حتى تبين له النقصان فسأل رب الحائط ان يضع له او ان يقبله فخلف ان لا يفعل، فذهبت أم المشترى الى رسول الله فذكرت ذلك له فقال رسول الله تألى ان لا يفعل خيراً.

تو یہاں حضور نے ترک احسان کی وجہ سے باغ کے مالک پر ملامت کی لیکن اس کو وضع واسقاط ثمن پر مجبور نہیں کیا اگر وضع جائحہ واجب ہوتا تو ضرور آپ اس کو اس پر مجبور کرتے۔

حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بیع قبل الظہور یا بیع قبل بدوالصلاح بشرط الترک پر محمول ہے۔

(۳) یہ وضع جائحہ کا حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ استحبابی ہے۔(۴) حکم وجوبی ہے لیکن اس صورت پر محمول ہے جبکہ مشتری نے قبضہ نہیں کیا اور پھل ہلاک ہوگیا۔

مسلم ص۱۷

عن ابى هريرة قال سمعت رسول الله يقول: من أَدْرَكَ مالَهُ بِعَيْنِهِ عند رجل قدأَفْلَسَ او انسان قد أُفْلِسَ فهو اَحَقُّ به مِن غيرِه.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مفلس ہو جائے اور اس کے پاس کوئی دوسرا شخص اپنا سامان بعینہ پائے تو وہ زیادہ حقدار ہے اس سامان کا بہ نسبت اور لوگوں کے (قرض خواہوں کے)۔

معنی الافلاس

افلاس کے معنی مفلس ہونا مال کا باقی نہ رہنا، افلاس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے یعنی فلوس کا نہ ہونا، کہا جاتا ہے افلس الرجل اذا صار الی حال لیس لہ فلوس، بعض نے کہا کہ ہمزہ انتقال کے لئے ہے اس اعتبار سے مفلس وہ شخص ہے جو درہم دینار کے مالک رہنے کے بعد اب صرف پیسہ کا مالک رہ گیا، اصطلاح فقہاء میں مفلس وہ شخص ہے جس کا دین اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے مال سے زیادہ ہو یا اس کے مصارف اس کی آمدنی سے زیادہ ہوں۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۱/۴۹۴، انعت المنعم: ص ۲/۹۵)

صور إدراك المال بعينه

(۱) اگر آدمی اپنا مال مسروق یا مغصوب یا ودیعت یا مقبوض علی سوم الشراء ہوا یسے شخص کے پاس پائے جو مفلس ہو گیا ہے اور ادھر وہ مال اس کے پاس محفوظ ہے تو علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس مال کا حقدار مالک ہی ہے دوسرے قرضخواہ اس کے حقدار نہیں ہوں گے۔

(۲) ایک شخص نے کوئی سامان خریدا اور سامان پر قبضہ بھی کر لیا لیکن ثمن ادا نہیں کیا اور مفلس ہو گیا اور مبیع مشتری کے پاس محفوظ ہے یا ثمن ادا کرنے سے پہلے مر گیا، تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کیا اس بیع میں سب قرض دار برابر حقدار ہوں گے یا صرف بائع اس کا حقدار ہوگا۔

(۱) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ صرف بائع اس کا حقدار ہوگا (اور اگر بائع چاہے تو قرض خواہوں کے برابر شریک ہوگا)

(۲) احناف فرماتے ہیں کہ سب قرض خواہ اس میں برابر کے شریک ہوں گے، تنہا بائع کو نہیں دیا جائے گا۔

دليل الائمة الثلاثة

عن ابی هريرة قال رسول اللّٰه من ادرك ماله بعينه عند رجل قد افلس انسان قد افلس فهو احق به من غيره،

یہ حضرات اس حدیث کو بیع پر محمول کرتے ہیں کیونکہ ابو ہریرہ کی دوسری روایت میں صراحۃ بیع کا ذکر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دليل الحنفية

(۱) یہ ہے کہ بیع کی وجہ سے مبیع بائع کی ملکیت سے نکل گئی ہے لیکن ثمن کی وجہ بائع کو اسے روکنے کا حق تھا، لیکن جب مبیع مشتری کے حوالہ کر دیا تو اس سے بائع کا حق بالکل ختم ہو گیا، اب مشتری مبیع کا مالک ہو گیا اور ثمن اس کے ذمہ واجب رہا تو بائع کا دین اس پر ہے لہٰذا وہ اصحاب دین کی طرح ہو گیا۔

(۲) روی عمر بن عبدالعزیز ان اقتضی من ثمن سلعته شیئا ثم افلس فهو و الغرماء فيه سواء.

والجواب عن حديث ابى هريرة

حدیث ابوہریرہؓ غصب، عاریت، ودیعت اور قبض علی سوم الشراء پر محمول ہے

(۲) علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر حقیقہ بیع مراد لی جائے تو یہ حکم دیانۃً ومروۃً ہے قضاءً نہیں۔ (تکملہ: ص ۱/۴۹۶، ۱/۵۰۰، فیض الباری: ص ۳/۲۴)

مسلم ص ۱۹

عن ابی مسعود الانصاری ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن ثَمَنِ الكَلْبِ وَ مهر البَغِيِّ و حُلْوَان الكاهنِ.

ترجمہ

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے کتے کی قیمت، زنا اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔

اختلاف العلماء فى بيع الكلب

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ باغات، زراعت وغیرہ کی حفاظت کے لئے شکاری کتا پالنا بالاتفاق جائز ہے لیکن کتے کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے (یعنی کتا بیچ کر ثمن کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) امام شافعی، امام احمد، اوزاعی داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک بیع الکلب مطلقاً ناجائز ہے معلّم ہو یا غیر معلّم، یہی امام مالک کی ایک روایت ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ وصاحبین اور ابراہیم نخعی کے نزدیک اور امام مالک کی ایک روایت کے مطابق جن کتوں سے نفع حاصل ہو ان کی بیع اور ان کے ثمن مباح ہیں۔

دلیل الفریق الاول

(۱) عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن بیع الکلب ومھر البغی وحلوان الکاھن، (۲) وعن رافع ابن خدیج قال رسول اللّٰہ ثمن الکلب خبیث.

دلیل الفریق الثانی

(۱) عن جابر بن عبداللّٰہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب والسنور إلا کلب صید، (۲) عن ابی ھریرۃ قال نہی عن ثمن الکلب الا کلب صید، (۳) عن ابن عباس قال رخص رسول اللّٰہ فی ثمن کلب صید.

الجواب

فریق اول کی دلیل جواب یہ ہے کہ چونکہ احادیث صحیحہ میں کلب صید وکلب معلّم کی بیع کا ثبوت ہے اس لئے احادیث کے درمیان تعارض کو دفع کرنے کے لئے یہی کہا جائے گا کہ احادیث نہی کلب غیر منتفع بہ کے متعلق ہیں اور احادیث جواز جن میں کلب صید وغیرہ کا استثنا ہے وہ کلب منتفع بہ کے متعلق ہیں تاکہ دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جائے یہی تو حنفیہ کی شان ہے۔ بذل المجہود: ص ۴/۲۶۵، التعلیق الصبیح: ص ۳/۲۸۷، فتح القدیر: ص ۵/۳۵۸

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله مهر البغي:

لفظ بغی بتشدید الیاء بروزن فعول تھا بمعنی فاعلہ، بغت المرأة زنت، زانیہ کی مہر بالاجماع حرام ہے کیونکہ وہ زنا کے عوض میں لیا جاتا ہے جو حرام کا وسیلہ ہوتا ہے وہ بھی حرام ہوتا ہے چونکہ یہ عوض بمعاملہ بضعہ ہے اس لئے اس کو مجازا مہر کہا گیا ہے۔ (بذل المجہود: ص ۲۶۵/۴، التعلیق: ص ۳/۲۸۷)

حلوان الکاهن

حلوان سے مراد کاہن کی اجرت ہے، اس کو میٹھی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی، کیونکہ کاہن یہ اجرت بغیر کسی مشقت کے بالکل آسانی کے ساتھ لے لیتا ہے، کاہن: وہ شخص ہے جو اخبار عن الغیب کا دعویٰ کرے اور لوگوں کو مستقبل کی خبر دیتا ہے، عراف: وہ شخص ہے جو موجود مخفی شیئ کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے، حلوان الکاہن باجماع امت حرام ہے۔

مسلم ص ۲۴

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا تبیعوا الذهبَ بالذهبِ إلا مثلاً بمثل، ولا تُشفُوا بَعْضَهَا علی بعضٍ، ولا تَبِیْعُوا الوَرِقَ بالوَرِقِ إلا مَثَلاً بِمَثَلٍ ولا تُشفُوا بَعْضَهَا عَلٰی بَعض ولا تبیعوا منها غائبا بنَاجِزٍ.

ترجمہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے عوض مت بیچو مگر برابر اور اس میں کمی و بیشی نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے عوض مت بیچو مگر برابر اور اس میں کمی و بیشی مت کرو اور اس میں موجود چیز کے بدلہ غائب چیز کی بیع مت کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی الربا لغةً و اصطلاحا

ربا کے معنی لغت میں مطلق زیادتی کے ہیں کہا جاتا ہے ربی الشیئ یربو اذا زاد اور اصطلاح فقہاء میں ربا ہو فضل مال بلا عوض فی مبادلة المال بالمال یعنی اس خاص زیادتی کا نام ہے جو دو مالوں کے تبادلے میں بغیر کسی عوض کے لی جائے۔ (حاشیہ ہدایہ: ص ۳/۲۱)

اقسام الربا

ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا جلی جس کو ربو النسیئہ کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دین میں تاخیر کر کے مال کے اندر زیادتی کی جائے جب دین میں تاخیر ہوتی جاوے زیادتی بھی ہوتی جاوے۔ چونکہ اس میں ضرر عظیم ہے اس لئے وہ حرام ہے (۲) ربو خفی جس کو ربو الفضل بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف مال زیادہ ہو دوسری طرف کم ہو، مثلاً ایک درہم دو درہم کے بدلے میں فروخت کرنا، ربو الفضل چونکہ یہ پہلی قسم ربو النسیئہ کے لئے سبب بنتا ہے اس لئے اس کو سد اللذرائع حرام قرار دیا۔

اختلاف الفقهاء فی علة الربا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا مثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلف هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيد.

ان چھ چیزوں میں ربوا کا تحقق متفق علیہ ہے ان کے علاوہ میں اختلاف ہے۔

(۱) چنانچہ اہل ظاہر کے نزدیک تحریم ربوا صرف اشیاء ستہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ احادیث میں صرف ان ہی اشیاء ستہ کا ذکر ہے کیونکہ ان کے نزدیک قیاس حجت نہیں ہے لہٰذا حکم ان اشیاء ستہ کے ساتھ خاص ہے، (۲) امام نووی فرماتے ہیں جمہور علماء کے نزدیک ربوا ان چیزوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ اشیاء ستہ میں جو حرمت ربوا کا حکم ہے وہ معلول ہے یعنی اس میں علت جاری کر کے دوسری چیزوں کو بھی اس حکم میں شامل کیا جائے گا اور آپ نے ان چھ چیزوں کو بطور مثال پیش کیا ہے لیکن علت میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق سونے چاندی میں علت وزن مع الجنس اور باقی چیزوں میں کیل مع الجنس۔

(۲) سونا و چاندی میں ثمنیت مع اتحاد الجنس اور باقی چیزوں میں مطعوم ہونا مع اتحاد الجنس یہی ایک روایت امام احمد سے ہے۔

(۳) امام مالک فرماتے ہیں کہ سونا چاندی میں علت ثمنیت مع الجنس اور باقی چار چیزوں میں ادخار مع الجنس ہے بعض مالکیہ نے ادخار کے ساتھ اقتیات کا اضافہ کیا ہے۔

(فتح القدیر: ص ۵/۲۷۰، ہدایہ: ص ۳/۶۱، نووی: ص ۲/۲۴)

(فائدہ): اگر علت ربوا کے دونوں جزوں میں سے کوئی جزء نہ پایا جائے یعنی نہ دونوں متحد الجنس اور متحد القدر ہیں تو اس وقت نہ ربوا الفضل ناجائز ہوگا اور نہ نسیئہ یعنی زیادتی بھی جائز ادھار بھی جائز ہے مثلاً گیہوں کو سونے کے بدلے یا چاندی کو جو کے بدلے فروخت کریں تو کمی وزیادتی اور ادھار دونوں جائز ہے اور اگر دونوں جزوں میں سے ایک ہی جزء موجود ہے اور دوسرا مفقود ہے تو ربوا الفضل حلال ہے نسیئہ حرام ہے، مثلاً چاندی کی بیع سونے کے بدلے یداً بید ہو تو کمی و بیشی کے ساتھ جائز ہے ادھار حرام ہے۔

(ہدایہ: ص ۳/۶۲، فتح القدیر: ص ۵/۲۷۰)

هل يجب القبض فی الاموال الربوية ام التعيين

(۱) احناف کے نزدیک ربوا سے بچنے کے لئے صرف تعیین ضروری ہے مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے البتہ درہم و دینار چونکہ ثمن کے قبیل سے ہیں جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے جب تک کہ ان پر قبضہ نہ ہو اس لئے مجلس میں ان پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام اموال ربویہ میں مجلس کے اندر قبضہ کرنا ضروری ہے ان کا استدلال یداً بید سے ہے کہ یداً بید کنایہ ہے قبضہ کرنے سے کیونکہ ہاتھ قبضہ کا آلہ ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ اس بارے میں تین طرح کی روایتیں ہیں، (۱) غائباً بناجز کہ بیع اور ثمن میں سے ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب ہو اس قسم کی بیع مت کرو بلکہ دونوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اور حاضر ہونے سے مراد متعین ہونا ہے نہ کہ مقبوض ہونا، (۲) عیناً بعین کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فروخت کردہ معین کو متعین کے بدلے میں اس سے بھی تعیین ثابت ہوتی ہے نہ کہ قبضہ (۳) یدا بید پہلے دونوں سے جب تعیین مراد ہے لہٰذا یداً بید سے بھی یہی تعیین مراد لینا مناسب ہوگا تاکہ تینوں روایتوں کا مفہوم ایک ہو جائے۔

مسلم صـ۲۷

عن ابن عباس قال اخبرني اسامة بن زيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال انما الربا في النسيئة وفي رواية اخرىٰ عن اسامة بن زيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا ربا في ما كان يداً بيدٍ.

ترجمہ

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ربوا تو نسیئہ میں ہے حضرت اسامہ بن زید کی ایک دوسری روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ان چیزوں میں ربا نہیں ہے جو دست بدست ہو۔

معنى الربا واقسامه

ربا کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شریعت میں ربا مبادلۃ المال بالمال میں وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو۔

ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربوالفضل (۲) ربوالنسیئہ، ربواالفضل کہا جاتا ہے کہ دین کو تاخیر کر کے مال کے اندر زیادتی کی جائے جب دین میں تاخیر ہوتی جاوے تو زیادتی بھی ہوتی جائے گی، یہاں تک ایک سو روپیہ دین کو تاخیر کرنے کی وجہ سے وہ ایک ہزار سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے ربوالفضل: یہ ہے کہ ایک طرف مال زیادہ ہو اور دوسری طرف کم ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہب ابن عباس وابن عمر

عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کو ربا الفضل والی حدیث معلوم نہ تھی اس لئے یہ حضرات ربوا الفضل کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے کہ سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی متفاضلا بیچنا جائز ہے لیکن جب ان کے پاس ربوا الفضل والی حدیث پہونچی تو انہوں نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کرلیا چنانچہ ابونضرہ نے جب ابن عمر کے سامنے ابوسعید خدری کی حدیث پیش کی تو انہوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیا اسی طرح ابن عباس سے بھی رجوع ثابت ہے چنانچہ اب ربوا الفضل کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے۔

قوله انما الربا فی النسیئة ولا ربا فی ما کان یداً بید

جمہور علماء کے نزدیک ربا الفضل حرام ہے انہوں نے احادیث مذکورہ کی تاویلات کی ہیں: (۱) ابتدا میں ربا النسیئہ کی حرمت قرآن میں نازل ہوئی اس وقت وہی ممنوع تھا اور ربوا الفضل کا حکم اس وقت نازل نہ ہوا تھا اس لئے وہ جائز تھا بعد میں جنگ خیبر کے موقع پر آپ نے ربوا الفضل کو حرام قرار دیا (۲) آپ نے مستقلا یہ جملہ نہیں فرمایا بلکہ سائل کے جواب میں ذکر کیا، سائل نے دو مختلف جنس مثلاً حنطہ کو شعیر کے بدلے سونے کو چاندی کے بدلے بیچنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا انما الربا فی النسیئۃ کہ اگر ادھار ہے تو ربا ہے ورنہ نہیں (۳) حضور نے غیر کیلی غیر وزنی چیزوں کو ربوا نسیئہ میں منحصر کیا تھا جیسا کہ عمار ابن یاسر کا فتویٰ ہے "العبد خیر من العبدین والأمة خیر من الامتین اسی میں آ گئے ہے ما کان یدا بید فلا بأس به انما الربا فی النسیئة۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص ۲۹

عن ابی الزبیر عن جابر قال: لما اتی علیَّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَقَدْ أعْیَا بَعِیْرِیْ قال: فَنَخَسَهُ فَوَثَبَ فَکُنتُ بعد ذلک أحْبَسُ خِطَامَه لِاَسْمَعَ حدیثَه فما اقدِرُ علیه، فلحقنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: بِعْنِیْهِ فبعتُه منه بخمس اواق قال: قلت علیٰ أن لی ظهره الی المدینه قال ولک ظهره الی المدینة قال: فلما قدمتُ المدینةَ اَتیتُهُ به فزادنی اوقیةً، ثم وهب لی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

ترجمہ

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت جابر نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میرا اونٹ عاجز ہوگیا تھا، حضرت جابر نے کہا کہ آپ نے اس کو نیزہ سے مارا تو وہ کود پڑا اس کے بعد میں اس کی لگام کھینچتا تھا تاکہ حضور کی بات سنوں تو میں اس پر قادر نہیں تھا جب میری حضور سے ملاقات ہوگئی تو حضور نے مجھ سے کہا کہ یہ اونٹ مجھ سے بیچ دو، تو میں نے اس کو پانچ اوقیہ میں بیچ دیا، جابر نے کہا کہ میں نے کہا کہ اس شرط پر میرے لئے مدینہ تک سوار ہوکر جانا ہے، تو حضور نے کہا ٹھیک ہے کہ تم مدینہ تک سوار ہوکر جاؤ جابر کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہونچا اور اس کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور نے مزید ایک اور اوقیہ دیا اور وہ اونٹ مجھے ہدیہ کردیا،

واقعہ جابر

حضرت جابر کا اونٹ گم ہوگیا تھا وہ حضور کے پاس سے گزرے تو آپ نے پوچھا "مالک یا جابر" تو جابر نے کہا میرا اونٹ گم ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں تمہارا اونٹ ہے جاکر لے لو، جدھر آپ نے فرمایا تھا تلاش کیا مگر نہیں ملا، اور واپس آکر انہوں نے حضور سے کہا تو آپ نے پھر وہی جملہ فرمایا، جابر پھر گئے لیکن اب بھی نہیں ملا، واپس آکر کہا، حضور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کسی کام میں مشغول تھے، فرمایا ذرا ٹھہرو، پھر جابر کا ہاتھ پکڑ کر ان کو لے گئے اور جس جگہ اونٹ تھا وہاں پہونچے، آپ نے اونٹ پکڑ کر حضرت جابر کو دیا جابر اونٹ پر چڑھے لیکن اونٹ بہت زیادہ سست تھا، تھک گیا تھا، حضور نے دیکھا تو دعا فرمائی اور کوڑے یا لاٹھی سے اونٹ کو مارا، اب وہ تیزی سے چلنے لگا اور اتنی تیزی سے کہ آپ کے اونٹ سے بھی آگے بڑھ گیا، جابر اس کی لگام کھینچتے رہے تا کہ حضور کی بات سنے، اس وقت آپ نے کہا تم مجھے اپنا یہ اونٹ بیچ دو، جابر نے کہا نہیں وہ آپ کو ہدیہ ہے آپ نے بیچنے پر اصرار کیا تو جابر نے بیچ دیا، اور انہوں نے اپنے گھر تک اس پر سوار ہو کر آنے کا استثنا کیا، مدینہ آ کر وہ اونٹ آپ کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے اس کی پوری قیمت دی اور مزید ایک اوقیہ دیا، جابر کہتے ہیں کہ ایک اوقیہ برابر میری تھیلی میں رہتا تھا، یہاں تک کہ حرہ کی لڑائی میں شامیوں نے اس کو لے لیا، حضرت جابر ثمن لے کر واپس ہو گئے تو حضور نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور فرمایا کہ کیا تیرا گمان ہے کہ میں نے تجھے ثمن کم دیا ہے، تیرے اونٹ لینے کے لئے؟ تو یہ اونٹ بھی لے جا اور یہ درہم بھی سب تیرا ہے۔

اختلاف العلماء فی الشرط فی البیع

یہاں شرط سے مراد وہ شرط ہے جو عقد بیع کے ساتھ مقترن ہو اور اس میں ایسی چیز کا اضافہ کرے جو نفس عقد میں داخل نہیں تھی اب اگر یہ چیز فی نفسہ حرام ہے یا اس کے وجود میں غرر ہے تو اس کے ناجائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اب اگر وہ چیز نہ تو فی نفسہ حرام ہے اور نہ اس میں غرر ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

(۱) احناف کے نزدیک (۱) ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے مطابق ہو (۲) یا عقد کے ملائم و مناسب ہو (۳) یا ایسی شرط جس پر لوگوں کا تعامل ہو، جائز ہے اس سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔ اول کی مثال: اس شرط کے ساتھ کہ اداء ثمن تک مبیع بائع کے پاس محبوس رہے گی، ثانی کی مثال: کہ ادھار بیع میں یہ شرط لگانا کہ مشتری ثمن کے بدلے کوئی چیز رہن رکھے، ثالث کی مثال: کہ جوتا خریدنا اس شرط کہ ساتھ کہ بائع اس کو تیار کر کے دے گا۔

اور وہ شرائط جو ان تینوں میں سے کسی ایک میں داخل نہیں ہیں یا تو اس میں بائع یا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشتری کا فائدہ ہو یا مبیع کا فائدہ ہو بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو یہ شرط مفسد بیع ہے یا ایسی شرط جس میں نہ بائع کا فائدہ ہے نہ مشتری کا اور نہ مبیع کا مثلاً کوئی سامان اس شرط پر بیچنا کہ مشتری اس کو نہ بیچے، یہ بھی شرط فاسد ہے۔

(۲) امام شافعی کے نزدیک ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے مطابق ہو یا عقد کے ملائم و مناسب ہو وہ جائز ہے اور وہ شرط جو مقتضائے عقد کے مطابق نہ ہو اور نہ ملائم عقد ہو ان کے نزدیک صحیح نہیں اگر چہ اس پر لوگوں کا تعامل کیوں نہ ہو۔

(۳) امام مالک کے نزدیک شرط صرف دو صورتوں میں فاسد ہوگی (۱) شرط مقتضائے عقد کے مناقض ہو (۲) شرط ثمن میں خلل پیدا کرنے والی ہو، ان دو صورتوں کے علاوہ باقی شرائط صحیح ہیں (درحقیقت بات یہ ہے کہ احناف وشوافع کے نزدیک شرط کا جائز نہ ہونا اصل ہے اور جواز کی چند مخصوص صورتیں مستثنیٰ ہیں لیکن امام مالک کے نزدیک شرط کا جائز ہونا اصل ہے)

(۴) امام احمد فرماتے ہیں کہ بیع میں ایک شرط جائز ہے دو شرط فاسد ہیں (یعنی ایک شرط لگانا جائز ہے ایک سے زائد شرط صحیح نہیں ہے)۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۱/۶۲۹)

وسبب الاختلاف فی هذا

اس باب میں احادیث مختلف ہیں (۱) حضرت جابر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کو بیچتے وقت انہوں نے مدینہ تک سوار ہو کر جانے کی شرط لگائی تھی جس کا تقاضہ یہ ہے کہ بیع الشرط صحیح ہو (۱) حضرت عائشہ کی حدیث حضرت بریرہ کے واقعہ میں کہ بریرہ کے مالکین نے ان کو حضرت عائشہ سے اس شرط پر بیچا تھا کہ ولاء ان کو ملے گا اور عائشہ نے اس شرط کے ساتھ خریدا تھا اس پر آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ اس قسم کی شرط کیوں لگاتے ہیں۔ آپ نے بیع کو باقی رکھا اور شرط کو لغو قرار دیا، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ بیع صحیح ہو اور شرط لغو ہو۔ (۲) حدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله نهى عن بيع وشرط ، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ بیع بھی باطل ہو اور شرط بھی باطل ہو، الغرض ان تینوں احادیث پر مسئلہ کا مدار ہے۔

ائمہ کرام نے ان احادیث کو اپنے اجتہاد کے مطابق جمع کرنے یا ترجیح دینے کی کوشش

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی ہیں، احناف نے نہی عن بیع وشرط پر عمل کیا اور اس شرط کو مقید کیا ایسی شرط کے ساتھ جس میں احد المتعاقدین یا مبیع کا نفع ہو اور اس پر لوگوں کا تعامل نہ ہو اور حدیث عائشہ وحدیث جابر میں تاویل کی ہے۔ (تکملہ ص ۱/۶۲۸، ۱/۶۳۲)

الجواب عن حدیث جابر

(۱) آپ ﷺ کا ارادہ بیع کا نہیں تھا بلکہ اعطاء ثمن کا ارادہ تھا، (۲) ممکن ہے کہ یہ شرط صلب عقد نہ تھی بلکہ بیع مطلقا واقع ہوئی ہو، بعد میں حضور نے تبرعا سوار ہونے کے لئے دیا ہو، (۳) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضور کا مقصد یہاں بیع وشراء نہیں تھا بلکہ حضرت جابر کے ساتھ احسان کرنا تھا، ان کے ساتھ احسان کرنے میں دوسرے لوگ بھی امیدوار ہو سکتے تھے اس لئے آپ نے بیع کی صورت اختیار کی (۴) علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حضور نے حقیقت میں بیع کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ تو صورۃً بیع ہے اور آپ کا مقصد حضرت جابر کو نفع پہونچانا تھا جیسا کہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے۔ (شرح نووی: ص ۲/۲۹، العرف الشذی: ص ۱/۲۳۸)

مسلم صـــ ۲۸

إن الحلال بَيِّنٌ وإن الحرامَ بين وبينهما مُشْتَبِهَاتٌ لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات إسْتَبْرَأَ لِدِيْنِه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام الخ.

ترجمہ

حضور فرماتے ہیں کہ حلال کا حکم واضح ہے اور حرام کا حکم واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں تو جو شخص شبہات سے بچے گا وہ اپنے دین کی حفاظت کرلے گا؛ اور جو شخص شبہات میں واقع ہوگا وہ حرام میں واقع ہوگا۔

(فائدہ): امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی عظمت وکثرت فوائد پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر مدار اسلام ہے اور علماء کی ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جماعت کہتی ہے کہ یہ ثلث اسلام ہے کہ اسلام کی بنیاد اس پہ اور "انما الاعمال بالنیة" اور "من حسن اسلام المرأ ترک مالا یعنیه" اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جن احادیث پر اسلام کا مدار ہے وہ چار ہیں، یہ تین ہیں چوتھی حدیث "لایؤمن احدکم حتی یحب لأخیه مایحب نفسه" علماء کہتے ہیں کہ حدیث مذکور کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ حضور نے اس میں کھانے، پینے، پہنے وغیرہ کی اصلاح پر تنبیہ فرمائی ہے۔ (شرح نووی: ص ۲/۲۸)

ماالمراد بالمشتبهات

امام نووی فرماتے ہیں ک حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء کی تین قسمیں ہیں (۱) حلال جس کی حلت واضح ہو کسی پر مخفی نہ ہو، مثلاً روٹی، پھل، زیتون، شہد، گھی وغیرہ (۲) حرام جس کی حرمت واضح ہو، جیسا کہ شراب، خنزیر، مردار وغیرہ (۳) مشتبہات جن کی حلت وحرمت واضح نہ ہو، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کو نہیں جانتے ہیں، اور علماء کرام ان کا حکم جانتے ہیں نص، قیاس یا استصحاب حال کے ذریعہ، امام نووی فرماتے ہیں کہ مشتبہات وہ ہیں جن کے متعلق ادلۂ حلت وحرمت متعارض ہیں اب اگر مجتہد کسی دلیل کے ذریعہ حلت کو ترجیح دے تو یہ حلت مشتبہ رہ جاتی ہے تو اس صورت میں ورع اور تقوی یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے کیونکہ اجتہاد میں غلطی ہونے کا امکان ہے۔ (شرح نووی: ص ۲/۲۸)

(۲) علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ کوئی چیز فی نفسہ مشتبہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کا حکم بتادیا ہے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا حکم بیان نہ کیا ہو، البتہ یہ بیان دو قسم پر ہے (۱) بیان جلی، جس کو سب لوگ جانتے ہیں (۲) بیان خفی: جس کو صرف خواص علماء جانتے ہیں جن کو اصول شرع اور طرق استنباط پر واقفیت حاصل ہے، الغرض یہاں مشتبہات سے مراد وہ امور ہیں جن کا حکم عام لوگوں پر مشتبہ ہے اور ان سے بچنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا حکم جاننے سے پہلے ان کا ارتکاب نہ کرے یہاں تک کہ حکم معلوم ہو جائے۔ (تکملہ فتح الملہم)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صور الاشتباہ

اشتباہ کی دوصورتیں ہیں (۱) عام آدمی پر ان کا حکم مشتبہ ہو (۲) کسی مجتہد وفقیہ پر مشتبہ ہو اگر عام آدمی پر مشتبہ ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں (۱) اس کا حکم اس کو معلوم نہ ہو اور اس نے اس کے بارے میں کسی مفتی وغیرہ سے معلوم نہیں کیا تو اس صورت میں مشتبہ چیز سے پرہیز کرنا واجب ہے اور اگر اشتباہ مفتی صاحبان کے اختلاف کی وجہ سے ہوا ہے اور کسی مفتی کو تقویٰ وطہارت کے اعتبار سے دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس سے بچنا مستحب ہے۔ (۲) اور اگر اشتباہ مجتہد کو ہے تو اس کی بھی دوصورتیں ہیں (۱) اشتباہ کا سبب ان کا اجتہاد نہ کرنا ہے تو اس کا حکم عام آدمی کے مانند ہے (۲) اشتباہ کا سبب تعارض ادلہ ہو اور بعض کو بعض پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تب بھی احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ ادلہ کے تعارض کے وقت حرمت حلت پر راجح ہوتی ہے اور اگر دلیل اباحت کو دلیل حرمت پر ترجیح حاصل ہے تو اس صورت میں پرہیز کرنا مستحب ہے۔ (تکملہ فتح الملہم)

مسلم ص۳۱

عن ابن عباس قال قدم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینۃ هم یُسْلِفُوْن فی الثِمارِ السَنَةَ والسِنَتَیْنِ فقال من سَلَفَ فی تمر فلیسلِفُ فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم.

ترجمہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے جبکہ لوگ پھلوں میں ایک سال دوسال تک بیع سلم کررہے تھے، تو حضور نے فرمایا کہ جو شخص تمر میں بیع سلم کرے تو چاہئے کہ وہ کیل معلوم وزن معلوم اور مدت متعیہ تک کے لئے بیع سلم کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی السلم لغۃ و اصطلاحا

سلم وسلف دونوں ایک ہے سلم کے معنی تسلیم کرنا اور اس کو سلف بھی کہتے ہیں جس کے معنی قرض کے ہیں اور شریعت میں بیع الآجل بالعاجل کو یعنی ثمن نقد ہو اور مبیع ادھار ہو اس کو سلم کہتے ہیں۔

امام شافعی کے نزدیک سلم حالی بھی جائز ہے لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ سلم صرف مؤجل ہی جائز ہے۔ (تکملہ: ص ۱/۳۱، تکملہ: ص ۱/۶۵۴)

دلیل الشافعیؒ

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور نے اس چیز کی بیع کرنے سے منع فرمایا جو انسان کے پاس موجود نہ ہو، اور سلم کی اجازت دی یعنی سلم کی رخصت دی ہے اور یہ رخصت مطلق عن الوقت ہے لہٰذا اس کو مقید کرنا وقت کے ساتھ یہ نص پر زیادتی ہے، اور امام نوویؒ اس پر قیاس سے استدلال کرتے ہیں کہ جب بیع سلم مؤجلا جائز ہے غرر کے باوجود تو سلم حالی بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ غرر سے بعید ہے۔ (شرح نووی: ص ۲/۳۱، تکملہ: ص ۱/۶۵۴)

دلائل الجمهور

(۱) عن ابن عباس: قال: من اسلف فی ثمر فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم.

(۲) قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بیع سلم جائز نہ ہو کیونکہ سلم میں معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے لیکن مفلسوں کی حاجت کے دفعیہ کے لئے مشروع کیا گیا ہے، لہٰذا کوئی اجل معلوم ہونا چاہئے تاکہ مسلم الیہ یعنی بائع اسی اجل کے اندر فیہ مسلم یعنی مبیع کو حاصل کر سکے اور اگر فی الحال اس کے پاس مسلم فیہ موجود ہے ابھی مشتری کو دے سکتا ہے تو مرخص نہیں پایا گیا لہٰذا نہی اپنے حال پر باقی رہے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب عن دليل الشافعي

امام شافعی نے جو حدیث مطلق ذکر کی اس کے متعلق بعض علماء نے کہا کہ وہ حکایت حال ہے لاعموم لہ اور اس سے مراد بالاتفاق سلم مؤجل ہے، کیونکہ جب مقید و مطلق ایک ہی حکم کے بارے میں وارد ہو تو اس وقت مطلق کا مقید پر حمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیہ ہدایہ: ص ۷۸/۳، بذل المجہود: ص ۲۷۷/۴، التعلیق: ص ۳۳۵/۳)

قیاس کا جواب یہ ہے کہ سلم حالی کو سلم مؤجل پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بیع سلم میں اصل تو عدم جواز ہے کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے چونکہ اس کے جواز کے بارے میں نص وارد ہے اور وہ نص مقید بالاجل ہے لہٰذا سلم حالی جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ: ص ۷۸/۳، تکملہ: ص ۶۵۴/۱)

شرائط السلم

(۱) مسلم فیہ کے مقدار معین ہو (۲) مدت معین ہو (۳) جنس معین ہو (۴) نوع معلوم ہو (۵) صفت معلوم ہو۔ ان پانچ شرائط پر اکثر فقہاء کا اتفاق ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سات شرائط ہیں پانچ یہ ہیں (۶) مکان ایفاء کی تعیین ضروری ہے فیما لہ حمل ومؤنۃ، یہی امام شافعیؒ کا ایک قول ہے (۷) مسلم فیہ کا زمانۂ عقد سے لے کر ادا تک موجود ہونا۔ امام احمدؒ و صاحبینؒ کے مکان ایفاء کی تعیین کی شرط نہیں ہے بلکہ مکان عقد ہی میں مسلم فیہ کو حوالہ کرنا پڑے گا۔ یہی امام شافعیؒ کا دوسرا قول ہے۔ (ہدایہ: ص ۷۸/۳)

فائدة تقييد السلم بالأجل

قیاس کے مطابق بیع سلم جائز نہیں ہونی چاہئے لیکن شدت ضرورت کی وجہ سے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے لہٰذا اس کے لئے کوئی اجل معلوم ہونی چاہئے تاکہ مسلم الیہ (بائع) مسلم فیہ (مبیع) کو اسی اجل کے اندر حاصل کر سکے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـــ ۳۲

عن جابر يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الشُفْعَةُ في كل شرك في ارض اورَبْع او حائطٍ لا يصْلح ان يبيع حتى يَعْرِضَ على شريكه فياخذُ اَويَدَعُ، فإن أبى فشريكه أحق به حتى يوذنه .

ترجمہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شفعہ ہر مشترک چیز میں ہے زمین ہو یا مکان ہو یا باغ، ایک شریک کے لئے فروخت کرنا درست نہیں ہے جب تک وہ اپنے شریک پر پیش نہ کرے پس وہ لے گا یا چھوڑ دے گا، پس اگر دینے سے انکار کردے تو اس کا شریک اس کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک کہ اس کو اجازت دیدے۔

معنى الشفعة لغة و اصطلاحا

شفعہ یہ شفع سے ماخوذ ہے اس کے معنی ملانے کے ہیں شفعہ میں بھی ایک شریک دوسرے کے حصہ کو اپنے حصہ کے ساتھ ملا لیتا ہے، اس لئے اس کو شفعہ کہا جاتا ہے، اور اصطلاح میں هي تملك البقعة بما قام على المشترى من الثمن بالشركة او الجوار۔ (ہدایہ: ص ۴/ج ۳)

هل الشفعة في كل شيئ ام في غير المنقولات فقط

جمہور علماء کے نزدیک شفعہ صرف عقار، مکانات، باغات، یعنی غیر منقول اشیاء میں ہوتا ہے اور منقول چیز میں نہیں ہوتا ہے۔

(۲) علامہ ابن حزم، بعض اہل ظاہر و غیرہم کے نزدیک ہر چیز میں ہوتا ہے، یہ حضرات استدلال کرتے ہیں، عن جابر ان النبى صلى قضى في كل مالم يقسم فاذاوقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة" کہ یہاں کل مالم یقسم یہ عام ہے اور جمہور استدلال کرتے ہیں "عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا شفعة إلا في ربع او حائط" فریق مخالف کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہاں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کل مالم یقسم سے عقار ہی مراد ہے جس پر خود الفاظ حدیث فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ دلالت کر رہے ہیں۔ (تکملہ: ص ۶۶۵/۱)

لمن الشفعة ؟ واسباب الشفعة

علماء کے درمیان اسباب شفعہ میں اختلاف ہے چنانچہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ شفعہ کا سبب شرکت فی نفس المبیع ہے اور احناف کے نزدیک اسباب شفعہ تین ہیں (۱) شرکت فی نفس المبیع (۲) شرکت فی حق المبیع (۳) جوار (علی الترتیب) یعنی سب سے پہلے شفعہ کا حقدار شریک فی نفس المبیع، پھر شریک فی حق المبیع پھر جار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف شریک فی نفس المبیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور احناف کے نزدیک شفیع تین ہیں (۱) شریک فی نفس المبیع (۲) شریک فی حق المبیع (۳) جار۔ علی الترتیب تینوں شفعہ کے حق دار ہیں۔

دليل الائمة الثلاثة

(۱) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بالشفعة فی کل مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة.

دليل الاحناف

شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے ثبوت پر حدیث جابر سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ سبب استحقاق شفعہ شرکت ہے اور شرکت چاہے نفس مبیع میں ہو یا حق مبیع میں، شرکت فی نفس المبیع کی وجہ سے شفعہ کا ثابت ہونا تو ظاہر ہے اور آپ کا قول "فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق" یہ شرکت فی حق المبیع پر دلالت کر رہا ہے اور جار کے لئے ثبوت شفعہ کی دلیل "عن جابر قال: قال رسول اللہ : الجار احق بشفعة جاره، ینتظر بها وان کان غائبا اذا کان طریقهما واحد" (رواہ ابوداؤد والترمذی) وعن ابی رافع عن النبی قال الجار احق بسقبه، رواہ البخاری فی الشفعة، وعن سمرة بن جندب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: جار الدار احق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بدار الجار والارض، ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مطلق شفعہ کی نفی نہیں کی گئی بلکہ نفس مبیع میں شرکت کی بنا پر جو شفعہ تھا اس کی نفی ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر: ص ۸/۲۹۶

مسلم صـــ ۳۴

عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَقْسِمُوا المالَ بین اهلِ الفَرَائِضِ علی کتابِ اللّٰہِ فما تَرَکَتُ الفَرَائِضُ فَلِاَ وْلٰی رجُلٍ ذَکَرٍ.

ترجمہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مال اہل فرائض کے درمیان قرآن کے مطابق تقسیم کردو، جو اصحاب الفرائض سے بچ جائے وہ قریب ترین مذکر کے لئے ہے۔

معنی الفرائض

فرائض فریضہ کی جمع ہے فریضہ بمعنی مفروضۃ اس کے معنی حصہ معینہ، اور اصطلاح میں فرائض قرآن کریم میں جو حصہ مذکور ہیں وہ فرائض اور فروض ہیں اور اصحاب الفرائض وہ لوگ ہیں جن کے حصہ قرآن و حدیث میں متعین ہیں۔ فروض مقدرہ چھ ہیں (۱) نصف (۲) ربع (۳) ثمن (۴) ثلث (۵) ثلثان (۶) سدس۔ اصحاب الفرائض بارہ ہیں (۱) باپ (۲) جد صحیح (۳) اخیافی بھائی (۴) شوہر (۵) بیوی (۶) بیٹی (۷) پوتا (۸) حقیقی بہن (۹) اخیافی بہن (۱۰) علاتی بہن (۱۱) ماں (۱۲) نانی۔

ترکہ کے ساتھ چار حقوق متعلق ہوتے ہیں (۱) سب سے پہلے ترکہ سے میت کے کفن ودفن کے لئے خرچ کیا جائے (۲) پھر باقی ترکہ سے میت کا قرضہ ادا کیا جائے (۳) پھر باقی کے تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی، (۴) پھر باقی ترکہ میت کے شرعی ورثاء کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، ترکہ سب سے پہلے اصحاب فرائض کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ملے گا اور ان کو دینے کے بعد جو مال بچ جائے وہ عصبہ کو ملے گا اور عصبۂ اقرب کی وجہ سے ابعد محروم ہو جائے گا۔ (السراجی فی المیراث: ص۴، ۵، ۶)

قولہ اولیٰ ذکر

یہاں اولیٰ سے مراد اقرب ہے۔ رجل مذکر ہی ہوتا ہے اس کے باوجود رجل کو ذکر کے ساتھ مقید کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عصبہ میں میراث کا سبب ذکر یعنی مذکر ہونا ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ رجل مؤنث کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے نہ کہ صغیر کے مقابلہ میں لہٰذا ہر مذکر عصبہ وارث ہوگا چاہے وہ کبیر ہو یا صغیر۔

(فائدہ): یہ حدیث عصبہ کے وارث ہونے کی دلیل ہے اور اس باب میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

مسلم ص۳۸

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: العمریٰ جائزۃ، وعن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امسکوا علیکم اموالکم ولا تُفسِدُوھا فإنّہ مَنْ اَعْمَرَ عُمرٰی فھی للذی اُعْمِرَھا حَیًّا ومیتا ولعقبہ، وعن جابر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَضٰی فِیْمَنْ اَعْمَرَ عُمرٰی لہ ولِعَقِبِہ فھی لہ بَتلۃً لا یجوز لِلْمُعْطِی فیھا شَرْطٌ ولا ثنیا۔

ترجمہ

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عمریٰ جائز ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مال اپنے پاس روکے رکھو اور ان کو برباد مت کرو، چنانچہ جو شخص کسی آدمی کے لئے عمریٰ کرے تو وہ چیز اسی کی ہے جس کے لئے عمریٰ کی گئی ہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اور حضرت جابر کی روایت ہے کہ حضور نے معمر لہ اور اس کے بعد اس کے ورثہ کے لئے عمریٰ کا فیصلہ کیا وہ یقیناً اسی کے لئے ہے اور جائز نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے معمر کے لئے کہ وہ اس میں شرط لگائے یا اس سے استثنا کرے۔

معنى العمرى والرقبى

عمریٰ یہ اعمار کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں مکان وغیرہ کسی کو عمر بھر کے لئے دینا۔

رقبیٰ، یہ مراقبہ کا مصدر ہے بمعنی الانتظار اور اصطلاح میں وہ ہبہ ہے جو واہب کی موت کے ساتھ معلق ہو، مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو زمین دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو میرے پہلے مر جائے تو زمین میرے پاس واپس آجائے گی اور اگر میں پہلے مر جاؤں تو زمین تیری ملک ہے، گویا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے۔

صور العمریٰ

عمریٰ کی تین صورتیں ہیں (۱) معمر یہ کہے کہ "أعمرتک هذه الدار فاذا مت فهي لورثتک" میں نے تم کو یہ مکان عمر بھر کے لئے دیا۔ جب تیری موت ہوگی تو یہ تیرے ورثہ کے لئے ہوگا (۲) یہ کہے جعلتها لک عمرک فاذامت عادت إلي أو إلى ورثتي إن مت" یعنی میں نے تم کو یہ مکان زندگی بھر کے لئے دیا۔ جب تمہاری وفات ہوگی تو یہ میری طرف اور اگر میں مر جاؤں تو میرے ورثہ کی طرف لوٹ آئے گا۔ (۳) صرف یہ کہے أعمرتک هذه الدار، بلا کسی قید کے۔

مذاهب الائمة

(۱) امام مالکؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں تملیک المنافع یعنی عاریت ہوگی تملیک رقبہ یعنی هبہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا ان کے نزدیک معمَرله کے مرنے کے بعد وہ مکان معمِر کی طرف اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں معمرلہ کے مرنے کے بعد اس کے ورثا اس کے منافع کے مالک ہوں گے جب اس کے ورثہ مر جائیں گے تو یہ مکان معمِر یا اس کے ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

(۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تینوں صورتوں میں تملیک رقبہ یعنی ہبہ ہوگا، معمرلہ ہمیشہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہمیشہ کے لئے اس کا مالک بن جائے گا، یہ کبھی بھی معمر کے پاس واپس نہیں آئے گا، البتہ اگر عمریٰ کے بعد بطور تفسیر لفظ سکنیٰ ذکر کرے مثلاً یوں کہے ہذہ الدار لک عمری سکنی ما عشت، تو یہ زندگی بھر کے لئے عاریت ہوگی، اس سے ملک رقبہ ثابت نہیں ہوگا۔ (شرح نووی: ص ۳۷، ۲/۳۸، تکملہ: ص ۲/۹۲، ۸۴)

دلیل مالک

عن جابر قال: انما العمریٰ التی اجاز رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یقول: ھی لک ولعقبک فأما إذا قال ھی لک ما عشت فانھا ترجع إلی اصحابھا.

دلیل الأئمة الثلاثة

عن جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: امسکوا علیکم اموالکم ولا تعمروھا، فمن اعمر شیئا حیاتہ فھو لہ حیاتہ وبعد مماتہ (رواہ النسائی) (۲) من اعمری عمریٰ فھی للذی اعمرھا حیا ومیتا ولعقبہ (۳) وعن جابر ایضا انہ قال ان العمریٰ میراث لاھلھا (۴) قال رسول اللّٰہ العمریٰ لمن وھبت لہ.

الجواب عن دلیل مالک

(۱) امام مالکؒ نے حضرت جابرؓ کے قول سے استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف حضرت جابر کا اجتہاد ہے جس سے احادیث مرفوعہ مطلقہ کی تخصیص نہیں ہوسکتی، نیز اس قول کو صرف عبدالرزاق ہی حضرت جابر کا قول قرار دیتے ہیں، ورنہ تمام راوی اس کو زہری کا قول قرار دیتے ہیں۔ (تکملہ: ص ۸۲، مرقات: ص ۶/۱۵۱)

حکم الرقبی

(۱) امام شافعیؒ واحمدؒ اور ہمارے قاضی ابویوسفؒ بلکہ جمہور کے نزدیک رقبی عمریٰ کی طرح تملیک رقبہ ہوکر جائز ہے اور یہاں جو موت کے بعد واپس آنے کی شرط لگائی ہے یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شرط باطل ہو جائے گی اور ھبہ صحیح ہو جائے گا، دلیل حدیث جابر ہے قال رسول اللّٰہ العمریٰ جائزۃ لاھلھا، والرقبی جائزۃ لأھلھا۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کے نزدیک رقبی باطل ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک مطلق رقبی باطل نہیں ہے بلکہ وہ رقبی باطل ہے جو واہب کی موت پر معلق ہو۔ (فیض الباری: ص ۴/۳۸۰)

مسلم صــــ۴۳

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ھلم اکتب لکم کتابا لاتضلون بعدہ فقال عمر: إن رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد غَلَبَ علیہ الوَجْعُ وعِندَکُمُ القرآنُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ الخ........، کان ابن عباس یقول: إن الرزیۃ کل الرزیۃ ما حَالَ بین رسولِ اللّٰہِ وبینَ أنْ یَکْتُبَ لَھُمْ ذَالکَ الکِتَاب.

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس (سامان کتابت) لاؤ تا کہ تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی ہے جبکہ تمہارے پاس قرآن موجود ہے ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ افسوس بالائے افسوس! وہ چیز جو آپ کے درمیان اور آپ کے ان کے لئے نوشتہ لکھنے کے درمیان حائل ہوگئی تھی۔

قصۂ قرطاس:

یہ واقعہ قصۂ قرطاس کے نام سے مشہور ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنی آخری بیماری میں وفات سے چار دن پہلے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت لاؤ، میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ اس وقت صحابہ کرام کی رائیں مختلف ہوئیں۔ بعض لانا چاہتے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کی بیماری کی شدت و تکلیف دیکھ کر کہا کہ ایسے وقت مناسب نہیں کہ حضور کو مزید تکلیف دی جائے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیماری کے زور اور دباؤ کی وجہ سے اگر تحریر نہ لکھی جائے تو ہمارے پاس کتاب اللہ ہے جو ہمیں کافی ہے، حسبنا کتاب اللہ، اس اثناء میں کچھ لوگوں نے جن کا نام کسی روایت میں مذکور نہیں کہا، ماشانہ أھجر؟ استفھموہ، یعنی کیا آپ کی جدائی کا وقت آ گیا؟ آپ سے پوچھو تو سہی، آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو، میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے میں تم کو تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں (۱) أخرجوا المشرکون من جزیرۃ العرب (۲) أجیزوا الوفد بنحو ماکنت أجیزھم، قال وسکت عن الثالثۃ، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ساکت سعید بن جبیر اور ناسی سلیمان احول ہے اب تیسری وصیت کیا تھی اس بارے میں شراح حدیث کا اختلاف ہے داؤدی نے کہا کہ تیسری وصیت بالقرآن ہے۔ مہلب نے کہا کہ وہ جیش اسامہؓ کو روانہ کرنا، عیاض نے کہا تیسری وصیت یہ ہے کہ میری قبر کو عبادت گاہ مت بنانا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ہو جو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے "الصلاۃ وما ملکت ایمانکم"۔

وجہ حمل الأمر علی الإستحباب

حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کے امر کو استحباب پر محمول کیا چند قرائن کے سبب (۱) یہ قصہ جمعرات کے روز پیش آیا تھا اور حضور کی وفات دوشنبہ کو ہوئی تھی چار روز تک اس کے بعد آپ زندہ رہے پس اگر کوئی ایسی ضروری تحریر باقی ہوتی تو آپ کو اس کے لکھوانے کا کافی موقع ملا، اس کے باوجود آپ نے نہ لکھوائی، اور اس سے نص قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک" (۲) اولاً تو صحابہ کی رائیں مختلف ہوئیں لیکن اس کے بعد صحابہ نے حضور سے معذرت کی اور سامان کتابت لانے کی درخواست کی تو آپ نے یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے، اگر امر وجوب کے لئے ہوتا تو حضور ضرور لکھواتے (۳) حضور نے سامان کتابت نہ لانے والوں میں سے کسی پر عتاب نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ حضور نے ان سے کہا کہ تم یہاں سے چلو، حالانکہ آپ نے لدود کرنے والوں پر عتاب فرمایا اگر سامان کتابت لانے کا حکم وجوبی ہوتا تو حضور ان لوگوں کو نہیں چھوڑتے (۴) اور حضرت عمر نے سمجھا کہ حضور نے شفقت و رحمت کی وجہ سے اس کا حکم دیا اس لئے امر کو استحباب پر محمول کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(تکملہ:ص ۱۴۲/ ۲، نعمت المنعم: ۲/۲۰۱)

مامراد عمر بقوله: لا تضلون بعده

حضرت عمرؓ نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ امت کی پوری جماعت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی ہے نہ کہ امت کے ہر ہر فرد اس لئے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے دلائل موجود تھے ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ حضور کا ارشاد ہے ستفترق امتی علی ثلاث وسبعین الخ اس میں ہے کہ سب جماعت جہنمی ہیں سوائے ایک جماعت کے، اسی طرح ایک حدیث میں ہے لا تزال طائفة من امتی قائمة علی الحق ، اسی طرح دیگر قرائن کی بنیاد پر حضرت عمر نے وہ معنی مراد لیا۔(حاشیہ بخاری:ص ۶۹/ ۱)

ما مراد ابن عباس بقوله لا تضلون بعده

حضرت ابن عباسؓ نے ضلالت سے اختلاف بین المسلمین بالقتال مراد لیا ہے اس کی تائید اسی بات سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس یہ جملہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان کے قتال کے وقوع کے وقت کہا ہے،"ان الرزیه کل الرزیة"، یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس تنازع کرنے والوں میں موجود تھے اور اس وقت یہ جملہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے، حالانکہ واقعہ ایسا نہیں بلکہ ابن عباس اپنے شاگردوں کے سامنے اس حدیث کو بیان کرتے وقت غم کا اظہار کرتے ہوئے یہ جملہ فرمایا۔

رائے عمر راجح

حافظ ابن حجرؒ علامہ قسطلانیؒ اور حضرت شیخ الہند کے بیانات سے معلوم ہوتا کہ حضرت عمر وغیرہ کی رائے صحیح تھی کیونکہ حضرت عمر کو معلوم تھا کہ حضور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں لکھ کر دینا چاہتے ہیں اور ہم سب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہیں تو لکھوانے کی ضرورت کیا ہے، اور اگر کتابت امر وجوبی ہوتا تو کسی کے کہنے کی وجہ سے اس کو ترک نہیں کیا جاتا، رہا حضرت ابن عباسؓ کا افسوس کرنا تو ابن عباس کی نظر و محبت اپنی جگہ ہے لیکن حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عمر فاروقؓ کا تفقہ بلاشبہ حضرت ابن عباسؓ سے بڑھا ہوا ہے اور اگر اس کو دین کا ضروری کام قرار دیا جائے تو اس سے ارشاد خداوندی الیوم اکملت لکم دینکم الخ اور فرمان نبوی ترکت فیکم امرین ،غلط ثابت ہوتا ہے اور اگر حضرت عمرؓ نے ضروری کام سے روک دیا تو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کے لئے اس کو لکھوانا ضروری تھا، حالانکہ کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

مسلم صـ۸ـ۴

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مَنْ حَلَفَ على يمينِ فرَاى خيرًا مِنها فلْيُكفِّرْ عَنْ يَمِينِه وَلْيَفْعَلْ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے پھر اس سے بہتر کام دیکھے تو قسم کا کفارہ دے اور اس بہتر کو کر لے۔

معنى اليمين

یمین کے لغوی معنی قوت کے ہیں اسی مناسبت سے دائیں ہاتھ کو یمین کہا جاتا ہے کہ اس میں بائیں ہاتھ کے بہ نسبت عموماً زیادہ قوت ہوتی ہے اور اصطلاح شرع میں یمین کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات کے ذکر کرنے کے ذریعہ کسی چیز کو مضبوط و موکد کرنا۔

قال صاحب الدر المختار: اليمين لغة القوة وشرعاً عبارة عن عقد قوى به عزم الحالف على الفعل او الترك، اور یمین کی تین قسمیں ہیں (۱) یمین منعقدہ (۲) یمین غموس (۳) یمین لغو اور موقع اور محل کے اعتبار سے قسم کھانے کی مختلف صورتیں ہیں (۱) واجب: مثلاً کسی معصوم آدمی کو ہلاکت سے بچانے کے لئے قسم کھانا واجب ہے، (۲) مندوب: مثلاً متخاصمین کے درمیان اصلاح کے لئے قسم کھانا، (۳) مباح: کسی مباح کا کے کرنے یا نہ کرنے کا قسم کھانا مباح ہے (۴) مکروہ: کسی مکروہ کام کرنے پر قسم کھانا، (۵) حرام: کسی گناہ کے کام کرنے یا واجب چھوڑنے پر قسم کھانا حرام ہے، اخیری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دونوں صورتوں میں قسم توڑنا جائز ہے بلکہ حرام کی صورت میں قسم توڑنا واجب ہے اور کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

اختلاف العلماء فی کفارۃ الیمین قبل الحنث

اس بات میں سب علماء کا اتفاق ہے کہ اگر قسم کھانے سے پہلے کفارہ دے دیا تو اس کفارہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لیکن اگر قسم کھانے کے بعد اور حانث ہونے سے پہلے کفارہ دے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں اس میں اختلاف ہے اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کفارہ کے وجوب کا سبب یمین ہے یا حنث ہوتا ہے۔

(۱) ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک نفس یمین ہی کفارہ کا سبب ہے البتہ یہ کفارہ واجب الاداء ہونے کے لئے حانث ہونا شرط ہے، جس طرح زکاۃ واجب ہونے کے لئے نصاب کا ہونا ضروری ہے اور واجب الاداء ہونے کے لئے حولان حول شرط ہے حولان حول سے پہلے اگر کوئی شخص زکاۃ دیدے تو زکاۃ ادا ہو جاتی ہے اسی طرح قسم کھانے کے بعد حانث ہونے سے پہلے بھی اس قسم کا کفارہ ادا کرنا جائز ہے، البتہ امام شافعیؒ کفارہ بالصوم کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔

دلیل الائمۃ الثلاثۃ

(۱) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حلف علی یمین فرای خیرا منھا فلیکفر عنه ولیفعل، اس میں حضور نے پہلے کفارہ کا ذکر فرمایا اور بعد میں اتباع خیر کا حکم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ قبل الحنث جائز اور مشروع ہے، (۲) عن عدی بن حاتم فلیکفرھا ولیات الذی ھو خیر، (۳) قولہ تعالیٰ ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم ، یہاں کفارہ کا سبب حلف کو قرار دیا ہے، (۴) قولہ تعالیٰ: ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارته الخ یہاں حنث کے بغیر ایمان کے بعد فائے تعقیب کے ذریعہ کفارہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یمین کے بعد ہی کفارہ دینا جائز ہوگا حانث ہونا ضروری نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دليل الحنفية

(۱)عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من حلف على يمين فرای غيرها خيراً منها فليأت الذی هو خير وليكفر عن يمينه.

(۲) عن عدی بن حاتم: وليأت الذی هو خير وليترک يمينه

(۳)عن عبدالرحمن بن سمرة، قال عليه السلام: يا عبدالرحمن اذا حلفت على يمين فرأيت غيرها خيراً منها فأت الذی هو خير و كفر عن يمينک.

ان احادیث میں پہلے حانث ہونے کا حکم دیا پھر کفارہ کا تو معلوم ہوا کہ پہلے حنث ہے پھر کفارہ، دوسری بات یہ ہے کہ کفارہ دینے کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کر کے جو جنایت کی ہے اس کو چھپانے کے لئے اور لفظ کفارہ کے لغوی معنی بھی یہی ہیں۔

الجواب عن دليل الأئمة الثلاثة

ائمہ ثلاثہؒ نے جن آیات سے استدلال کیا ہے ان کا جواب یہ ہے کہ جب ہم نے نص و قیاس سے ثابت کر دیا کہ کفارہ کا سبب یمین نہیں بلکہ حنث ہے لہٰذا وہاں اذا حنثتم محذوف ہے ولكن يواخذكم بما عقدتم الايمان، وحنثتم فيها، فكفارته و ذلک كفارة ايمانكم اذاحلفتم وحنثتم ،اور انہوں نے جن احادیث سے استدلال کیا ان کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں تو پہلے کفارہ اور بعد میں حانث ہونے کا ذکر آیا ہے لیکن دوسری بعض روایات میں اس کے برعکس ہے لیکن ان تمام روایات میں واؤ حرف عطف کے ساتھ ذکر کیا گیا جو کہ ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اس لئے اس طرح کی روایات سے کسی کا بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔(تکملہ فتح الملہم :ص ۲/۱۸۹)

مسلم صـ۴۹

عن ابی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: قال سليمان بن داؤد نبی الله عليه السلام: لا طيفَنَّ الليلةَ عَلى سبعين امراة كُلُّهن تَأتِی بِغُلامٍ يُقَاتِلُ فی سبيلِ اللهِ، فَقَالَ له صاحِبُه او الملَکُ: قل إن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شاء اللّٰہ فلم یقل ونَسِیَ الخ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد نے فرمایا کہ میں آج رات ستر عورتوں کے پاس ہو کر آؤں گا، ہر ایک سے ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے، تو ان کے ساتھی یا فرشتہ نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ دو انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا اور بھول گئے۔

تشریح: حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤدؑ کی ستر یا ساٹھ بیویاں تھیں، انہوں نے ایک دن فرمایا کہ میں آج رات ان سب کے ساتھ جماع کروں گا، تا کہ ان میں سے ہر ایک عورت حاملہ ہو کر بچہ جنے جو بچے اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے، تو سلیمان کو ان کے ساتھی فرشتہ نے کہا کہ تم انشاء اللہ کہو، انہوں نے نہیں کہا وہ بھول گئے تھے یا ان کو بھلا دیا گیا تھا، تو ان کی عورتوں میں سے کسی نے بچہ نہیں جنا سوائے ایک عورت کے اس نے ایک ناقص بچہ جنا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہتے تو وہ حانث نہ ہوتے اور وہ اپنے مقصود کو پہنچ جاتے۔

تعیین القسم

حضرت سلیمانؑ کا قول لاطوفن یا لاطیفن میں لام جواب قسم کے لئے ہے اور یہاں قسم محذوف ہے ای واللّٰہ لاطوفن، اسی وجہ سے عدم عمل پر وہاں حنث کا اطلاق کیا گیا ہے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ سلیمان کا یہ قول یمین نہیں تھا لیکن اس پر مجازاً حنث بمعنی ترک العمل کا اطلاق کیا گیا ہے۔

قولہ ولو قال انشاء اللّٰہ لم یحنث

حضور کا قول لم یحنث دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ (۱) اگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ زبان سے کہہ دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کی یمین کے مطابق ان کو ہر بیوی کی سے مجاہد اولاد عطا فرماتے اور اس طریقے سے ان کی قسم پوری ہوتی اور وہ حانث نہ ہوتے، واضح رہے کہ حضورؐ نے یہ بات بذریعہ وحی فرمائی ورنہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جب انشاء اللہ کہا جائے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ چیز ہو جائے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے کہا تھا، ستجدنی انشاء اللہ صابراً حالانکہ وہ صبر نہیں کر سکے تھے۔(۲) لم یحنث کا دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر سلیمانؑ بطور استثناء انشاء اللہ کہہ دیتے تو قسم منعقد ہی نہ ہوتی اور ان کی مراد پوری نہ ہونے سے وہ حانث بھی نہ ہوتے اور اسی معنی ہی کے اعتبار سے محدثین نے اس حدیث کو باب الاستثناء فی الیمین کے ماتحت ذکر فرماتے ہیں۔

هل هذا الحكم مختص بالنبی سلیمانؑ ام عام

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ بات اسی پر محمول ہے کہ حضور کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہے ورنہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ انشاء اللہ کہا جائے تو وہ چیز ہو جائے لہٰذا یہ حضرت سلیمان کے ساتھ خاص ہے۔

مسئلة الاستثناء فی الیمین

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ متصلا کہہ دے تو قسم منعقد نہیں ہوگی، اگر سانس ٹوٹ جائے یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے وقفہ ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہے یعنی اس وقفہ کے باوجود بھی استثناء صحیح ہوگا اور قسم منعقد نہ ہوگی، کیونکہ حضور نے فرمایا "من حلف فاستثنی" تعقیب کا تقاضہ کر رہا ہے نیز یہ تمام کلام میں سے ہے لہٰذا اس کا متصل ہونا ضروری ہے اور اگر منفصلا استثنا کیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مسلم ص۵۰

عن ابن عمر ان عمر قال: یا رسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلمَ إنی نَذَرْتُ فی الجَاهِلِیَّةِ أَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَةً فِی المَسْجِدِ الحَرَامِ قَالَ: أَوْفِ بنَذْرِک.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کی نذر مان رکھی تھی، تو حضور نے فرمایا تم اپنی نذر پورا کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح

جب حضور ﷺ فتح مکہ کے بعد طائف سے واپس آکر مقام جعرانہ میں قیام فرما تھے تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ میں نے زمانہ کفر میں مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، حضورؐ نے فرمایا کہ تم اپنی نذر پورا کرو، ان اعتکف لیلۃ فی المسجد، یہاں لیلۃ سے صرف رات مراد نہیں بلکہ رات دن دونوں ایک ساتھ مراد ہے کما ورد فی الروایۃ الاخریٰ ان اعتکف یوماً، اور ابوداؤد و نسائی شریف کی روایت میں ہے جعل علیہ ان یعتکف فی الجاھلیۃ لیلۃ او یوما عند الکعبۃ، ان احادیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن ورات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی، لہٰذا اس روایت پر بنا کر کے یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ مسنون اعتکاف علیحدہ طور پر صرف رات میں کرنا درست ہے، نیز اعتکاف مسنون میں روزہ کا ہونا شرط نہیں ہے۔

نذر الکافر

اگر کوئی کافر حالت کفر میں نذر مانے تو کیا اسلام لانے کے بعد یہ نذر پورا کرنا اس پر ضروری ہے؟ تو بعض علماء کے نزدیک اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ وھو قول طاوس وقتادۃ، وحسن بصری وأبی ثور وجماعۃ من الشافعیۃ وابن حزم والظاھریہ وابن جریر الطبری اور یہی ایک روایت امام احمد واسحاق سے مروی ہے، انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا کہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو نذر پورا کرنے کا حکم دیا۔

(۲) جمہور علماء کے نزدیک کافر کی نذر صحیح ہی نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک نذر منعقد ہونے کے لئے اسلام شرط ہے دلیل قولہ علیہ السلام: "انما النذر ما ابتغی بہ وجہ اللّٰہ" اور کافر کا کوئی فعل ابتغاء وجہ اللّٰہ کے طور پر نہیں ہوسکتا ہے بلکہ کافر کا فعل غیر اللّٰہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ نیز تقرب الی غیر اللّٰہ معصیت ہے لہٰذا کافر کی نذر نذر معصیت ہے اور حضور کا ارشاد ہے 'لانذر فی معصیۃ" الغرض کافر کی نذر منعقد نہیں ہوتی ہے لہٰذا اس کا ایفاء بھی واجب نہیں ہوگا، بعد اسلام ایسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نذر پورا کرنا مستحب ہے۔

الجواب عن الحدیث

حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو ایفاء نذر کا جو حکم دیا ہے وہ بطور استحباب و مشورہ کے ہے، حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں جس کی نذر مانی تھی اب مسلمان ہونے کے بعد وہ اس جیسا کام کرنا چاہتے ہیں اس وجہ سے آپ نے ان کو اپنی نیت و ارادہ پورا کرنے کا حکم دیا جو اس نذر سے بالکل الگ بات ہے۔

اقسام الاعتکاف

الاعتکاف فی اللغة اللبث وفی الشرع اللبث فی المسجد من شخص مخصوص بنیة مخصوصة علی صفة مخصوصة،

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں (۱) واجب: مثلاً نذر کا اعتکاف (۲) سنت مؤکدہ: رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے (۳) مستحب: دوسرے زمانے میں اعتکاف مستحب ہے، پھر اعتکاف مستحب امام اعظم و مالکؒ کے نزدیک کم از کم ایک دن ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اکثر یوم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک ساعت ہے یہی ایک روایت امام شافعیؒ و احمدؒ کی ہے۔ (فتح الملہم: ص ۳/۱۹۵، بذل المجہود: ص ۳/۱۸۶)

هل الصوم شرط للاعتكاف المنذور ام لا؟

(۱) امام شافعیؒ و احمدؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کے لئے صوم شرط نہیں ہے اور یہ حضرات حدیث ابن عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں، أن عمر قال یا رسول اللہ انی نذرت فی الجاهلية، ان اعتکف لیلة الخ اس میں لیلۃ ہے اور چونکہ رات صوم کا ظرف نہیں بن سکتی ہے لیکن اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ صوم اعتکاف کے لئے شرط نہیں ہے۔ (۲) وروی عن ابن عباس انه قال لیس علی المعتکف صوم۔

(۲) حنفیہ و مالکیہ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ اعتکاف کے لئے صوم شرط ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث عائشہ سے استدلال کرتے ہیں (۱) قالت عائشة ولا اعتكاف إلا بالصوم، (۲) وفی روایة عمرو بن دینار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له اعتكف وصم ۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ بعض روایات میں لیلۃ آیا ہے اور بعض میں یوماً کا ذکر آیا ہے اور بعض میں لیلۃ اور یوما آیا ہے ان تمام روایات سے صراحۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں لیلۃ سے لیلۃ مع یومہا مراد ہے صرف رات مراد نہیں ۔ (فتح الملہم: ص ۳/۱۹۶، بذل المجہود: ص ۳/۱۹۰)

مسلم ص ۵۳

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اعتق شركاله في عبدٍ فكان له مال يبلغ ثمن العبد قُوِّمَ عليه قيمةَ العَدْلِ، فأعْطى شركائه حِصَصَهم وعَتَقَ عليه العَبْدُ وإلا فَقَدْ عَتَقَ مِنهُ مَا عَتَقَ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردے چنانچہ اس کے پاس غلام کی قیمت کے بقدر مال ہے تو انصاف کے ساتھ غلام کے قیمت لگائی جائے گی پھر وہ اپنے شرکا کو ان کے حصے دے دے گا، اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا ورنہ اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا آزاد ہوا ہے ۔

حكم العبد المعتق البعض

جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو ان میں ایک مالک اپنے حصے کو آزاد کردے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا، دوسرے مالک کے حصے میں کیا کیا جائے گا، امام نووی نے اس مسئلہ میں فقہاء کے دس قول اور علامہ بدر العینی نے چودہ قول نقل کئے ہیں ہم ان میں سے صرف تین قول ذکر کریں گے جو اس مسئلہ میں زیادہ اہم اور اشہر ہیں ۔

اختلاف الفقهاء في العبد معتق البعض

(۱) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جس شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے یہ دو حال سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خالی نہیں معسر (غریب) ہوگا یا موسر (مالدار) (موسر ہونے سے مراد یہ ہے کہ دوسرے شریک کے حصہ کے برابر اس کے پاس مال موجود ہوگا اور جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے وہ معسر ہے) اگر آزاد کرنے والا شریک معسر ہو تو دوسرے شریک کو دو اختیار ہیں (۱) اعتاق (۲) استسعاء، (اعتاق کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا شریک بھی اپنا حصہ مفت آزاد کر دے، اور استسعاء کا مطلب یہ ہے کہ غلام کو کہے کہ تم کمائی کر کے میرے حصے کی جتنی قیمت بنتی ہے لا دو، پھر وہ آزاد ہو جائے گا) اور اگر آزاد کرنے والا شریک موسر ہو تو دوسرے شریک کو تین اختیار ہیں (۱) اعتاق (۲) استسعاء (۳) تضمین (تضمین کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا شریک اپنے حصے کی قیمت کا آزاد کرنے والے کو ضامن بنا دے) اگر دوسرے شریک نے تضمین اختیار کی تو ولاء کا حق صرف پہلے آزاد کرنے والے شریک کے لئے ہوگا وہی اس کا معتق سمجھا جائے گا، اور غلام کی طرف اتنے مال میں رجوع کرے گا۔ جتنے کی ضمان بھری ہے اور اگر دوسرے شریک نے اعتاق یا استسعاء اختیار کیا تو ولاء ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

(۲) صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا شریک معسر ہے تو دوسرے شریک کو صرف استسعاء کا حق ہوگا اور اگر موسر ہے تو دوسرے شریک کو صرف تضمین کا حق ہوگا۔ استسعاء کا حق نہیں ہوگا۔ صاحبین کے مذہب پر ولاء اس صورت میں معتق اول کی ہوگی۔

(۳) امام شافعی کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا شریک موسر ہے تو دوسرے شریک کو تضمین کا حق ہوگا۔ غلام پورا آزاد ہو جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا معسر ہو تو دوسرے شریک کو نہ استسعاء کا حق ہوگا نہ تضمین کا۔ بس غلام جتنا آزاد ہو گیا اتنا آزاد ہے۔ غلام کا باقی حصہ دوسرے شریک کا مملوک رہے گا۔ ایک دن یہ اس کی خدمت کرے گا اور ایک دن آزاد رہے گا۔ امام شافعیؒ کسی بھی صورت میں استسعاء کے قائل نہیں ہیں۔

هل الاعتاق متجزئ ام لا؟

(۱) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اعتاق مطلقاً متجزی ہے یعنی یسار میں بھی عسار میں بھی۔

(۲) صاحبین کے نزدیک اعتاق مطلقاً غیر متجزی ہے یسار میں بھی عسار میں بھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر معتق اول معسر ہو تو اعتاق متجزی ہوگا اس کے حصے کا اعتاق ہوگا دوسرے حصے کا اعتاق نہیں ہوگا، اور اگر معتق موسر ہے تو اعتاق غیر متجزی ہے۔

دلیل التجزی

امام صاحب تجزی اعتاق پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں "وإلا فقد عتق منه ما عتق" یہ تو تجزی عتق میں صریح ہے (۲) عن ابن عمر "عتق منه ما عتق ورق مابقی" (۳) روی عن اسماعیل بن أمیة عن أبیه عن جده مرسلا قال: کان لهم غلام یقال له طهمان او ذکوان، فاعتق جده نصفه، فجاء العبد الی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبره، فقال النبی صلی الله علیه وسلم تعتق فی عتقک وترق رقک قال: فکان یخدم سیده حتی مات، ان احادیث سے عتق کے متجزی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

معنی تجزی الإعتاق

اعتاق کے متجزی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ایک غلام کے کچھ حصہ میں رقیت یعنی غلامی ہوگی اور دوسرے حصے میں حریت ہوگی۔ اس لئے کہ ایک غلام میں ایک وقت میں رقیت اور حریت دونوں وصفوں کا ایک جہت سے جمع ہونا یہ سب کے نزدیک محال ہے۔ تجزی اور عدم تجزی میں جو اختلاف ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ امام صاحب جس اعتاق کو متجزی مانتے ہیں وہ اعتاق بمعنی ازالہ ملک ہے یعنی شریک کی ملکیت زائل ہوگی اور دوسری کی ملکیت باقی ہے۔ اگر اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو ابھی تک یہ سارا غلام رقیق ہے کسی حصہ میں حریت نہیں آئی ہے۔ البتہ اتنا ہوا کہ آزاد کرنے والے کی ملکیت ختم ہوگئی۔ دوسرے کی ملکیت اٹھانے کے لئے شریعت نے تین اختیار دیئے ہیں (۱) اعتاق (۲) استسعاء (۳) تضمین۔

قوله: وإلا فقد عتق منه ما عتق"، اس جزء کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کی روایت کے بعد کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ جزء حدیث ہے یا نافع کا قول ہے لہٰذا راجح یہی ہے کہ یہ جزء موقوف ہے مرفوع نہیں، اور حضرت سالم کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت میں یہ جزء موجود نہیں ہے بلکہ یہ مدرج الراوی ہے۔ (تکملہ: ص ۲/۲۷۴)

هل الاستسعاء ثابت للشريك الآخر؟

(۱) امام صاحب کے نزدیک معتق اول کے یسار اور عسار دونوں صورتوں میں شریک ثانی کو استسعاء کا حق حاصل ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی صورت میں شریک ثانی کو استسعاء کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

(۳) صاحبین فرماتے ہیں کہ عسار کی صورت میں استسعاء کا حق حاصل ہوگا اور یسار کی صورت میں نہیں۔

دليل القائلين بالاستسعاء

(۱) عن ابی هريرة عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من اعتق شقصا له فی عبد فخلاصه فی ماله ان كان له مال فإن لم يكن له مال استسعی العبد غير مشقوق عليه.

دليل القائلين بعدم الإستسعاء

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه عليه وسلم من اعتق شركا له فی عبد فكان له مال يبلغ ثمن العبد، قوم عليه قيمة العدل فاعطی شركائه حصصهم وعتق عليه العبد، وإلا عتق منه ما عتق.

حنیفہ کی طرف سے فریق مخالف کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن عمر استسعاء کے بارے میں ساکت ہے اور حدیث ابوہریرہ میں استسعاء مذکور ہے لہٰذا ساکت کو ناطق پر محمول کیا جائے گا۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۲/۲۷۴)

اور صاحبین نے اپنے مذہب پر اسی حدیث سے استدلال کیا جس سے امام صاحب نے استدلال کیا ہے کہ حدیث ابوہریرہ یسار کی صورت میں تضمین پر دلالت کرتی ہے اور عسار کی صورت میں سعایہ پر اور یہ تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے، امام صاحب کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ تقسیم حصہ کے طور پر نہیں ہے اس لئے کہ شرکت ممکن ہے کہ وہ یسار کی صورت میں ضمان سے معاف کردے اور عسار کی صورت میں سعایہ سے معاف کر دے لہٰذا یہ تقسیم حصہ کے طور پر نہیں ہے۔

مسلم صـــ ۵۴

خرج عبداللّٰہ بنِ سَہلٍ ومُحَیِّصَۃ حتی اذا کانا بخیبر تَفَرَّقا فی بعض ماھنالک ثم اذا مُحیِّصَۃَ یجد عبدَاللّٰہ بن سہلٍ قتیلا فدَفَنَہ ثم اَقبَلَ الی رسول اللّٰہ. صلی اللّٰہ علیہ وسلم. ھو وحُوَیِّصۃُ بنُ مسعودٍ وعبدُالرحمن وکان اصغرَ القومِ فذَھَبَ عَبدُالرحمنِ لِیَتَکَلَّمَ قَبلَ صاحِبَیہ فقال لہ رسول اللّٰہ: کَبِّرُ الکبرَ فِی السِنّ ، فصَمَتَ وتکلم صاحباہ وتکلم معھما، فذکروا لرسول اللّٰہ مقتل عبدِاللّٰہِ بن سَھلٍ. فقال لھم أتَحلِفُون خمسین یَمِینًا؟ فتستحقون صاحِبَکم اَوقاتلکم قالوا: کیف نَحلِفُ ولم نَشھَد، قال: فتُبَرِّئُکم یھودُ بخمسین یمینا، قالوا: کیف نَقبَلُ أَیمان قولِ کفّارٍ فلما رای ذلک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَعطیٰ عَقلَہ.

ترجمہ: عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید نکلے۔ یہاں تک کہ جب خیبر کو پہونچے تو وہاں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ پھر اچانک عبداللہ بن سہل محیصہ کو مقتول پاکر ان کو دفن کردیا، پھر عبداللہ بن سہل اور حویصہ بن مسعود تینوں حضور کی خدمت میں آئے اور عبدالرحمٰن ان میں سب سے چھوٹے تھے، تو عبدالرحمٰن اپنے ساتھیوں سے پہلے بات کرنے لگے۔ تو ان سے حضور نے فرمایا کہ بڑوں کی تعظیم کرو، تو عبدالرحمٰن خاموش ہوگئے، باقی دونوں ساتھیوں نے بات کی، اور خود بھی گفتگو میں شریک ہوئے، چنانچہ تینوں نے حضور کے پاس عبداللہ بن سہل کے قتل ہونے کا واقعہ بیان کیا، پھر حضور نے ان سے کہا کیا تم پچاس مرتبہ قسم کھا کر اپنے ساتھی کا حق لے لوگے؟ انہوں نے کہا ہم کیسے قسم کھائیں گے حالانکہ ہم نے نہیں دیکھا؟ تو حضور نے فرمایا تب تو یہود پچاس قسم کھا کر تم سے بری ہو جائیں گے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انہوں نے کہا ہم کافر قوم کی قسم کیسے قبول کریں گے؟ جب حضور نے یہ حالت دیکھی تو خود اس کی دیت ادا کردی۔

معنی القسامة

قسامہ بفتح القاف یہ اُقْسِـمُ کا مصدر ہے باب افعال بمعنی قسم کھانا، اہل لغت قسامہ کا اطلاق قسم کھانے والے پر کرتے ہیں اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا اطلاق نفس قسم پر ہوتا ہے، اور خاص طور پر قتل پر قسم کھانے کو کہا جاتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں قسامہ ان پچاس قسموں کو کہتے ہیں جو اولیاء مقتول پر رکھی جائیں تاکہ قاتل کی تعیین کریں یا ان پچاس قسموں کو کہتے ہیں جو اہل محلّہ پر رکھی جاتی ہیں۔

شرح القسامة

اگر کوئی شخص محلّہ میں مرا ہوا ملے اور اس پر زخم، مار یا گلا گھوٹنے کا کوئی اثر اور نشان ایسا نہ ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ کسی نے اس کو قتل کیا ہے، تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ شخص اپنی موت مرا ہے۔ قاتل کی تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اب اگر اس مرے ہوئے شخص پر ضرب، زخم، گلا گھوٹنا یا اس قسم کا کوئی اثر ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو کسی نے قتل کیا ہے۔ اب اس کے قاتل کی تفتیش کی جائے گی۔ اس قسم کا ایک واقعہ حضور کے زمانہ میں پیش آیا تھا جس کا بیان حدیث باب میں گزرا ہے۔ حضور نے پچاس قسموں کے ذریعہ اس کا فیصلہ فرمایا تھا، اسی ہی کو قسامہ کہا جاتا ہے جس کی مشروعیت پر ائمہ اربعہ بلکہ جمہور فقہاء و علماء متفق ہیں البتہ قسامہ کی تفصیل میں علماء کا اختلاف ہے۔

اختلاف الفقهاء في كيفية القسامه

(۱) مذهب الحنفيه

اگر کسی محلّہ میں کوئی مقتول ملے اور قاتل کا پتہ نہ چلے، بشرطیکہ مقتول پر آثار قتل موجود ہوں اور وہ جگہ جس میں مقتول کو پایا گیا وہ کسی کی ملکیت یا قبضہ میں ہو تو حنفیہ کا مسلک یہ ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ محلہ والوں میں سے پچاس شخصوں سے قسم لی جائے گی جن کو ولی مقتول انتخاب کرے گا۔ ہر ایک یوں قسم کھائے گا کہ خدا کی قسم نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ میں قاتل کو جانتا ہوں اگر مدعی علیہ کی تعداد کم ہو تو ان سے مکرر قسم لی جائے گی تا کہ پچاس کا عدد پورا ہو، جب یہ لوگ قسم کھالیں گے تو اہل محلہ پر دیت واجب ہوگی، قسم کھانے کے ذریعہ یہ لوگ قصاص اور حبس سے بچ جائیں گے۔ اگر یہ لوگ قسم کھانے سے انکار کریں تو ان کو محبوس کیا جائے گا یہاں تک کہ یا تو قتل کا اقرار کرلیں یا قسم کھالیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ان کو محبوس نہیں کیا جائے گا بلکہ محض انکار کی بنا پر دیت آئے گی۔ (بدائع الصنائع)

(۲) مذهب الشافعيه

شوافع کے نزدیک قسامہ اس صورت میں متحقق ہوگا جبکہ مقتول کی موت بڑے شہر سے الگ کسی محلّہ میں واقع ہو یا کسی چھوٹے گاؤں میں، اور قاتل کا پتہ نہ چلے، نیز اولیاء مقتول کسی ایک معین شخص یا چند معین اشخاص پر قتل کا دعویٰ کریں کہ انہوں نے اس مقتول کو عمد، شبہ عمد یا خطا کے طور پر قتل کیا ہے۔ پھر شوافع کے نزدیک لوث کا اعتبار ہے۔ لوث سے مراد قتل پر کوئی قرینۂ حالیہ کا موجود ہونا ہے مثلاً قتل کی کوئی علامت کسی شخص پر پائی جائے کہ اس کے کپڑوں میں خون لگا ہو یا اس کی تلوار خون آلودہ ہو یا مقتول اور اس کے درمیان عداوت ظاہرہ ہو یا کسی ایک عادل شخص نے قتل کرتے ہوئے دیکھا یا کئی آدمیوں نے قتل کرتے ہوئے دیکھا لیکن سب غیر عادل ہوں، جن کی شہادت قاضی قبول نہیں کرتا یہ تمام امور اولیاء مقتول کے دعویٰ صحیح ہونے پر ظاہر قرائن ہیں جن کو ان کی اصطلاح میں لوث کہتے ہیں۔ اب شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہاں لوث موجود ہو تو اولیاء مقتول پچاس قسمیں کھائیں گے کہ فلاں شخص نے ہمارے اس مقتول کو قتل کیا ہے، اگر قتل عمد ہو تو مدعی علیہ پر اور شبہ عمد یا خطاً کا دعویٰ ہو تو عاقلہ پر دیت آئے گی، اب اگر اولیاء مقتول قسم کھانے سے انکار کریں تو محلہ والوں پر قسم آئے گی۔ اگر ان میں سے پچاس آدمی قسم کھا کر انکار کردیں تو محلہ والے اس سے بری ہو جائیں گے۔ ان پر کچھ واجب نہیں ہوگا اب اگر وہاں لوث موجود نہ ہو تو اولیاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقتول پر قسم نہیں آئے گی۔ بلکہ محلہ والوں میں سے پچاس آدمی پر قسم رکھی جائے گی۔ اگر یہ لوگ قسم کھا کر انکار کریں تو بری ہو جائیں گے ان پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

(۳) مذهب المالكية والحنابلة

مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب شوافع کے مذہب کے موافق ہے البتہ چند امور میں فرق ہے:

(۱) لوث موجود ہونے کی صورت میں اگر اولیاء مقتول قسم کھالیں اور قتل عمد کا دعویٰ کریں تو مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک مدعی علیہ پر قصاص آئے گا جبکہ امام شافعیؒ کے قول جدید و قول مختار کے مطابق وہاں قصاص واجب نہیں ہوگا، بلکہ دیت واجب ہوگی۔

(۲) بصورت لوث اگر اولیاء مقتول قسم کھانے سے انکار کریں تو مدعی علیہ پچاس قسم کھائے گا اور لوث نہ ہونے کی صورت میں صرف ایک مرتبہ قسم کھائے گا، یہی حنابلہ و مالکیہ کا مذہب مختار ہے جبکہ شوافع کے نزدیک لوث وعدم لوث ہر حال میں مدعی علیہ پر پچاس قسم آئیں گی۔

(۳) مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کی صورت میں شوافع کے نزدیک مدعی پر دوبارہ قسم آئے گی، لیکن مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک اس پر دوبارہ قسم نہیں آئے گی، بلکہ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں مدعی علیہ کو حبس کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ قسم کھائے یا قتل کا اقرار کرے یا تو اس کو اسی حالت میں موت آئے اور حنابلہ کہتے ہیں کہ حبس نہیں کیا جائے گا بلکہ ایک روایت کے مطابق بیت المال پر دیت واجب ہوگی، دوسری روایت کے مطابق مدعی علیہ پر دیت آئے گی، اس دوسری روایت کو علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ

یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک قسامہ کا دعویٰ صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دعویٰ کسی ایک معین شخص پر ہو یا چند معین اشخاص پر ہو، ورنہ یہ دعویٰ قابل سماع نہیں ہوگا، جبکہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اہل محلّہ کے غیر معین اشخاص پر اگر دعویٰ ہو تب بھی یہ دعویٰ قابل سماع ہوگا، (۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اولیاء مقتول پر قسم آتی ہے جبکہ ابوحنیفہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نزدیک اولیاء مقتول پر کسی بھی صورت میں قسم نہیں آئے گی قسم صرف اہل محلّہ پر آئے گی،
(۴) احناف وشوافع کے نزدیک قسامہ کا موجب صرف دیت ہے جبکہ مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک لوث موجود ہونے کے وقت دعویٰ عمد کی صورت میں قصاص ہے، نیز اہل محلّہ پر قسم کھانے کی صورت میں ہم احناف کے نزدیک دیت آئے گی جبکہ ان حضرات کے نزدیک اس صورت میں اہل محلّہ پر دیت واجب نہیں ہوگی۔

مسلم صـ ۵۸

عن أنس بن مالک أن يهودياً قتل جارِيَةً على اَوْضاحٍ لها فَقَتَلَهَا بحَجَرٍ قال: فَجِيئَ بها إلى النبي. صلى الله عليه وسلم. وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا أَقَتَلَكِ فلأن؟ فَاَشَارَتْ بِرَأسِهَا أَنْ لَا، ثُمَّ قال لَهَا الثَانِيَةَ: فَأَشَارَتْ اَن لا، ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فقالت: نَعَمْ وَاَشَارَتْ بِرَأسِهَا، فَقَتَلَه رسولُ الله بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی سے اس کا زیور چھیننے کے لئے اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا اس لڑکی کو حضور کی خدمت میں لایا گیا اس حال میں کہ اس میں جان باقی تھی، تو آپ نے اس لڑکی سے کہا، کیا فلاں آدمی نے تجھے قتل کیا ہے تو اس نے اپنے سر سے نہیں کا اشارہ کیا، پھر دوسرے شخص کا نام لیا تب بھی نہیں کا اشارہ کیا، تیسرے شخص کا نام لیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں، پھر آپ نے اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا، (یعنی آپ نے قتل کرنے کا حکم دیا نہ کہ خود قتل کیا)۔

اقسام القتل واحکامه

قتل کی پانچ قسمیں ہیں (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطاً (۴) قتل شبہ خطاً (۵) قتل سبب۔

(۱) قتل عمد: امام ابوحنیفہ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ہتھیار سے یا ہتھیار کے قائم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقام آلے سے قتل کرنے کو قتل عمد کہتے ہیں، اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک، جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے قتل کرنے کو قتل عمد کہتے ہیں جس سے عام طور سے آدمی مرجاتا ہے مثلاً بھاری لکڑی وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں گناہ کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے اور قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

(۲) قتل شبہ عمد: امام ابوحنیفہ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے مار ڈالنا جو نہ ہتھیار ہو اور نہ ہتھیار کے قائم مقام، مگر اس سے جان نکلنے کا غالب گمان ہو جیسے کوڑا، بڑی لاٹھی اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شبہ عمد ایسی چیز سے قتل کرنے کو کہتے ہیں جس سے عام طور پر آدمی نہ مرتا ہو جیسے چھوٹی لاٹھی۔ ھدایہ: ص ۵۶۰/۴

(نوٹ) علامہ شامی نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے۔ رد المختار: ص ۵/۳۷۶

قتل شبہ عمد کا حکم یہ ہے کہ اس میں گناہ کے ساتھ کفارہ اور عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

(۳) قتل خطأ: اس کی دو صورتیں ہیں (۱) خطأ فی القصد (۲) خطأ فی العمل۔

کسی مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالنے کو خطأ فی القصد کہتے ہیں اور نشانہ چوک جانے کو خطأ فی العمل کہتے ہیں۔

(۴) قتل شبہ خطأ: ان جانے قتل کا ہو جانا مثلاً نیند میں کروٹ بدلتے ہوئے بچہ کا دب کر مر جانا، قتل خطأ کی دونوں قسموں میں کفارہ اور دیت خفیفہ لازم ہوتی ہے اور ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

(۵) قتل بالسبب: قتل کا سبب اختیار کرنا مثلاً کسی نے غیر کی زمین میں کنواں کھودا اتفاق سے کنواں کھودنے والے کا رشتہ دار اس میں گر کر مر گیا، اس قسم میں صرف عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، نہ تو کفارہ واجب ہوتا ہے اور نہ ہی قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔ (شریفیہ شرح السراجی: ص ۱۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاختلاف فی القتل بالمثقل

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل کا عمداور موجب قصاص ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ قتل ہتھیار سے ہو یا تفریق اعضاء میں جو چیز ہتھیار کے قائم مقام ہو، لہٰذا پتھر اور لاٹھی اگر چہ بڑے ہی کیوں نہ ہوں اس سے قتل کرنا، یہ عمد نہیں ہوگا، لہٰذا وہاں قصاص نہیں آئے گا بلکہ یہ شبہ عمد ہے جس سے دیت واجب ہوگی۔

(۲) ائمہ ثلاثہؒ اور ہمارے صاحبین فرماتے ہیں کہ قتل عمد یہ ہے کہ کسی کو ایسی چیز سے قتل کرنا جس سے عام طور سے مرجاتا ہے، خواہ یہ ہتھیار ہو یا ہتھیار کے قائم مقام ہو یا نہ ہو مثلاً بڑے پتھر یا بڑی لاٹھی سے ماردیا تو بھی قتل عمد ہے۔

الجمهور

جمہور حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہاں یہودی نے اس لڑکی کو پتھر سے قتل کیا تھا حضور نے اس یہودی کو قصاصاً قتل کیا تھا۔

دلیل الامام الاعظمؒ

(۱) حديث نعمان بن بشير: كل شيئ خطأ إلا السيف وفى كل خطأ ارش (۲) وروى عنه لا عمد إلا بالسيف،

اس سے معلوم ہوتا کہ عمد یہ تلوار کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: الا ان دية الخطأ شبه العمد ما كان بالعصا مأة من الإبل.

(۳) عن ابن عمر مرفوعاً: الا ان دية الخطأ شبه العمد ما كان بالسوط والعصا.

ان روایتوں میں حضور نے سوط اور عصا کے سلسلہ میں کوئی تفصیل نہیں بیان کی بلکہ مطلقا آپ نے اس کو شبہ عمد میں شمار کیا ہے۔

(۴) عن ابى هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لا قود إلا بالسيف.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب عن حديث الباب

جمہور نے جو حدیث انس سے استدلال کیا اس کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں

(۱) آپ کا اس یہودی کو قتل کرنا تعزیراً وسیاسۃً تھا، قصاص کے طور پر نہیں تھا اس لئے کہ وہ یہودی پہلے ہی سے مجرم تھا، (۲) اگر یہ قتل بطور قصاص ہو تو وہ لا قود إلا بالسيف جیسی احادیث کی وجہ سے منسوخ ہوگئی۔ (۳) اس یہودی نے لڑکی کو راستہ میں پکڑ کر مارا ہے اس کو بدلہ میں قتل کیا جاتا ہے اس لئے یہودی کو قتل کیا گیا۔

الاختلاف في صفة القصاص

(۱) امام مالکؒ وشافعیؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ قاتل نے جس کیفیت سے قتل کیا ہے اسی طرح قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر کسی نے کسی شخص کو پتھر سے قتل کیا تو قاتل کو قصاصاً پتھر سے قتل کیا جائے گا اور اگر پانی میں ڈوبا کر قتل کیا ہے تو قاتل کو پانی میں ڈوبا کر قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ فعل خود معصیت نہ ہو، مثلاً کسی کو لواطت یا زنا کے ذریعہ قتل کر دیا تو یہ عمل اس قاتل کے ساتھ نہیں کیا جائے گا۔ یہ لوگ استدلال کرتے ہیں حدیث باب سے کہ اس یہودی نے اس لڑکی کا سر پتھر سے کچلا تھا تو آپ نے بھی قصاص میں اس کا سر کچل دیا۔

(۲) وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به (۳) قوله تعالىٰ من اعتدىٰ عليكم فاعتدوا عليه بمثل مااعتدى عليكم (۴) جزاء سيئة سيئة مثلها.

(۲) امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ تلوار اور وہ جو تلوار کے حکم میں ہو صرف اسی سے قصاص لیا جائے گا خواہ قاتل نے کسی بھی طریقہ سے قتل کیا ہو۔

ان کی دلیل: (۱) قوله تعالىٰ: النفس بالنفس ، صرف جان لینے میں مماثلت مطلوب ہے جان لینے کے طریقہ میں مماثلت مطلوب نہیں ہے (۲) شوافع و مالکیہ نے جن آیات سے استدلال کیا۔ امام ابوحنیفہ بھی انہی آیات سے استدلال کرتے ہیں کہ ان آیات میں مماثلت کا حکم دیا گیا ہے اور مماثلت صرف نفس قتل میں ممکن ہے طریقہ قتل میں ممکن نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث نہی عن المثلۃ کی حدیث کے ذریعہ منسوخ ہوگئی ہے۔

هل يثبت القتل بمجرد قول المقتول؟

حدیث باب سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتول کے قول سے قصاص ثابت ہوگا حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے یعنی محض مجروح یا مقتول کے قول سے قصاص ثابت نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی بنا پر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ محض مقتول کے قول سے قصاص ثابت ہوگا اور اس حدیث سے استدلال کیا کہ حضورؐ نے اس لڑکی کے قول پر اس یہودی کو قتل کیا ہے لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ محض مقتول یا مجروح کے قول سے قصاص ثابت نہیں ہوگا اور حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ آپ نے محض اس لڑکی کے قول پر اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اس یہودی نے خود اقرار کیا تھا جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضور کے سامنے اس کو پکڑ کر لایا گیا تو اس یہودی نے اس کا اقرار کیا تو حضور نے اس کے سر کچل ڈالنے کا حکم دیا۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۲/۳۳۱)

مسلم صـ۱ـ۶

عن وائل قال: أتِيَ رَسُوْلُ اللّٰه بِرَجُلٍ قَتَلَ رجلاً فَاَقَادَ وَلِيَّ الْمَقْتُوْلِ مِنه فَانطَلَقَ بِه وفِي عُنقِه نِسْعَةٌ يجُرُّها فَلَمَّا اَدْبَرَ قال رسولُ اللّٰه. صلى اللّٰه عليه وسلم. القاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ.

ترجمہ: حضرت وائل سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے ایک آدمی کو لایا گیا جس نے ایک شخص کو قتل کردیا اور حضور نے قاتل کو قصاص لینے کے لئے ولی مقتول کے حوالہ کردیا پھر وہ اس کو لے گیا اور اس کی گردن میں کجاوہ کسنے کی چوڑی رسی کا ٹکڑا تھا، جس کو وہ کھینچ رہا تھا جب وہ آدمی چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ قاتل و مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قوله ان قتله فهو مثله

اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ولی مقتول نے اگر قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا تو وہ قاتل کا مثل ہو گیا اس بات میں کہ ان میں سے کسی کا دوسرے پر کوئی احسان و فضیلت نہیں ہے اس لئے کہ اس نے قاتل سے اپنا حق پورا پورا وصول کر لیا بر خلاف اس صورت کے جبکہ اس کو معاف کر دے تو اس کا قاتل پر احسان و کرم ہوتا اور اس کو آخرت میں ثواب ملتا اور دنیا میں نیک نام ہوتا۔ (شرح نووی: ص ۶۱/۲)

قوله القاتل والمقتول فی النار

اس کا مطلب یہ ہے کہ ولی مقتول کا اہل نار میں سے ہونا کسی اور امر کی وجہ سے ہے جس کو حضور جانتے تھے قصاص لینے کی وجہ سے نہیں (۲) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے اس کو معاف کرنے کا حکم دیا لیکن اس نے حضور کے حکم کی تعمیل نہیں کی جس کی وجہ سے وہ جہنم کا مستحق ہو گیا۔ (۳) بعض نے کہا کہ القاتل والمقتول فی النار سے یہ دونوں آدمی مراد نہیں کیونکہ خود حضور نے قتل کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ یہ قول تو اس قاتل و مقتول کے بارے میں ہے جو نزاع عصبیت کی بنا پر قتل ہوئے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۳۷۲/۲، شرح نووی: ص ۶۱/۲)

مسلم ص ۶۲

ان اباهريرة قال: إِقْتَتَلَتْ إمرأتان مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ احداهُمَا الْأُخْرىٰ بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوْا إلى رسول الله. صلى الله عليه وسلم. فَقَضٰى رسولُ الله. صلى الله عليه وسلم. أَنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عبدٌ او وَلِيْدَةٌ وقضى دِيَةَ الْمرأةِ على عَاقِلَتِها وَوَرَثِهَا الخ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بنو ہذیل کی دو عورتوں کے درمیان لڑائی ہو گئی تو ان میں سے ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مار کر اس کو اور اس کے پیٹ میں جنین کو قتل کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیا چنانچہ اولیاء مقتولہ نے حضور کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا تو حضور نے فیصلہ کیا کہ اس جنین کی دیت ایک غرہ یعنی غلام یا باندی ہے اور قاتلہ کے عاقلہ ورثہ پر عورت کی دیت کا فیصلہ کیا۔

هذا الحديث لأى مذهب يؤيّد

یہ حدیث امام صاحب کے مذہب کی تائید کر رہی ہے کہ قتل عمد کے لئے دھار دار ہتھیار سے قتل کرنا ضروری ہے اور جو دھار دار ہتھیار کے ذریعہ نہ ہو وہ قتل شبہ عمد ہے یہی وجہ ہے حضور نے حدیث باب میں قتل کو شبہ عمد قرار دیا ہے اور قصاص کا حکم نہیں دیا۔

حكم موت الجنين بعد السقوط حيا

اگر پتھر وغیر کے ذریعہ مارنے کی وجہ جنین زندہ ساقط ہو جائے پھر مر جائے تو تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے دیت واجب ہے۔ اگر مردہ ساقط ہوا تو غرہ یعنی عبد یا امۃ دینا ہوگا۔ اور غرہ کی یہ تفسیر نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے منقول ہے؛ اس لیے بالاتفاق علماء کے عبد یا امۃ کے ادا کرنے سے ادائیگی ہو جائے گی ویسے فقہاء کے یہاں اس سے مراد دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ (نعمت المنعم ۲/۲۷۳)

مسلم صـــ۶۳ـــ

عن عائشة انها سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: لا تُقْطَعُ يَدُ سارقٍ إلا فى رُبُعِ دِينارٍ فصاعداً.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور سے سنا ہے کہ حضور فرما رہے تھے کہ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر ربع دینار یا اس سے زائد میں۔

إختلاف الأئمة فى حدالسرقة

تمام صحابہؓ وتابعینؒ وائمہ مجتہدینؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قطع ید کے لئے مال کی معین مقدار کی شرط ہے اس معین مقدار کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(۱) امام مالکؒ کے نزدیک اس کا نصاب ذہب میں ربع دینار ہے اگر چہ اس کی قیمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تین درہم سے زائد کیوں نہ ہو اور فضہ میں تین دراہم ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک نصاب اکثر من ربع دینار و ثلاثہ دراہم۔

(۲) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا نصاب ذہب میں ربع دینار ہے اور چاندی میں ثلاثہ دراہم (تین درہم) اور اگر سونا و چاندی کے علاوہ چرایا تو اس میں تین دراہم کی قیمت ہے۔

(۳) امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا نصاب ذہب میں ربع دینار ہے اور سونے کے علاوہ میں ربع دینار کی قیمت کا اعتبار ہے حتی کہ درہم میں بھی ربع دینار کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

(۴) احناف کے نزدیک اس کا نصاب دس درہم یا ایک دینار ہے۔

دلیل الامام مالکؒ واحمدؒ

(۱) حدیث ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطع سارقا فی محصن قیمته ثلاثة دراهم.

دلیل الشافعیؒ: حدیث عائشة: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقطع السارق فی ربع دینار.

دلیل الحنفیة

(۱) حدیث عائشة ان ید السارق لم تقطع فی عهد النبی إلا فی ثمن مجن حجفة وقد تعین ثمنه من روایة النسائی فیه کان ثمن المجن علی عهد رسول اللہ عشرة دراهم، (۲) عن ابن عباس قال: قطع رسول اللہ ید رجل فی مجن قیمته دینار او عشرة دراهم (۳) عبداللہ بن عمرو قال: قال: لا تقطع ید السارق فی مادون ثمن المجن وقال عبداللہ کان ثمن المجن عشرة دراهم. (تکملہ فتح الملهم: ص ۲/۳۸۸)

اور حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ اس میں اضطراب شدید ہے اس لئے اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ۷۲

عن علي قال: ماكنتُ اقِيمُ على احدٍ حَدًا فيمُوتَ فيه فاجد منه في نفسي الاصاحبَ الخَمرِ لانه إن مات وَدَيْتُه لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يَسُنَّهُ.

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی شخص پر ایسی حد جاری نہیں کرتا ہوں کہ اس حد میں اس کا انتقال ہو جائے تو مجھے صدمہ ہوگا، مگر شرابی کے بارے میں اس لئے کہ اگر اس کا انتقال ہو جائے تو میں اس کی دیت دیتا ہوں اس لئے کہ یہ حضور کا طریقہ نہیں ہے (یعنی حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی شخص پر حد جاری کروں اور کوڑے لگنے کی وجہ سے وہ مر جائے تو مجھے صدمہ نہیں ہوگا البتہ اگر شرب خمر کی وجہ سے کسی پر اسی (۸۰) کوڑے کی حد جاری کروں اور اس میں اس کا انتقال ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے اس لئے کہ ہم نے اسّی کوڑے قیاس سے مقرر کئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور سے اسی اور چالیس دونوں باتیں ثابت ہیں۔ ان میں سے ہم نے اسی (۸۰) والے احتمال کو جو مقرر کیا اس میں قیاس کا تھوڑا سا دخل ہے۔

قوله لم يسنه

حضور سے شارب خمر کو کوڑا لگانا ثابت ہے پھر حضرت علی کا ''لم یسنہ'' کہنا کیوں کر درست ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور سے ایک ہی کوڑے سے اسّی کوڑے مارنا ثابت نہیں ہے ورنہ تو حضور سے جوتوں سے چالیس کوڑے مارنا ثابت ہے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۲/۵۰۷)

حد الشرب في خلافة ابي بكر و عمر

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حد شرب خمر میں جوتے یا کھجور کی شاخ سے چالیس (۴۰) کوڑے لگاتے تھے اور حضرت ابوبکر نے بھی ایسا کیا لیکن حضرت عمر کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زمانہ میں ملک شام، مصر، عراق اور ایران وغیرہ میں فتوحات کی کثرت سے جب عیاشی اور عیش وعشرت میں اضافہ ہوا اور شرب خمر کی کثرت ہونے لگی تو حضرت عمر نے شرب خمر میں شدت پیدا کرنے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا۔ جس کے متعلق ابوعمر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسی کوڑے لگانے پر تمام صحابہ کا اتفاق ہوگیا، اب اس سے واضح ہوگیا کہ اصل حد تو اربعین ہی ہے لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چند عوارض کی بنا پر ثمانین پر صحابہ کا اجماع ہوا، اسی اجماع کی وجہ سے حضرت عمر کے زمانہ سے اب تک ثمانین ہی اصل ہوگیا۔ مسلم: ص ۷۱/۲، مرقات: ص ۱۷۵/۷، بذل المجہود: ص ۱۵۷/۵

اختلاف الأئمة في حدالشارب

(۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ حد شرب چالیس (۴۰) کوڑے ہیں۔ دلیل (۱) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰه ضرب الحد بنعلین اربعین، (۲) عن انس كان يضرب في الخمر بالنعال و الجريد اربعين.

یہی ایک روایت امام احمد سے مروی ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ وجمہور علماء فرماتے ہیں کہ حد شرب اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ دلیل (۱) قال ابوعمروؒ اتفق اجماع الصحابة في زمن عمر على الثمانين في حد الخمر ولا مخالف لهم. (۲) ان عمر استشار علياً فقال ارى ان يجلد ثمانين، (۳) عن عبدالله بن عمرو ان النبي قال من شرب بسقة خمر فاجلدوه ثمانين، (۴) وما فعله النبي ليس للتحديد ويمكن ان يقال إن هذا اقوى وارجح. (مرقات: ص ۱۷۵/۷، التعليق: ص ۱۸۳/۴، تكمله: ص ۴۸۸/۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم ص۷۲

عن ابی بردۃ انہ سمع رسول اللّٰہ یقول: لا یُجْلَدُ احدٌ فوقَ عَشْرَۃِ اَسْوَاطٍ إلا فی حَدٍّ من حدودِ اللّٰہ۔

ترجمہ: حضرت ابو بردہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ کسی شخص کو دس سے زائد کوڑے نہیں لگائے جائیں گے مگر حدود اللہ کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں۔

معنی الحد والتعزیر والفرق بینھما

حد کے معنی لغت میں روکنا ہے اور حد اس مانع و حاجز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان ۱۰۰ اختلاط سے روکتا ہے، چنانچہ حد الزنا والخمر کی حد کو اس لئے حد کہا جاتا ہے کہ وہ حد آدمی کو دوبارہ ارتکاب وزنا و خمر سے روکتی ہے۔ (مرقات: ص ۱۲۰/۷) اور تعزیر کے معنی بھی روکنا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے عقوبات کی تقسیم کی ہے کہ عقوبات کی دو قسمیں ہیں (۱) حد (۲) تعزیر، چنانچہ اصطلاح شرع میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار و کیفیت قرآن و سنت میں متعین ہے اور تعزیر وہ سزا ہے جس کی مقدار و کیفیت شریعت نے متعین نہیں کی ہے بلکہ اس کو ہر زمانے کے حاکم کی رائے کے حوالہ کر دیا۔

والفرق بینھما

دونوں کے درمیان فرق چند اعتبار سے ہے (۱) حکام، قاضی یا کسی جماعت کے لئے حد میں کمی و زیادتی کی گنجائش نہیں، برخلاف تعزیر کے کہ اس میں کسی کے لئے کمی و زیادتی کرنے کی گنجائش ہے۔ (۲) حدود میں جانی کی شخصیت کا کوئی اعتبار نہیں برخلاف تعزیر کے کہ اس میں شخصیت و ذات کا اعتبار کیا جاتا ہے (۳) شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے جبکہ تعزیر ساقط نہیں ہوتی (۴) حد کا مقدمہ قاضی کے پاس جانے کے بعد اس میں شفاعت نہیں چلتی ہے جبکہ تعزیر میں شفاعت و سفارش چل سکتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجه ترجیح العقوبات البدنیة

اسلام نے عقوبات بدنیہ کو عقوبات حبسیہ پر ترجیح دی اس لئے کہ عقوبات بدنیہ زجر و توبیخ میں زیادہ مؤثر ہیں اور یہ چند وجوہات کی بنا پر ہے (۱) اگر جانی کو عقوبات بدنیہ کے بجائے جیل میں قید کر دیا جائے تو مدت قید تک حکومت کو اس پر خرچ کرنا پڑے گا اور یہ حکومت کے لئے نقصان کا سبب ہے (۲) قید کی سزا دینے میں جرائم کا اضافہ ہوگا، اس لئے کہ جانی جیل سے نکلنے کے بعد پھر ان تدابیر کو بروئے کار لائیں گے۔

(۳) قید میں رکھنا یہ زوال صحت اور بداخلاقی کا سبب بن جاتا ہے کیونکہ نہ جیل میں اچھے کپڑے ملتے ہیں اور نہ کھانے پینے کی چیزیں میسر ہوتی ہیں اور اس کا چونکہ شریر لوگوں سے اختلاط ہوگا جس کی بنا پر اس کی عادت و اخلاق خراب ہو جائیں گے اور اسلام کا مقصد ان حدود و قصاص سے محض جانی کو سزا دینا نہیں بلکہ اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ وہ سزا تمام لوگوں کے لئے عبرت کا سبب بنے، لوگ اسے دیکھ کر جرائم سے باز رہیں گے۔

مذهب العلماء فی مقدار التعزیر

(۱) اسحاقؒ، لیث بن سعدؒ، اہل ظاہر کے نزدیک اور ایک روایت امام احمدؒ کی ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہؒ نزدیک اور ایک روایت امام احمد کی ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا دی جاسکتی ہے پھر ان کے درمیان زیادتی کی مقدار میں اختلاف ہو گیا، (۱) امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر میں انتالیس (۳۹) کوڑے تک لگائے جاسکتے ہیں اس سے زیادہ جائز نہیں ہے خواہ جانی غلام ہو یا آزاد۔

(۲) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اناسی (۷۹) تک لگائے جاسکتے ہیں اسی (۸۰) یا اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

(۳) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر جانی غلام ہے تو بیس (۲۰) کوڑے سے زیادہ لگانا جائز نہیں اور اگر آزاد ہے تو چالیس (۴۰) کوڑے سے زیادہ لگانا جائز نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر کا معاملہ قاضی و امام کے حوالہ کیا جائے وہ جو مناسب سمجھے وہ لگائیں۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۲/۲۶۶)

الجواب عن حديث الباب

(۱) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہوگئی ہے اس لئے کہ صحابہ نے دس سے زیادہ کوڑے لگائے ہیں (۲) یہ حدیث اس تادیب پر محمول ہے جو غیر ولی سے صادر ہو، مثلاً مولیٰ اپنے غلام کو سزا دے، یا شوہر اپنی بیوی کو سزا دے۔ (شرح نووی: ص ۲/۷۲، تکملہ فتح الملہم: ۲/۵۱۲)

مسلم صـ۷۳ـ

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العَجْمَاءُ جَرْحُها جُبَارٌ والمَعْدِنُ جُبَارٌ وفی الرِّکَازِ الخُمسُ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جانور کا زخم لغو، معاف ہے اور معدن کا زخم معاف ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

شرح الحدیث

عجماء یہ اعجم کا مونث ہے، یہاں اس سے مراد جانور ہے "العجماء جرحہا جبار" جرح بمعنی زخم کرنا، یہاں مراد کسی کو کوئی نقصان پہونچانا، اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی چوپائے کسی آدمی کو زخمی کردے یا کسی فصل کو نقصان پہونچادے تو وہ زخم اور نقصان معاف ہے اور جانور کے مالک پر کوئی تاوان نہیں لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جانور کے ساتھ کوئی سائق نہ ہو اور اگر اس کے ساتھ کوئی سائق یا قائد ہو تو اس وقت اس سائق پر ضمان واجب ہے پھر حنفیہ کے نزدیک دن اور رات کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے اور حدیث مذکور سے بھی حنفیہ کی تائید ہوتی ہے، لیکن جمہور ائمہؒ کے نزدیک حیوان کا لگا ہوا زخم اس وقت معاف ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جبکہ وہ دن میں زخم کیا ہو اور اگر رات کے وقت زخم کیا ہو اس کا ضمان مالک پر آئے گا، خواہ مالک جانور کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ رات کے وقت ربّ الدابہ کا فرض ہے کہ وہ جانور کو باندھ کر رکھے۔

والمعدن جبار

معدن بمعنی کان اس سے مراد سونا و چاندی وغیرہ نکلنے کی جگہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے کان میں کھدائی کی اور کھدائی کرتے وقت کوئی مزدور کان کے کسی حصہ کے گرنے سے ہلاک ہو جائے یا کسی شخص نے اپنی مملوکہ زمین یا غیر آباد زمین میں راستہ سے ہٹ کر کان کھودی اور اس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو جائے تو دونوں صورتوں میں مالک پر خون معاف ہے۔

قوله وفی الرکاز الخمس

رَکَزَ یَرکُزُ باب نصر سے بمعنی گاڑنا اور دفن کرنا، رکاز بمعنی مرکوز ہے یعنی دفن کی ہوئی یا گاڑی ہوئی چیز۔ معنی ہوئے اموال مرکوزہ میں خمس ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ اموال جو زمین سے نکلتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ مال جسے خالقِ کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین میں پیدا فرمایا جیسے سونا و چاندی اور لوہا وغیرہ اس کو معدن کہتے ہیں (۲) وہ مال جس کو کسی انسان نے زمین میں دفن کر دیا ہو اس کو دفینہ و کنز کہتے ہیں۔

الاختلاف فی تفسیر الرکاز

(۱) حنفیہ کے نزدیک رکاز کا لفظ کنز و معدن دونوں کو شامل ہے تو رکاز بمعنی مرکوز ثابت فی الارض خواہ وہ خلقی ہو جس کو خالق نے مرکوز کیا ہے یا خارجی ہو جو انسان کی طرف سے مرکوز ہو، حنفیہ کے نزدیک اس معدن میں بھی کنز کی طرح خمس واجب ہے۔

دلیل: (۱) وفی الرکاز الخمس کی حدیث میں یہ زیادتی ہے قیل یا رسول اللّٰہ وما الرکاز قال المال الذی خلقه اللّٰه تعالیٰ فی الارض یوم خلق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

السموات والارض فی هذه المعادن ففیها الخمس، معلوم ہوا کہ رکاز کا لفظ معدن یعنی خودقدرتی سونے چاندی وغیرہ کو بھی شامل ہے۔(۲) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص، "وان وجدته فی خربة جاهلية او فی قرية غيره مسكونة ففيه وفی الركاز الخمس.

(۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز ہے لہٰذا ان کے نزدیک خمس صرف دفینہ جاہلیت میں واجب ہے کیونکہ وہ مال غنیمت ہے جس میں خمس واجب ہے، باقی معدنیات میں ان حضرات کے نزدیک زکاۃ واجب ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف معدنیات میں ہے۔

مسلم ص۷۴

عن أم سَلَمَةَ قالت: قال رسول الله: صلى الله عليه وسلم. إنكم تَخْتَصِمُونَ إلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُم اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِه من بعضٍ فأَقْضِي لَه علٰى نحوِ مَا اَسْمَعُ مِنْه، فمَنْ قطَعْتُ له من حق اخيه شيئا فلا ياخذه فانما اَقْطَعُ لَه به قِطْعَةً من النَّار.

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض دوسرے بعض کے مقابلہ میں اپنی دلیل مؤثر انداز سے پیش کرتا ہو چنانچہ میں اس سے سنی ہوئی دلیل کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں تو میں جس کے لئے اپنے بھائی کے حقوق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کردوں تو وہ اس کو نہ لے اس لئے کہ میں اس کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا کا فیصلہ کرتا ہوں۔

تشریح

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو، میں تو ایک بشر ہوں اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنے دعوی اور دلیل کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت انداز میں بیان کرنے والا ہو،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی ایک شخص زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور زیادہ خوبصورتی سے بات کہنے والا ہے دوسرے کے مقابلے میں، تو بعض اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کی حجت کو سن کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، لہٰذا اگر میں تم سے کسی کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ کر دوں جو حقیقت میں تمہاری چیز نہیں ہے بلکہ تمہارے بھائی کا حق ہے تو میں جو چیز اس کو دوں گا وہ آگ کا ٹکڑا ہوگا۔ لہٰذا کسی شخص کو ایسی چیز نہیں لینی چاہئے (یعنی اگر چہ فیصلہ اس کے حق میں ہو بھی جائے لیکن چونکہ وہ چیز اس کے پاس ناحق پہنچی ہے اس لئے اس چیز کا استعمال ان کے لئے حلال نہیں ہے)۔

الاختلاف فی نفاذ قضاء القاضی بشهادة الزور باطنا

(۱) ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر قاضی نے جھوٹے گواہوں کی گواہی سے فیصلہ کر دیا ہے تو یہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ ہونا ضروری نہیں ہے (یعنی اگر قاضی نے کسی چیز کا فیصلہ دوسرے کے حق میں کر دیا تو دنیاوی احکام کے اعتبار سے وہ چیز اس کو دلوائی جائے گی جس کے حق میں قاضی نے فیصلہ کیا ہے، لیکن فیما بینه وبین الله اس کے لئے اس چیز کا استعمال جائز نہیں ہے اگر استعمال کرے گا تو گناہ گار ہوگا) و

(۲) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کا یہ فیصلہ ظاہراً بھی نافذ ہو جاتا ہے اور باطناً بھی نافذ ہوگا۔ مثلاً فرض کریں کہ ایک شخص نے کسی عورت کے خلاف یہ دعویٰ کر دیا کہ میرا اس سے نکاح ہوا ہے، عورت نے انکار کر دیا کہ میں اس کی منکوحہ نہیں ہوں، قاضی نے مدعی سے گواہ طلب کئے مدعی نے گواہ پیش کر دیئے، اگر چہ وہ گواہ نفس الامر میں جھوٹے تھے، لیکن قاضی نے گواہان کا تزکیہ کرنے کے بعد ان کو سچا سمجھا اور ان کی بنیاد پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ عورت تمہاری منکوحہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر چہ قاضی نے اس کی منکوحہ ہونے کا فیصلہ کر دیا اور احکام دنیاوی کے اعتبار سے قاضی نے وہ عورت اس کے حوالہ کر دی، لیکن باطناً قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، لہٰذا حقیقت اور نفس الامر میں وہ عورت اس کی منکوحہ نہیں بنے گی اور نہ اس مرد کے لئے اس عورت کے ساتھ منکوحہ جیسا معاملہ کرنا جائز ہوگا، اگر اولاد ہوگی تو وہ باطناً ثابت النسب نہیں ہوگی (ائمہ ثلاثہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں)۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب قاضی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عورت اس کی منکوحہ ہے تو خواہ پہلے ان کے درمیان نکاح نہ ہوا ہو، لیکن قاضی کے اس فیصلہ سے نکاح ہو جائے گا، اور اب وہ اس کی منکوحہ بن جائے گی، اگر چہ اس شخص کو جھوٹ بولنے اور جھوٹے گواہ پیش کرنے کا گناہ ہوگا، لیکن اس کو ملک بضعہ حاصل ہو جائے گی، ظاہراً و باطناً نافذ ہونے کا یہ مطلب ہے۔

ولنفاذه شرائط

حنفیہ کے نزدیک قضاء قاضی کے باطناً نافذ ہونے کے لئے چند شرائط ہیں، جب تک وہ شرائط نہیں پائی جائیں گی اس وقت تک قضاء قاضی باطناً نافذ نہیں ہوگی، (۱) قاضی کا وہ فیصلہ عقود یا فسوخ سے متعلق ہو، یعنی دعوی عقد کا ہو، مثلاً کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا، (۲) املاک مرسلہ کا دعوی نہ ہو، "املاک مرسلہ" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کے بارے میں اپنی ملکیت کا دعویٰ کرے لیکن ملکیت میں آنے کا سبب بیان نہ کرے ایسی املاک کو "املاک مرسلہ" کہا جاتا ہے (۳) وہ معاملہ اِنشاء کا احتمال رکھتا ہو، یعنی اس بات کا اس میں احتمال ہو کہ وہ عقد اب قائم کر دیا جائے مثلاً نکاح، اور اگر انشاء کا احتمال نہیں ہے جیسا کہ میراث کا دعویٰ تو اس میں باطناً نافذ نہیں ہوگا (۴) وہ محل قابل عقد ہو اگر اس محل ہی میں عقد کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اس صورت میں قاضی کا فیصلہ نہ ظاہراً نافذ ہوگا اور نہ باطناً نافذ ہوگا، مثلاً کوئی شخص کسی محرم عورت کے بارے میں یہ دعوی کرے کہ یہ میری منکوحہ ہے (۵) قاضی نے بینہ کی بنیاد پر یا مدعی علیہ کے نکول عن الیمین کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہو، خلاصہ یہ ہے کہ ان مذکورہ شرائط کے ساتھ حنفیہ کے نزدیک قضاء قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہوگا۔

دلیل الجمهور

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل حدیث باب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام صاحب کا استدلال

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں حنفیہ کے اس مسلک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، عورت نے اس پیغام کو رد کر دیا کہ میں تو تجھ سے نکاح نہیں کرتی، اس شخص نے جا کر قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر دیا کہ فلاں عورت میری منکوحہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی تھے آپ نے مدعی سے بینہ طلب کیا تو اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے، جنہوں نے آ کر یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے فلاں عورت کا نکاح اس شخص سے ہوا تھا، حضرت علی نے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا کہ یہ عورت اس شخص کی منکوحہ ہے اور عورت کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا۔ اس عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے تو یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور دھوکہ بازی کر رہا ہے اور حقیقت میں میرا اس سے نکاح نہیں ہوا، لیکن جب آپ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تو اس کے ساتھ چلی جا، تو اب واقعی اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیجئے تاکہ میرے لئے اس کے ساتھ رہنا حلال ہو جائے ورنہ میں حرام میں مبتلا رہوں گی، حضرت علی نے فرمایا تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا، مطلب یہ تھا کہ اب جدید نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب میں نے ان دو گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا تو اب واقعۃً نفس الامر میں نکاح وجود میں آ گیا۔ (درس ترمذی ص:۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴/۴)

مسلم ص۷۵

قالت هند: يا رسول الله إن ابا سفيان رَجُلٌ مُمسِكٌ فَهَل عليَّ حَرَجٌ ان اُنفِقَ عَلى عَيالِه مِن مَالِهِ بِغَيرِ إذْنِه، فقال النبی. صلى الله عليه وسلم. لا حَرَجَ عَلَيكِ اَن تُنفِقِي عَلَيهِم بِالْمَعرُوفِ.

ترجمہ: حضرت ہندؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ ابوسفیانؓ (اہل وعیال کو) نفقہ دینے میں کوتاہی کرتے ہیں کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال سے ان کے اہل وعیال پر خرچ کروں تو حضورؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہ تم ان کے اہل وعیال پر معروف طریقے سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خرچ کرو (یعنی جب ہند نے حضور سے ابوسفیان کے نفقہ دینے میں کوتاہی کرنے کی شکایت کی تو حضور نے ان سے کہا کہ تم اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بقدر کفایت لے سکتی ہو) معروف بقدر کفایت مراد ہے۔

جواب النبیؐ قضاء ام افتاء؟

علماء کرام کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور نے حضرت ہند کو جو جواب دیا ہے وہ قضاء ہے یا افتاء؟ تو صحیح یہ ہے کہ یہ فتویٰ ہے قضاء نہیں یہی وجہ ہے کہ حضور نے ابوسفیان کو اس کی بات سننے کے لئے نہیں بلایا، اور اگر یہ قضا ہوتا تو آپ ابوسفیان کو ضرور بلاتے کیونکہ متخاصمین میں کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ کرنا دوسرے فریق کی بات سنے بغیر جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ (یعنی شوہر کے مال میں سے لینے کی) اباحت مطلق نہیں ہے بلکہ یہ لفظاً مطلق ہے لیکن معنیً مقید ہے (یعنی گویا کہ حضور نے کہا کہ اگر تو اپنی بات میں سچی ہے تو تیرے لئے بقدر کفایت لینا جائز ہے کیونکہ مفتی ہمیشہ سائل کا سوال صحیح مان کر جواب دیتے ہیں اور سوال کی تلاش میں نہیں لگتے ہیں کیونکہ مفتی کا قول مظہر حکم ہوتا ہے نہ کہ ملزم حکم جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی کریم کا یہ جواب فتوی کے طور پر تھا نہ کہ قضا کے طور پر لہٰذا جو حضرات قضا علی الغائب کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے لئے اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مسئلہ قضا علی الغائب پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قضیہ مکہ میں پیش آیا ہے اور اس وقت حضرت ابوسفیان مکہ میں موجود تھے جبکہ قضا علی الغائب کے لئے شہر سے غائب ہونا شرط ہے اور یہ شرط ابوسفیان میں موجود نہیں ہے، لہٰذا یہ قضا علی الغائب نہیں ہے بلکہ فتوی ہے۔ (شرح نووی: ص ۲/۷۵)

مسئلة القضاء علی الغائب

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قضا علی الغائب حدود اللہ میں ناجائز ہے بلکہ اس میں تو مدعی اور مدعی علیہ کا مجلس قضاء میں حاضر ہونا ضروری ہے، رہی بات حقوق العباد کی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حقوق العباد میں قضا علی الغائب جائز ہے۔

(۲) احناف فرماتے ہیں کہ حقوق اللہ میں قضا علی الغائب جائز نہیں ہے، بلکہ فریقین کی حاضری ضروری ہے۔

دليل الأئمة الثلاثة

یہ حضرات حضرت ہند کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں۔

دليل الحنفية

(۱) روی عن علی: قال رسول الله له: لا تقضين حتى تسمع الآخر كما سمعت من الاول فانه احرى ان يتبين لك القضاء (رواه ابوداؤد والترمذی)، (۲) روی عن عبدالله بن الزيد وفيه، "قضى رسول الله ان الخصمين بين يدى الحكم".

الجواب عن حديث الباب

حدیث باب جس سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابوسفیان اسی مجلس میں موجود تھے لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی ہے۔

(۲) قضا علی الغائب کے لئے تمہارے نزدیک شہر سے غائب ہونا شرط ہے جبکہ ابوسفیان مکہ میں موجود تھے، لہٰذا اس حدیث سے قضا علی الغائب پر استدلال کرنا صحیح نہیں کما قال الامام النووی۔

مسئلة الظفر

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو قرض دیا اب مدیون دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے، تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر دائن کو مدیون کے مال میں سے کچھ مال ہاتھ لگ جائے تو دائن کے لئے اس میں سے بقدر دین لینا جائز ہے خواہ وہ اس کے حق کی جنس سے ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا نہ ہو، حنفیہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگا ہوا مال اگر اس کے حق کی جنس سے ہے تو اس کے لئے بقدر الحق لینا جائز ہے اور اگر اس کے حق کی جنس سے نہیں ہے تو لینا جائز نہیں ہے (البتہ متاخرین احناف نے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے) ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں کہ مسئلہ کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) مدیون دین کا اقرار کرنے کے ساتھ اپنی کمزوری کا بھی اظہار کرے تو اس صورت میں دائن کے لئے ہاتھ لگا ہوا مال لینے کا حق نہیں ہے ہاں الا یہ کہ مدیون اپنی خوشی سے دے۔ اس صورت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، چنانچہ اگر دائن نے مدیوں کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے لیا ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے اس کے حق کے بقدر کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اس کی اجازت کے بغیر بلا وجہ اس کے مال کا مالک بننا جائز نہیں ہے، اس کے حق کی جنس سے کیوں نہ ہو اس لئے کہ مال متعین میں بعض مقاصد ہوتے ہیں۔

(۲) اگر مدیون دین سے منع کر رہا ہے ایسے سبب کی وجہ سے جو منع کو مباح قرار دے مثلاً دین جلدی طلب کرنا یا تنگ دست ہونا، تو اس صورت میں بھی دائن کے لئے اس کا مال وغیرہ لینا جائز نہیں ہے اور اگر کچھ لیا ہے تو واپس کرنا ضروری ہے اگر وہ مال باقی ہو ورنہ اس کا عوض دینا ہے۔

(۳) اور اگر مدیون ناحق دین سے منع کر رہا ہے اور دائن اس کو قاضی کی مجلس میں حاضر کرنے پر قادر ہے تو اس صورت میں بھی اس کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ قاضی یا حاکم کے ذریعہ اپنا حق وصول کرنے پر قادر ہے۔

(۴) اگر مدیون دین سے انکار کر رہا ہے اور دائن کے پاس اس پر کوئی بینہ نہ ہو اور اس کو مجلس حاکم میں حاضر کرنے کی قدرت نہیں ہے تو اس کا مال لینا جائز ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۱) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مدیون کا جو مال دائن کے ہاتھ لگا ہے اس کو لینا جائز ہے وہ مال جو دائن کے ہاتھ لگا ہے وہ اس کے حق کی جنس سے ہو یا نہ ہو، یہی ایک روایت امام مالکؒ کی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس مال میں سے اس کے لئے لینا جائز نہیں ہے اور اگر لیا ہے تو واپس کرنا ضروری ہے، پھر اس سے دین کا مطالبہ کرسکتا ہے، یہی ایک روایت امام مالکؒ سے بھی ہے۔

(۳) حنفیہ کے نزدیک اگر مال اس کے حق کی جنس ہے تو لینا جائز ہے ورنہ نہیں یہی ایک روایت مالکیہ کی بھی ہے۔

دليل الحنابلة و المالكية

عن ابی هريرة قال: قال النبی صلی الله عليه وسلم أدِّ الامانة الی من ائتمنک ولا تخن من خانک.

دليل الشافعي

حدیث ھند

حنفیہ حدیث ہند کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں جبکہ مال مظفور (ہاتھ لگا ہوا مال) اس کے حق کی جنس سے ہو۔

(مسئلہ) اگر کسی شخص کا حصہ بیت المال میں ہو تو اس کے لئے اس حصہ کا لینا دیانۃً جائز ہے۔ (تکملہ فتح الملہم: ص۵۸۰، ۲/۵۸۱)

مسلم صـ۷۷

عن زيد بن خالد أن النبی قال: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الذی يَأْتِی بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ أَنْ يُسْئَلَهَا.

ترجمہ:

زید بن خالد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں سب سے بہترین شاہد نہ بتلاؤں، سب سے بہترین شاہد وہ ہے جو طلب شہادت سے پہلے شہادت دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تفسیر و مراد میں دو احتمال ہیں (۱) سب سے اصح اور مشہور تفسیر امام مالک واصحاب الشافعی کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جس کے پاس کسی آدمی کے حق کی شہادت ہو اور صاحب حق نہیں جانتا ہے کہ یہ اس کا شاہد ہے چنانچہ یہ آدمی صاحب حق کے پاس آکر کہتا ہے کہ میں تمہارا شاہد ہوں۔

(۲) یہ حدیث شہادت حسبہ پر محمول ہے اور یہ شہادت صرف ان حقوق میں چلتی ہے جو حقوق العباد کے علاوہ ہو مثلاً عتاق طلاق وغیرہ۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص طلب شہادت کے بغیر شہادت دے اس کی مذمت آئی ہے بظاہر دونوں کے درمیان تعارض معلوم ہوتا ہے اس لئے علماء کرام نے اس کی مختلف تاویلات کی ہیں (۱) سب سے بہترین توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جس کے پاس کسی شخص کے حقوق کی شہادت ہے اور صاحب حق اس کو جانتا ہے اور صاحب حق کے طلب کرنے سے پہلے یہ شخص شہادت دینے چلا جائے۔

(۲) یہ حدیث شہادت الزور (جھوٹی شہادت) پر محمول ہے (۳) یہ اس شخص پر محمول ہے جو اپنے آپ کو شاہد بنا کر پیش کرے حالانکہ اس میں شہادت کی اہلیت نہیں ہے۔

(۴) اس سے وہ شخص مراد ہے جو کسی کے لئے جنت یا جہنم کی شہادت دے کہ فلان جنتی ہے اور فلاں جہنمی ہے۔ (شرح نووی: ص ۷۷/۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم صـ۷۷

عن ابی ھریرۃ عن النبی۔ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. قال: بینھا إمراتان معھما ابناھما جاء الذئبُ و ذَھَبَ بابن احداھما فقالت ھذہ لصاحبتھا: انما ذَھَبَ بِابْنِکِ اَنْتِ، و قالت الاخری انما ذھب بابنک فَتَحَاکَمَتَا إلی داؤدَ علیہ السلامَ فَقَضٰی بہ لکبریٰ، فخرَ جَتَا علی سلیمانَ بن داؤد. علیھما السلام. فَاَخْبَرَتَا فقال إئتونی بالسکین أشُقَّہ بینھما فقالتِ الصغری لایرحمُکَ اللّٰہ ھو ابنھا فَقَضٰی بِہٖ للصغری.

ترجمہ

: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس درمیان کہ دوعورتیں ان کے ساتھ دو بچے تھے ایک بھیڑیا آ کر ایک بچہ کو اٹھا کر لے گیا تو ایک عورت نے دوسرے عورت سے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے دوسری نے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے، چنانچہ دونوں عورتوں نے مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، حضرت داؤد نے بڑی عورت کے لئے بچے کا فیصلہ کیا، پھر دونوں عورتیں وہاں سے نکل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئیں اور واقعہ ان کے سامنے سنایا، حضرت سلیمان نے کہا کہ میرے پاس چھری لاؤ تا کہ میں بچہ کے دو ٹکڑے کر کے تمہیں دوں، تو چھوٹی عورت نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم نہ کرے، یہ اسی کا بچہ ہے چنانچہ حضرت سلیمان نے چھوٹی عورت کے لئے بچہ کا فیصلہ کیا۔

تشریح

(۱) جب حضرت داؤدؑ نے فیصلہ کیا تو حضرت سلیمانؑ کے لئے اس فیصلہ کو فسخ کرنا یونکہ جائز ہے اس سے تو ایک مجتہد کی رائے کو باطل کرنا لازم آرہا ہے جو کہ باطل ہے، اس کا جواب یہ ہے ان کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ اگر کسی حاکم نے فیصلہ کیا اور فریقین وہ فیصلہ دوسرے حاکم کے پاس لے جائیں تو اگر اس فیصلہ کو خلاف اور غیر مناسب سمجھے تو اس کو فسخ کرنا جائز ہے۔ (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد نے قطعی طور پر فیصلہ نہیں کیا بلکہ ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو حضرت سلیمان کے پاس بھیج دیا۔ (۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت داؤد کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ فتویٰ تھا۔ (تکملہ فتح الملہم: ص ۲/۶۰۰)

الحمد للّٰہ اولاً وآخرا والصلاة والسلام علی رسله الکرام خصوصا علی سید الأنام وعلی من تبعه بالایمان، ربنا تقبل منا إنک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم.

مزمل الحق انوری

متعلم تکمیل ادب عربی دارالعلوم، دیوبند

۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ بروز جمعہ مطابق ۱۵/ نومبر ۲۰۱۱ء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طالبان علوم نبوت کے لیے نہایت قیمتی علمی تحفہ

عرفان الباری

شرح اردو بخاری شریف (جلد دوم) کتاب المغازی

فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دار العلو

دیوبند کے بے مثال درس بخاری کی نہایت جامع اور بے نظیر شرح

عرفان الباری: معرفت احادیث بخاری شریف کی ایک نئی اور اچھوتی شر

عرفان الباری: خیر الکلام ما قل ودل کا مصداق،

عرفان الباری اب تک کی اردو شروحات بخاری شریف میں سب سے زیا مفید اور عمدہ حوالوں سے مزین اور مجلی، ترجمۃ الباب کی نہایت معقول توضیح وتشریح، احادیث بخاری کا نہایت سلیس ترجمہ مشکل الفاظ کے معانی ومطالب قدیم وجدید شارحین کی گراں قدر تحقیقات محدثین وفقہاء کی فقہی مذاہب کی عمد ترین توجیہات امام بخاریؒ کی خصوصیات کی مکمل ترجمان اور اب تک کی دستیاب شروحات کا لب لباب اور عطر، غرض محدثین دار العلوم دیوبند کے الفاظ میں علمی افادات کے اعتبار سے بہت معلومات افزا، غزوہ کی مکمل تاریخی تشریح علماء اور طلباء کے لیے یکساں مفید۔

پہلی فرصت میں حاصل کیجئے

جلد اول: ابتدا تا کتاب العلم

جلد دوم: کتاب المغازی

ملنے کا پتہ: اشرفی بکڈپو دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طالبانِ علوم نبوت کے لئے نہایت قیمتی علمی تحفہ

عرفان الباری

شرح اردو بخاری شریف

فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے بے مثال درس بخاری شریف کی نہایت جامع اور بے نظیر شرح

عرفان الباری: معرفت احادیث بخاری شریف کی ایک نئی اور اچھوتی شرح۔

عرفان الباری: خیر الکلام ما قلّ ودلّ کا مصداق۔

عرفان الباری: اب تک کی اردو شروحات بخاری شریف میں سب سے زیادہ مفید اور عمدہ حوالوں سے مزین اور مجلی ترجمۃ الباب کی نہایت معقول توضیح وتشریح احادیث بخاری کا نہایت سلیس ترجمہ مشکل الفاظ کے معانی ومطالب، قدیم وجدید شارحین کی گراں قدر تحقیقات محدثین وفقہاء کی فقہی مذاہب کی عمدہ ترین توجیہات امام بخاریؒ کی خصوصیات کی مکمل ترجمان اور اب تک کی دستیاب شروحات کا لب لباب اور عطر غرض محدثین دار العلوم دیوبند کے الفاظ میں علمی افادات کے اعتبار سے بہت معلومات افزا، غزوہ کی مکمل تاریخی تشریح علماء اور طلباء کے لئے یکساں مفید۔

جلد اوّل: ابتداء تا کتاب العلم
جلد دوم: کتاب المغازی

پہلی فرصت میں حاصل کیجئے

ملنے کا پتہ

اشرفی بک ڈپو، دیوبند یوپی
ASHRAFI BOOK DEPOT, Deoband-247554
Ph: 01336-223082 (S), 220062 (R)
Mobile: 09358001571

ASHRAFI
BOOK DEPOT

Pentone
9897869314

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551